ہندوستانی معاشرہ میں تعدد ازدواج

(عیسائیت، ہندومت، اور اسلام کی روشنی میں)

ڈاکٹر شائستہ پروین

البلاغ پبلی کیشنز
N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

ہندوستانی معاشرہ میں تعددِ ازدواج

(عیسائیت، ہندوازم اور اسلام کا تقابلی مطالعہ)

ڈاکٹر شائستہ پروین

البلاغ پبلی کیشنز

N-1 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

اشاعت : دسمبر 2010ء

ناشر : **البلاغ پبلیکیشنز** N-1، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

قیمت : ۱۷۰ روپے

Name of Book : **Hindustani Muashrah men T'addud-e-Izdiwaj**

Author : **Dr.Shaista Parveen**

Published by : **Al-Balagh Publications**

Flat No.10, N-1, Abul Fazl Encalve

Jamia Nagar, New Delhi-110025

Phone: 011-26942592

E-mail: abpublications@gmail.com

Price: Rs.170.00

ISBN:978-81-910757-6-2

انتساب

والدین کے نام

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا

(سورۂ بنی اسرائیل/۲۴)

فہرست

مقدمہ

زندگی کے بعض مسائل ایسے ہیں جو انسانی معاشرے میں ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں، بعض مسائل ایسے ہیں جو انسانی معاشرے میں وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہیں، جو مسائل انسانی زندگی میں ہمہ وقت پیش آتے ہیں، ان کا حل بھی اسلام نے پیش کیا اور جو مسائل ہمہ وقت پیش نہیں آتے ہیں ان کا حل بھی اسلام نے اپنی مقدس کتاب میں پیش کیا ہے۔ تعدد ازدواج عہد حاضر کے ان سنگین مسائل میں سے ہے جس کی ضرورت ہر وقت تو محسوس نہیں ہوتی لیکن انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں کبھی کبھار ایسے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جن کا مناسب حل تعدد ازدواج کی شکل میں ممکن نظر آتا ہے۔ اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اس کے قوانین ہمہ وقتی اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی انسانی زندگی کے لیے بے شمار قوانین وضع کیے گئے ہیں اور سارے مذاہب اپنے اپنے قوانین کو درست اور انسانوں کی کامیابی کا ضامن تصور کرتے ہیں لیکن اسلام کا قانون تعدد ازدواج ایسا مسئلہ ہے جس سے متعلق غیر مسلمین اختلاف رائے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تعدد ازدواج اسلام کی اختراع ہے اور اس کے فروغ میں اسلام کا اہم کردار رہا ہے اور آج بھی دیگر مذاہب کے مقابلے اسلام کے ماننے والوں میں عملاً تعدد ازدواج کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح اس قانون سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں اور بے بنیاد الزامات ہیں جن کا ازالہ از حد ضروری ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اس رسم کی ابتداء کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، ماقبل اسلام دوسری اقوام میں اس کا عام چلن تھا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:

''تعدد ازدواج یا داشتہ عورتیں رکھنے کی ایک قسم، جسے اصل تعدد ازدواج سے بہ مشکل ہی ممتاز سمجھا جا سکتا ہے، قدیم تہذیب کے اکثر لوگوں میں پائی گئی ہے۔ چین میں قانونی خاص بیوی کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی بیویاں کہلائی جاتی تھیں، جو خوش اخلاقی کے تحت رکھ لی جاتی تھیں یا قانونی داشتائیں ہوتی تھیں۔ جاپان میں چینی ٹائپ کا داشتہ عورتیں رکھنے کا رواج ایک قانونی نظام کی حیثیت سے ۱۸۸۰ء تک موجود تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدیم مصر میں تعدد ازدواج کی اجازت تو تھی مگر بادشاہوں کے ماسوا اس کا عام رواج نہ تھا۔ حمورآبی کا بابل والا قانون کہتا ہے کہ رشتۂ ازدواج یک زوجگی والا ہونا چاہیے۔ اس کے باوجود وہ یہ بھی صراحت کرتا ہے کہ، اگر کسی مرد نے ایک عورت سے شادی کی اور بیماری نے اسے پوری طرح گھیر لیا تو وہ دوسری شادی کرسکتا ہے اور وہ لاولد رہ جائے تو داشتہ رکھ سکتا ہے۔ یہودیوں کے یہاں ایک مرد کسی بھی حال میں بہت سی عورتیں رکھ سکتا تھا۔ ان بیویوں کی قانونی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا اور نہ عورتوں کی تعداد کے سلسلے میں کوئی تحدید تھی۔ عرب میں محمدؐ نے یہ طے کردیا تھا کہ ایک مرد کی قانونی بیویاں چار سے زیادہ نہ ہونی چاہئیں۔ بہت سے انڈو یورپین لوگوں میں تعدد ازدواج کی اجازت تھی۔ قدیم سلاو اور ٹیوٹنس میں، قدیم آئرس اور ویدک عہد کے ہندوستانیوں میں- اگر چہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ طریقہ بادشاہوں، سرداروں یا اشراف کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے برعکس یونان میں یک زوجگی شادی کی واحد تسلیم شدہ شکل تھی۔ داشتہ عورتیں رکھنے کا رواج ایتھنز میں پایا جاتا تھا۔ لیکن یہ طریقہ شادی سے بالکل ممتاز تھا اور داشتہ عورتوں کو کوئی حق نہ ملتا تھا۔ رومی تہذیب میں رشتۂ ازدواج شدت سے یک زوجگی کا تھا اور شادی شدہ مردوں اور طوائفوں کے درمیان ناجائز تعلقات جمہوریہ کے اختتام تک

عام تھا"۔

(سید حامد علی، تعدد ازدواج عقل اور تجربہ کی روشنی میں، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ص ۵۱)

تمدن عرب ص ۴۵۱ میں ہے:

"کوئی مشرقی رسم یورپ میں اس قدر مذموم نہیں سمجھی جاتی نہ کسی رسم کی بابت اہل یورپ کے خیالات اس قدر غلط ہیں۔ مورخین یورپ کی نظروں میں تعدد ازدواج گویا عمارتِ اسلامی کی بنیاد کا پتھر اور اشاعتِ دین اسلام اور نیز مشرقیوں کے تنزل کا بڑا سبب ہے"۔

صاحب مصنف آگے چل کر الزام کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے سے پہلے ہمیں یہ کہنا ضروری ہے کہ تعدد ازدواج کی رسم اسلام سے بالکل علیحدہ ہے کیونکہ یہ قبل آنحضرت ﷺ کے کل اقوام مشرق، یہود، ایرانی، عربوں وغیرہ میں موجود تھی اور جن اقوام نے مذہب اسلام قبول کیا انہیں خاص اس معاملہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس وقت تک کوئی مذہب دین میں ایسا قوی نہیں ہوا ہے جو اس قسم کی رسومات کو جیسے تعدد ازدواج کی رسم ہے ایجاد یا موقوف کر سکے یہ رسم محض نتیجہ ہے مشرقی آب وہوا اور قومی خصائص کا اور ان مختلف اسباب کا جن سے مشرقی طرز معیشت وابستہ ہے۔

جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے تعدد ازدواج کوئی جبری قانون نہیں ہے یہ صرف ایک اجازت ہے جو حسب ضرورت استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہ مسائل اور مصائب کا حل ہے ہر ایک مسلمان مرد کا حق نہیں کہ وہ بغیر ضرورت ایک سے زیادہ شادیاں کرے۔ خاص حالات اور ضروری شرائط کے ساتھ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ لوگوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان مراعات سے فائدہ اٹھایا ہو البتہ اسلام نے اس کی حدود متعین کی ہیں۔ بیویوں کی تعداد چار تک تحدید کی ہے۔ تعدد ازدواج کی اجازت اللہ رب العزت کی جانب سے اس وقت نازل ہوئی جب کہ جنگوں کی وجہ سے مسلم عورتوں کی تعداد کافی حد تک بڑھ گئی تھی یتیم اور بیوہ عورتیں چاروں طرف نظر آنے لگیں۔ ان کا کوئی معقول محافظ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّساءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمٰنُكُمْ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا. (النساء:۳)

اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں معاشرانہ انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں۔ ان سے دو دو تین تین چار چار تک سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم ان کے درمیان عدل کو قائم نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر یا باندی پر قناعت کرو۔ یہ تمہیں غلط میلان سے بچانے کے لیے زیادہ قریب کا راستہ ہے۔

لہٰذا ان الزامات اور غلط فہمیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کی سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسئلہ کے مختلف گوشوں پر بحث وتحقیق کا کام کیا جائے جس سے یہ حقیقت پوری طرح سامنے آجائے کہ تعدد ازدواج اسلام کی اختراع ہے یا اسلام سے ماقبل دیگر مذاہب میں بھی اس کا رواج تھا دوسرے یہ کہ اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے کہ اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت ہوتے ہوئے اس سے کتنے فی صد لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ عیسائی اور ہندو مذہب میں تعدد ازدواج قانوناً ممنوع ہے پھر بھی ان دونوں مذاہب میں تعدد کی شرح کتنی فی صد ہے۔

قابل ستائش ہے شعبۂ سنّی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا بورڈ آف اسٹڈیز اور اساتذہ جنہوں نے مجھ کم علم کو انتہائی حساس موضوع پر پی ایچ ڈی کے تحقیقی کام کی ذمہ داری سونپی۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول میں ہندوازم، عیسائیت اور اسلام کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان مذاہب میں عورتوں کی حیثیت کیا رہی ہے؟ اس کے علاوہ اس میں شادی کی تعریف اور شادی کے طریقے، اقسام اور اشکال کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

باب دوم میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندو ازم کی مذہبی کتب لٹرئے

برہمن، اپستمبا، بودھیانا، دیوالا، گوتما، کوٹلیادھرم شاستر، مہابھارت، منوسمرتی، میتا کشرا، ناردا، تیترئے سنہتا، وششٹھ دھرم سوتر، وشنودھرم سوتر، یاجناولکیہ وغیرہ میں تعدد ازدواج کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر اجازت ہےتو کن صورتوں میں ہے۔

باب سوم میں عیسائیت میں تعدد ازدواج کا تفصیلی مطالعہ ہے عیسائیت کی مذہبی کتب میں عہد نامہ قدیم وعہد نامہ جدید شامل ہیں۔لہٰذا دونوں عہد ناموں کے ذریعہ تعدد ازدواج کی اجازت کو ظاہر کیا گیا ہے اور اخیر میں بادشاہوں کے تذکرے سے اس رواج کو واضح کردیا گیا ہے۔

باب چہارم۔ اسلام میں تعدد ازدواج کا تفصیلی تذکرہ ہے قرآن کریم میں اس کی اجازت اور احادیث شریف میں نبیؐ اور آپ کے صحابہ کے عمل کو پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ائمہ ومجتہدین اور مفسرین کی آراء بھی پیش کی گئی ہیں۔

باب پنجم۔ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

الف:- میں عورت کی حیثیت، شادی سے متعلقہ امور اور کثرت ازدواج کا باہم تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے کہ تینوں مذاہب میں کیا تضاد اور کیا مماثلت ہے؟

ب:- اس میں تعدد ازدواج سے متعلق سروے رپورٹس پیش کی گئی ہیں کہ تینوں مذاہب میں تعدد ازدواج کی شرح کتنے فیصد ہے۔

ج:- اس میں تعدد ازدواج سے متعلق ماہرین مذاہب کی آراء پیش کی گئی ہیں کہ اس مسئلہ سے متعلق ماہر مذہب کے کیا خیالات ہیں۔

اختتام پر کتاب میں ان کتب، رسائل، اخبارات اور ویب سائٹس کا تذکرہ ہے جن سے کتاب کی ترتیب وتشکیل کے دوران مدد لی گئی ہے۔

خاص طور سے اپنے مشفق استاد اور تحقیقی مقالے کے نگراں محترم ڈاکٹر عبد الخالق صاحب کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے تحقیق کی کٹھن منزلوں سے گذرنا میرے لیے آسان کردیا، آپ کے مفید مشورے اور دعائیں میرے لیے مشعلِ راہ بنے رہے۔

کتاب کو تکمیل تک پہنچانے میں میرے والدین کی دعائیں اور حوصلہ افزا باتیں ہمہ

وقت شامل حال رہیں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان کا سایہ تادیر میرے سر پر قائم رہے اور ان کی شفقتوں ومحبتوں سے میں اسی طرح مستفید ہوتی رہوں۔

میں اپنی مخلص دوست ڈاکٹر سریتا کی بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے ہر موڑ پر دل کی گہرائیوں سے میرا ساتھ دیا۔

متشکر ہوں اپنے لائبریرین کی کہ ان کے تعاون سے بہت سی کتابوں تک رسائی اور لائبریری سے کماحقہٗ استفادہ کرنا آسان ہوا۔

اس کے علاوہ مولانا آزاد لائبریری، ادارہ علوم اسلامیہ، ادارہ تحقیق وتصنیفِ اسلامی، (علی گڑھ) جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسٹی (دہلی) رضا لائبریری، جامعہ الصالحات لائبریری (رامپور) اور عاشق پبلک لائبریری (سنبھل) کے منتظمین کی شکر گزار ہوں کہ ان تمام حضرات نے لائبریری سے استفادہ میں میرا بھرپور تعاون کیا۔

آخر میں اس رب کریم کا شکر بجالاتی ہوں جس نے مجھے علم کے زیور سے آراستہ کیا اور اس تحقیقی کتاب کی تکمیل کی توفیق بخشی۔

ڈاکٹر شائستہ پروین

۱۸/ربیع الثانی، ۱۴۳۱ھ

عیسائیت میں تعدد ازدواج

عہد نامہ قدیم وجدید میں تعدد ازدواج

عہد نامہ قدیم (Old Testament) جو کہ یہودیوں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی بھی کتاب مقدس ہے اس کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عیسائی حضرات جن انبیاء کرام کی عظمت وشرف کے قائل ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ تسلیم کرتے ہیں اور جن کی حیات مقدسہ کو اپنے لیے اسوۂ حسنہ تصور کرتے ہیں ان کے حرم میں بیک وقت متعدد بیویاں رہی ہیں علاوہ ازیں عہد نامہ جدید (New Testament) میں کہیں بھی تعدد ازدواج کی ممانعت کا ذکر نہیں نظر آتا جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ گرچہ حضرت عیسیٰؑ نے بذاتِ خود ایک بھی شادی نہیں کی خواہ اس کی جو بھی وجہ ہو لیکن آپ نے کہیں بھی ایسی تعلیمات نہیں دیں جن سے تعدد ازدواج کی حرمت ثابت ہو یہی وجہ ہے کہ مسیحی دنیا میں تعدد ازدواج کا نظام قائم تھا لہٰذا آئندہ سطور میں صحف سماوی و تاریخی شواہد سے مختلف انبیاء کی مختصراً عائلی زندگی کا خاکہ پیش کیا جارہا ہے جس سے تعدد ازدواج کی تفصیل سامنے آجائے گی۔

حضرت شیثؑ (SETH)

مؤرخ ابن جریر طبری بہ روایت ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت شیثؑ کی بیوی کا نام حروزہ تھا ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یانش تھا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام نعمۃ رکھا۔

مصنف ''جامع التواریخ'' لکھتے ہیں:

''مخوائلہ حضرت شیثؑ کی بیوی اور حور جنت[1] تھیں ان کے بطن سے ایک

صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام ''انوش'' تھا مخوائلہ کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں ''روضۃ الصفا'' میں بحوالۂ عرائس المجالس مؤلف ثعالبی نے مخوائلہ کو شیثؑ کی زوجہ تسلیم کیا ہے لیکن ان کے علاوہ کسی اور مؤرخ نے حضرت شیثؑ کے دوسرے عقد کا تذکرہ نہیں کیا ہے''۔ ۲

توریت میں حضرت شیثؑ کی کسی زوجہ کا اسم گرامی مذکور نہیں ہے البتہ آپ کے بیٹے اور بیٹیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

''اور سیت ایک سو پانچ برس کا تھا کہ اس سے انوس پیدا ہوا اور انوس کی پیدائش کے بعد سیت آٹھ سو سات برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں'' ۳

حضرت نوحؑ (NOAH)

حضرت نوحؑ کی پہلی بیوی واہلہ تھیں جنھوں نے اپنی بددینی کی وجہ سے اپنے شوہر کی قدر نہیں کی اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی بگاڑ لی اور طوفان میں ہلاک ہوگئیں قرآن کریم میں اس بات کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا امْرَاَتَ نُوْحٍ وامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ ۔ ۴

خدا نے کافروں کے لیے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

اور اس کا بیٹا ''یام'' تھا جو طوفان میں ہلاک ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو بہت سمجھایا

یا بُنَیَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الكافِرِيْنَ ۵

لیکن وہ نافرمانی اور سرکشی پر مصر رہا اور جواب دیا

سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۶

میں ایک پہاڑ کی جانب پانی سے پناہ لوں گا۔

حضرت نوحؑ کی دوسری بیوی عمورہ ہیں جو قابیل کی اولاد میں سے ہیں عمورہ کے باپ کا نام ہراکیل تھا۔

توریت میں ہے:

''دیکھ میں خود زمین پر پانی کا طوفان لانے والا ہوں تا کہ ہر بشر کو جس میں زندگی کا دم ہے دنیا سے ہلاک کر ڈالوں اور سب جو زمین پر ہیں مر جائیں گے پر تیرے ساتھ میں اپنا عہد قائم کروں گا اور تو کشتی میں جانا تو اور تیرے ساتھ تیرے بیٹے اور تیری بیوی اور تیرے بیٹوں کی بیویاں'' ۷

دوسری جگہ ہے:

''تب نوح اور اس کے بیٹے اور اس کی بیوی اور اس کے بیٹوں کی بیویاں اس کے ساتھ طوفان کے پانی سے بچنے کے لیے کشتی میں گئے'' ۸

ایک جگہ یوں ہے:

''تب نوح نکلا اور اس کی جورو اور اس کے بیٹے اور اس کے بیٹوں کی جوروا اس کے ساتھ'' ۹

حضرت نوحؑ کی بیویوں کا تذکرہ کتب آسمانی میں مختلف انداز سے نظر آتا ہے توریت کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ نوحؑ کی بیوی مطیع و فرمانبردار اور نجات پانے والوں میں سے تھی کیوں کہ مذکورہ دونوں آیات میں طوفان سے بچنے والوں اور طوفان ختم جانے کے

بعد کشتی سے باہر آنے والوں کی فہرست میں حضرت نوحؑ کی بیوی کا ذکر ہے مگر قرآن مجید میں سورۂ تحریم کی صراحت کے مطابق حضرت نوحؑ کی بیوی کے طوفان میں غرق ہونے کا ذکر ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ غالباً آپ کی دو بیویاں تھیں۔

عمورہ کے بطن سے حضرت نوحؑ کے تین بیٹے ہوئے سام (SHEM) حام (HAM) یافث (JAPHETH) تھے یہ تینوں مسلمان اور حضرت نوحؑ کے فرمانبردار تھے جن سے حضرت نوحؑ کی اولاد کا سلسلہ جاری ہوا جس طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ [۱۰]

اور ہم نے نوحؑ کی ذریت کو دنیا میں باقی رکھا۔

توریت میں ہے:

''نوح کے بیٹے جو کشتی سے نکلے سام حام اور یافث تھے اور حام کنعان کا باپ تھا نوح کے یہ ہی تین بیٹے تھے اور انہیں سے تمام زمین آباد ہوئی'' [۱۱]

حضرت ابراہیمؑ (ABRAHAM)

حضرت ابراہیمؑ نے متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح حضرت سارہؑ سے کیا۔

عہد نامہ قدیم میں ہے:

''ابرام اور نحور نے اپنا اپنا بیاہ کرلیا ابرام کی بیوی کا نام ساری اور نحور کی بیوی کا نام ملکہ تھا'' [۱۲]

دوسرا نکاح حضرت ہاجرہؑ سے کیا۔ عہد نامہ قدیم میں ہے:

''اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسماعیل رکھا۔'' [۱۳]

تیسرا نکاح حضرت قطورہ سے کیا۔ توریت میں مذکور ہے:

''اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔'' [۱۴]

چوتھا نکاح بقول علامہ سیوطی آپ نے حجورا نامی خاتون سے کیا۔

''مؤرخ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ علامہ سہیلی کا خیال ہے کہ ابراہیمؑ نے قطورہ کی موجودگی میں اہب نامی شخص کی بیٹی حجورا یا حجین سے عقد کرلیا تھا اور یہ بھی غالباً سرزمین کنعان ہی کی رہنے والی تھیں اس کے بطن سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام کیسان، فروخ، امیم، لوطان، نافس ہیں۔'' [۱۵]

حضرت یعقوبؑ (JACOB)

حضرت یعقوبؑ نے دو عورتوں سے نکاح کیے۔ پہلا نکاح اپنے ماموں لابن کی بڑی بیٹی لیاہ (LEAH) سے کیا۔ توریت میں ہے کہ:

''یعقوب نے لابن (LABAN) سے کہا کہ میری مدت پوری ہوگئی سو میری بیوی مجھے دے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی۔ اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوبؑ اس سے ہم آغوش ہوا۔ اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ (ZILPAH) اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کردی کہ اس کی لونڈی ہو'' [۱۶]

اور آپ کی دوسری شادی لابن کی دوسری بیٹی راخل سے ہوئی۔

آپ کے ماموں لابن کو جب آپ کے سفر کا مقصد معلوم ہوا تو وہ راخل کا عقد آپ کے ساتھ کرنے پر رضامند ہوگئے لیکن شرط یہ طے پائی کہ پہلے آپ سات برس تک ماموں کی خدمت انجام دیں پھر بطور اجرت عقد ہوگا لہٰذا سات برس تک آپ راخل کی خاطر خدمت کرتے رہے پھر جب آپ کی شادی ہوئی تو صبح کو معلوم ہوا کہ راخل کے بجائے ان کی بڑی بہن لیاہ سے آپ کی شادی کردی گئی آپ اس وعدہ خلافی پر بہت ناراض ہوئے لابن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلوٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں لہٰذا ایک ہفتہ کے بعد دوسری بیٹی راخل سے ان کا نکاح ہوگیا [۱۷]۔ توریت میں ہے:

''یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لابن نے اپنی بیٹی راخل

بھی اسے بیاہ دی اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو سو وہ راخل سے بھی ہم آغوش ہوا اور وہ لیاہ سے زیادہ راخل کو چاہتا تھا اور سات برس اور ساتھ رہ کر لابن کی خدمت کی''۱۸؎

''لیاہ سے پے در پے چار بیٹے ہوئے مگر راخل کے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہ دیکھ کر راخل نے اپنی کنیز بلہاہ کو آپ کی زوجیت میں دے دیا جن سے دو لڑکے پیدا ہوئے لیاہ نے جب دیکھا کہ ان کے مزید اولاد ہونے میں تاخیر ہوئی تو انہوں نے بھی اپنی کنیز زلفہ کو حضرت یعقوبؑ کی زوجیت میں دے دیا ان سے بھی دو بیٹے پیدا ہوئے اس کے بعد لیاہ سے پھر دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اور آخر میں راخل سے دو بیٹے ہوئے''۱۹؎

حضرت یعقوبؑ کی ان چاروں ازواج سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی۔

۱۔ لیاہ (LEAH) سے:

روبن (REUBEN) شمعون (SIMEON) لاوی (LEVI) یہوداہ (JUDAH) اشکار (ISSACHAR) زبلون (ZEBULUN)

لڑکی – دینہ (DINAH)

۲۔ لیاہ کی کنیز زلفہ سے:

جد (GAD) آشر (ASHER)

۳۔ راخل کی کنیز بلہاہ سے (BILHAH)

دان (DAN) نفتالی (NAPHTALI)

۴۔ راخل سے:

حضرت یوسفؑ (JOSEPH)

بن یمین (BENJAMIN) ۲۰؎

حضرت موسیٰ

حضرت موسیٰؑ نے دو نکاح کیے۔ پہلی بیوی کا نام صفورہ ہے۔ عہد نامہ قدیم میں ہے:

''اور موسیٰؑ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہو گیا تب اس نے اپنی بیٹی صفورہ موسیٰؑ کو بیاہ دی''۲۱؎

دوسری بیوی کوشی خاندان سے تھی۔ عہد نامہ قدیم میں مذکور ہے:

''اور موسیٰؑ نے ایک کوشی عورت سے بیاہ کر لیا سو اس کوشی عورت کے سبب سے جسے موسیٰ نے بیاہ لیا تھا مریم اور ہارون اس کی بدگوئی کرنے لگے''۔۲۲؎

حضرت داؤد (DAVID)

توریت اور قرآن مجید دونوں میں آپ کا تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے آپ نے متعدد نکاح کیے۔

۱۔ احیوعم آپ کی پہلی بیوی تھیں جن سے امنون (AMNON) کی پیدائش ہوئی۔ توریت میں ہے:

''سو داؤد مع اپنی دونوں بیویوں یزرعیلی احیوعم (AHINOAM) اور کرملی نابال کی بیوی ابیجیل (ABIGAIL) کے وہاں گیا''۲۳؎

''اور حبرون میں داؤد کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے امنون اس کا پہلوٹھا تھا جو یزرعیلی احیوعم کے بطن سے تھا''۲۴؎

دوسری بیوی ابیجیل (ABIGAIL) تھیں جن کے بطن سے کلیاب کی پیدائش ہوئی۔

''اور دوسرا کلیاب (CHILEAB) تھا جو کرملی نابال کی بیوی ابیجیل سے پیدا ہوا''۲۵؎

تیسری بیوی میکل بنت ساؤل تھیں (MICHAL) جو بے اولاد تھیں۔ توریت میں ہے:

''داؤد اٹھا اور اپنے لوگوں کو لے کر گیا اور دو سو فلستی قتل کر ڈالے اور داؤد ان کی کھلڑیاں لایا اور انہوں نے ان کی پوری تعداد میں بادشاہ کو دیا تا کہ وہ

بادشاہ کا داماد ہو اور ساؤل نے اپنی بیٹی میکل اسے بیاہ دی'' ٢٦ے

آپ کی چوتھی بیوی معکہ (MAACHAH) بنت تلمی بادشاہ جسور تھیں جن کے بطن سے ابی سلوم (ABSALOM) تھا۔

حجیت (HAGGITH) آپ کی بیوی تھیں جن سے ادونیاہ (ADONIJAH) تھا۔

ابی طال (ABITAL) بھی آپ کی زوجہ تھیں جن سے سفطیاہ (SHEPHATIAH) کی پیدائش ہوئی۔ ٢٧ے

بنت سبع (BATH SHEBA) بھی حضرت داؤد کی زوجہ تھیں جن کے بطن سے سلیمانؑ (SOLOMON) تھے۔ توریت میں ہے:

''پھر داؤد نے اپنی بیوی بنت سبع کو تسلی دی اور اس کے پاس گیا اور اس سے صحبت کی اور اس کے ایک بیٹا ہوا اور داؤد نے اس کا نام سلیمان رکھا'' ٢٨ے

ان کے علاوہ حضرت داؤدؑ کی اور بیویوں اور حرموں کا ذکر ملتا ہے جن سے بہت سی اولاد ہوئی۔

''اور حبرون سے چلے آنے کے بعد داؤدؑ نے یروشلم سے اور حرمیں رکھ لیں اور بیویاں کیں اور داؤد کے ہاں اور بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور جو یروشلم میں اس کے ہاں پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں''

سمّوعہ (SHAMMUA) اور سوباب (SHOBAB) اور ناتن (NATHAN) اور سلیمان (SOLOMON) اور ابحار (IBHAR) اور الیسوع (ELISHUA) اور نفج (NEPHEG) اور یفیع (JAPHIA) اور الیسمع (ELISHAMA) اور الیدع (ELIADA) اور الیفالط (ELIPHALET)۔ ٢٩ے

شونمیت ابی ساگ (SHUNAMMITE ABI SHAG) بھی حضرت داؤدؑ کی زوجہ تھیں جن کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ توریت میں ہے:

''چنانچہ انہوں نے اسرائیل کی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے کرتے شونمیت ابی ساگ کو پایا اور اسے بادشاہ کے پاس لائے اور وہ

لڑکی بہت شکیل تھی سو وہ بادشاہ کی خبرگیری اور اس کی خدمت کرنے لگی لیکن بادشاہ اس سے واقف نہ ہوا'' ٣٠ے

حضرت سلیمانؑ (SOLOMON)

حضرت سلیمانؑ نے متعدد ازواج کیں۔

توریت کے مطابق سات سو بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور ان ازواج میں فرعون مصر کی بیٹی کے علاوہ موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتیں بھی شامل تھیں۔ توریت میں ہے:

''اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی (MOABITES) عمونی (AMMONITES) ادومی (EDOMITES)، صیدانی (ZIDONIANS) اور حتی (HITTITES) عورتوں سے محبت کرنے لگا'' ٣١ے

اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ ٣٢ے

توریت میں آپ کے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کے نام مذکور ہیں۔

''اور سلیمان کا بیٹا رحبعام (REHOBOAM) تھا'' ٣٣ے

بیٹیوں کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

''اور دور کے سارے مرتفع علاقہ میں بن ابیذاب تھا اور سلیمان کی بیٹی طافت (TAPHATH) اس کی بیوی تھی'' ٣٤ے

اور عدو کا بیٹا اخیذاب محنایم میں تھا اور اخیمعض نفتالی میں تھا اس نے بھی سلیمان کی بیٹی بسمت (BASMATH) کو بیاہ لیا تھا۔ ٣٥ے

حدیث شریف میں بھی آپ کی متعدد بیویوں کا تذکرہ ملتا ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال : قال سليمان بن داؤد: لاطوفن الليلة علی سبعين امرأة تحمل كل

امرأة فارسا يُجاهد في سبيل الله . فقال له صاحبه : إن شاء الله فلم يقل ولم تحمل شيأ إلا واحداً ساقطا احدا شقيه فقال النبيؐ: لوقالها لجاهدوا في سبيل الله ۔۳۶

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا سلیمان پیغمبر نے جوداؤد پیغمبر کے بیٹے تھے، یہ کہا کہ میں آج رات کو ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر عورت کے پیٹ میں ایک لڑکے کا حمل رہے گا جو سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ایک مصاحب نے کہا انشاء اللہ کہو، انہوں نے نہیں کہا (بھول گئے) پھر ان ستر عورتوں میں ایک ہی عورت بچہ جنی وہ بھی آدھا آنحضرت نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو (ستر کے ستر پیدا ہوتے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

تعدد ازدواج کے ضمن میں جہاں تک انجیل کی تعلیمات کا تعلق ہے تو ان تعلیمات میں تعدد ازدواج کے علاوہ دیگر عائلی مسائل پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور ان کی ممانعت کا مختلف انداز سے تذکرہ بیان کیا گیا ہے خواہ وہ طلاق کا مسئلہ ہو یا بیوہ کی دوسری شادی یا پھر زنا کا معاملہ ہو۔

طلاق کے سلسلے میں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات یہ ہیں:

''اور فریسی اسے آزمانے کے واسطے اس کے پاس آگئے اور کہنے لگے کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کا چھوڑ دینا روا ہے اس نے جواب میں کہا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے انھیں بنایا اس نے ابتداء ہی سے انھیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں اس لیے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے''۔ ۳۷

مرقس میں بھی کم و بیش طلاق کی بابت انھیں الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے:

''اور فریسیوں نے پاس آ کر اس کو آزمانے کے واسطے اس سے پوچھا کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے اس نے ان سے جواب میں کہا کہ موسیٰ

نے تمھیں کیا حکم دیا ہے وہ بولے موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب تمہارے لیے یہ حکم لکھا تھا لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انھیں مرد اور عورت بنایا اس سبب سے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں اس لیے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے اور گھر میں شاگردوں نے اس سے اس کی بابت پھر پوچھا اس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے بر خلاف زنا کرتا ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے''۔ ۳۸

انجیل مقدس میں شوہر کے انتقال کر جانے کے بعد بیوی کو دوسرا شوہر کرنے کی واضح الفاظ میں اجازت دی گئی ہے۔

''جب تک کہ عورت کا شوہر جیتا ہے وہ اس کی پابند ہے پر جب اس کا شوہر مرجائے تو جس سے چاہے بیاہ کر سکتی ہے مگر صرف خداوند میں''۔ ۳۹

اسی طرح زنا کی ممانعت اور اس کے بدترین انجام کا ذکر بھی انجیل مقدس میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے:

''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیوں کہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے اور اگر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے کیوں کہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن

"جہنم میں نہ جائے"۔ ۴۰؎

حضرت عیسیٰؑ کی تمام تعلیمات میں ہمیں ایسا کوئی بھی نکتہ نظر نہیں آتا جس سے یہ واضح ہو کہ آپ نے ضرورتاً ایک سے زائد بیویاں رکھنے کو ناپسند فرمایا البتہ انجیل مقدس میں کچھ آیات ایسی ہیں جن میں آپ کے الفاظ میں دس کنواریوں کی تمثیل بیان کی گئی ہے جن سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ انجیل مقدس میں ایک سے زائد ازدواج کا تصور موجود ہے۔

انجیل مقدس میں ہے:

"اس وقت آسمان کی بادشاہت ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں ان میں سے پانچ بے وقوف اور پانچ عقل مند تھیں، جو بے وقوف تھیں انھوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا مگر عقل مندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپیوں میں تیل بھی لے لیا اور جب دولہا نے دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں، آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دولہا آ گیا، اس کے استقبال کو نکلو اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعلیں درست کرنے لگیں اور بے وقوفوں نے عقل مندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو کیوں کہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ عقل مندوں نے جواب میں کہا کہ شاید ہمارے تمہارے دونوں کے لیے پورا نہ ہو بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو جب وہ مول لینے جا رہی تھیں تو دولہا آ پہنچا اور جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی میں چلی گئیں اور دروازہ بند کیا گیا، پیچھے وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند اے خداوند ہمارے لیے دروازہ کھول دے اس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تمھیں نہیں جانتا پس جاگتے رہو کیوں کہ تم نہ اس دن کو جانتے ہو نہ اس گھڑی کو"۔ ۴۱؎

اس کے علاوہ پولس رسول کی ایک نصیحت اس بات کو واضح کر دیتی ہے کہ عیسائیت میں تعدد ازدواج صرف خادموں کے لیے ممنوع ہے آقا (مالک) ایک سے زیادہ بیویاں رکھ

سکتے ہیں۔

"اسی طرح خادموں کو بھی سنجیدہ ہونا چاہیے دو زبان اور شرابی اور ناجائز نفع کے لالچی نہ ہوں۔ اور ایمان کے بھید کو پاک دل میں حفاظت سے رکھیں۔ اور یہ بھی پہلے آزمائے جائیں۔ اس کے بعد اگر بے الزام ٹھہریں تو خدمت کا کام کریں اسی طرح عورتوں کو بھی سنجیدہ ہونا چاہیے تہمت لگانے والی نہ ہوں بلکہ پرہیزگار اور سب باتوں میں ایماندار ہوں۔ خادم ایک ایک بیوی کے شوہر ہوں اور اپنے اپنے بچوں اور گھروں کا بخوبی بندوبست کرتے ہوں"۔ ۴۲؎

جہاں تک بذات خود حضرت عیسیٰؑ کے مجرد ہونے کا تعلق ہے اس سلسلے میں اسلامی تاریخ خاموش ہے کہ آپ نے نکاح کیوں نہیں کیا البتہ عیسائیت میں شادی کے رواج سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی حضرات اس معاملے میں یہودیت کے پیروکار ہیں یہودیت کے انبیاء کرام کے حرم میں ایک اور ایک سے زائد بیویاں موجود رہیں ہیں یہ بات قابل غور ہے کہ خود شارع حضرت موسیٰؑ کی دو بیویاں تھیں عقل و فہم بھی یہی بات سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو توالد و تناسل کا سلسلہ ہی نہ ہوتا اور عیسائیت ختم ہو کر رہ جاتی انجیل مقدس کے بیشتر مقامات پر شادی سے متعلق ایسی بہت سی تعلیمات موجود ہیں جو اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں کہ بعض حالات میں نکاح پسندیدہ فعل ہے اور نکاح نہ کرنے سے بہت سی خطرناک برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

انجیل مقدس میں ہے:

"مرد کے لیے اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے لیکن حرامکاری کے اندیشہ سے ہر مرد اپنی بیوی اور ہر عورت اپنا شوہر رکھے۔ شوہر بیوی کا حق ادا کرے اور ویسا ہی بیوی شوہر کا۔ بیوی اپنے بدن کی مختار نہیں بلکہ شوہر ہے۔ اسی طرح شوہر بھی اپنے بدن کا مختار نہیں بلکہ بیوی۔ تم ایک دوسرے سے جدا نہ رہو مگر تھوڑی مدت تک آپس کی رضامندی سے تاکہ دعا کے واسطے فرصت ملے اور اکٹھے ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ غلبۂ نفس کے سبب سے شیطان تم کو آزمائے"۔ ۴۳؎

دوسری جگہ ہے:

''پس میں بے بیاہوں اور بیواؤں کے حق میں کہتا ہوں کہ ان کے لیے ایسا ہی رہنا اچھا ہے جیسا میں ہوں لیکن اگر ضبط نہ کر سکیں تو بیاہ کر لیں کیونکہ بیاہ کرنا مست ہونے سے بہتر ہے۔ مگر جن کا بیاہ ہوگیا ہے ان کو میں نہیں بلکہ خداوند حکم دیتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے جدا نہ ہو نہ شوہر بیوی کو چھوڑے''[44]

امراء میں تعدد ازدواج

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ایک مدت تک عیسائیوں میں ایک سے زائد بیوی کرنے کا عام رواج تھا، عیسائیت میں ایسے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں جن کے حرم میں ایک سے زائد بیویاں موجود رہیں لیکن کلیسا نے ان پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی۔

''مشہور بادشاہ شارلیمن کی دو بیویاں اور کئی کنیزیں تھیں۔ جرمنی کی ریاست ہس نامی کے حکمراں فلپ اور پرشیا کے بادشاہ فریڈرک ولیم ثانی دونوں نے خود پروٹسٹنٹ کلیسا کی اجازت سے دو دو بیویوں سے نکاح کیا۔ سترہویں صدی کے آغاز میں یورپ ایک طویل اور خونریز جنگ کا میدان بنا رہا تھا یہ جنگ تیس برس تک جاری رہی تھیں اس ہولناک جنگ میں یورپ کی آبادی میں مردوں کی تعداد خطرناک حد تک کم ہوگئی اس کا علاج ''یک زوجیت'' نہیں کر سکتی تھی۔ آخر کلیسا کو ہار ماننا پڑی ۱۶۵۰ء میں جرمنی کے شہر نورمبرگ میں عیسائی علماء کی کانفرنس منعقد ہوئی اور یہ تجویز منظور کی گئی کہ ہر ایک شخص کو دو بیویوں سے نکاح کر لینے کی عام اجازت ہے۔''[45]

''اوڈلفس ۴۰۹ء'' وزیگوتھ کا بادشاہ تھا ''اٹالف'' نام تھا عرف اوڈلفس تھا تھولوس میں ناربون گال کے بڑے حصہ پر حکمراں تھا اس نے ایک سے زیادہ نکاح کیے۔

تاریخ اسپین میں ہے:

''اوڈلفش کے چھ بچے پہلی شادی سے تھے''[46]

''الارک دوم'' ۵۱۰ء یورک کا بیٹا تھا ''تھیوڈورک اعظم'' جب اٹلی کا بادشاہ ہوا اسی وقت الارک تخت نشین ہوا اور اسپین کا بادشاہ ہوا اس کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں جن کا تذکرہ تاریخ اسپین میں اس طرح ہے:

''بروقت وفات ''الارک'' کے ''امالرک'' اس کا اکلوتا بیٹا اس کی زوجہ ''تھیوڈیکوڈا'' سے تھا جو کہ تھیوڈورک'' کی بیٹی تھی لیکن یہ لڑکا اس قدر کم عمر تھا کہ حکومت کے لائق نہیں تھا اور اسی سبب سے ''وزیگوتھس'' نے اپنی قوم کے دستور کے بموجب الارک کے دوسرے غیر صحیح النسب بیٹے ''جسالک'' کو بادشاہ کیا''[47]

''رکارڈ اول'' ۵۷۲ء لیو بجلڈ' کا دوسرا بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوا رکارڈ کی متعدد بیویاں تھیں:

''''باڈا'' جانشین رکارڈ کا ہوا اور یہ نوعمر اور خوبصورت تھا اور اس بادشاہ سے رعایا محبت رکھتی تھی اور یہ بادشاہ بیٹا رکارڈ کا اس کی زوجہ اول ''باڈونا'' سے تھا اور قصہ گویوں نے یہ بات بنائی ہے کہ وہ ایک دختر ''آرتھر'' بادشاہ برطانیہ کی تھی''[48]

عیسائی بادشاہ ''لیجکا'' ۶۸۷ء کا بیٹا ''وٹیزا'' تھا جس نے حکمرانی کے ابتدائی عہد میں بہت سے اہم کام انجام دیے:

''اس بادشاہ کی نسبت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ از روئے نصیحت اور تمثال کے رسم تعدد ازدواجی کی تعریف بیان کرتا تھا''[49]

شارلیمان بادشاہ ۷۴۲ء میں ان کی بھی متعدد بیویاں تھیں جن کا تذکرہ کچھ یوں ہے:

''ڈونہ فرولو یہ فاویلا کی زوجہ تھی اور اس کا حال صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ایک دختر ''فالویلا'' سے تھی اور شارلیمان بادشاہ کی ایک زوجہ کی دادی تھی''[50]

عیسائی بادشاہ اسپین ۸۵۲ء ''ڈون رامیرز'' کی بھی متعدد بیویاں تھیں:

''بعد لڑائی کے ڈون رامیرز چھ سال تک زندہ رہا اور ۸۵۰ء میں ادی ایڈوفوت

ہوااور اول زوجہ ملکہ 'یاٹرنہ' سے ایک بیٹا 'ارڈوینو' چھوڑا جو اس کا جانشین ہوا اور زوجۂ ثانیہ ''ملکہ اراکا'' سے ''ڈون گارسیہ'' بیٹا اور دیگر بیٹے چھوڑے تھے''[۵۱]

ارڈونیو بادشاہ ۹۱۳ء ان کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں جن کا تذکرہ یوں ہے:

''اس کی دختر ''اراکہ'' کی شادی ''انیگیوز ارسٹا'' سے ہوئی تھی ان کی اولاد میں سے سینگیو اتیسری زوجہ ''ارڈوینو'' بادشاہ لیون کی تھی''[۵۲]

فرائیلا بادشاہ ۹۲۰ء جس کا لقب کروئیل تھا اور آرڈونیو کا بھائی تھا صرف چودہ مہینے بادشاہ رہا اس کی بھی متعدد بیویاں تھیں:

''اس نے تین بیٹے ایک ''النزو'' دوسرا ''آرڈینو'' اور تیسرا ''رامیرو'' اپنی بی بی ''منیا'' کے بطن سے چھوڑے اور ایک اور عورت سے ایک بیٹا تھا جن کا نام فرائیلا تھا''[۵۳]

ڈون النزو ۱۱۰۸ء جو ششم بادشاہ تھا اس کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں تاریخ بتاتی ہے:

''ڈون النزو ششم بادشاہ لیون اور کاشٹیل کی بی بیوں کے حالات نہایت مہمل اور غیر صاف ہیں نیز اس کی زوجۂ اول کو دختر ''گائے'' کی جو ڈیوک ایکیوٹمسین کا تھا خیال کیا ہے اور وہ ماں ڈونہ اراکا کی تھی''[۵۴]

ڈون جسیمی بادشاہ ۱۲۴۸ء کی بھی متعدد بیویاں تھیں۔

تاریخ اسپین میں ہے:

''اول شادی ''ڈون جسیمی'' کی جو ''الینور'' شہزادے کاسٹیل سے ہوئی تھی بعد تولد ایک بیٹی نابالغ، ڈون النزو کے بوجہ دست اندازی پادریوں کے شکست ہوئی تھی، ڈون جسیمی کی دوسری زوجہ ''ڈونہ واولینٹ'' سے اس کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں''[۵۵]

فرڈی ننیڈ بادشاہ ۱۲۵۳ء کاسٹیل کی ایک سے زائد بیویاں تھیں:

''فرڈی ننیڈ'' کے سات بیٹے ''بیٹرز'' امیر زادی صوابیہ زوجۂ اولیٰ سے تھے جن کے نام ''النزو'' فیڈرق 'فرنینڈو'، ہنرق، فلپ، سنچو اور مینیسویل تھے اور

زوجۂ ثانیہ ''جوانا'' امیر زادی بلیٹھون سے ایک لڑکی موسومہ، الینور'' تھی اور اس دختر کی شادی ''ایڈورڈ'' اول بادشاہ انگلستان سے ہوئی تھی''[۵۶]

ڈون النزو نہم ۱۲۵۲ء بادشاہ کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں:

''اس میں شک نہیں کہ عورتوں نے بہت بڑی وقعت حاصل کی تھی اور اس کی وجہ سے ہر ایک فرقہ کے عادات اور خصائل درست ہوئے تھے اور جو وقعت اور عزت ان کو دی تھی انہوں نے اس کا معاوضہ یہ کیا کہ اپنی دانائی اور ہمت سے جب کبھی ضرورت ہوئی اپنے ملک اور شوہروں کو فائدہ پہنچایا جو لیاقت اور اوصاف ''ڈونہ ٹریسہ'' اور ڈونہ بیر نگوئلا'' کے تھے ان کے مکرر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ دونوں عمدہ بیبیاں النزو نہم بادشاہ لیون کی تھیں''[۵۷]

فادر یوگین ہلمین (Eugene Hillman) نے لکھا ہے:

''عہد نامۂ جدید میں کوئی واضح حکم نہیں ہے کہ شادی یک زوجی ہونی چاہیے یا تعدد ازواج کی ممانعت کا کوئی واضح حکم نہیں ہے۔''[۵۸]

حواشی ومراجع

۱. واقعی حور جنت تھیں یا حسن و جمال کی وجہ سے حور جنت کہہ دیا گیا ہو واللہ اعلم بالصواب۔
۲. محوی، مولوی محمد حسین، ازواج الانبیاء (مترجم عربی دفتر تاریخ ریاست بھوپال)، ۱۹۱۶ء، مطبع الناظر چوک لکھنؤ، ص ۱۵
۳. پیدائش، باب ۵، آیت ۶ تا ۷
۴. سورۂ التحریم: آیت ۱۰
۵. سورۂ ہود: ۴۲
۶. سورۂ ہود: ۴۳
۷. پیدائش، باب ۶، آیت ۱۷-۱۸

۸ پیدائش، باب ۷، آیت ۷

۹ پیدائش، باب ۸، آیت ۱۸

۱۰ سورۂ الصّٰفّت : ۷۷

۱۱ پیدائش، باب ۹، آیت ۱۸-۱۹

۱۲ پیدائش، باب ۱۱، آیت ۲۹

۱۳ پیدائش، باب ۲۵، آیت ۱-۲

۱۴ پیدائش، باب ۲۵، آیت ۱-۲

۱۵ ازواج الانبیاء، ص ۵۶۰

۱۶ پیدائش، باب ۲۹، آیت ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵

۱۷ پیدائش، باب ۲۹، آیت ۱۶ تا ۲۷

۱۸ پیدائش، باب ۲۹، آیت ۲۸ تا ۳۰

۱۹ پیدائش، باب ۲۹، ۳۰

۲۰ پیدائش، باب ۳۵، آیت ۲۲ تا ۲۶

۲۱ خروج ۲، آیت ۲۱

۲۲ گنتی ۱۲، آیت ۱

۲۳ سموئیل ۲، باب ۲، آیت ۲

۲۴ سموئیل ۲، باب ۳، آیت ۲

۲۵ حوالہ مذکورہ آیت ۳

۲۶ سموئیل ۱، باب ۱۸، آیت ۲۷

۲۷ سموئیل ۲، باب ۳، آیت ۴، ۵

۲۸ سموئیل ۲، باب ۱۲، آیت ۲۴

۲۹ سموئیل ۲، باب ۵، آیت ۱۳ - ۱۶

۳۰ سلاطین ۱، باب ۱، آیت ۱

۳۱ سلاطین ۱، باب ۱۱، آیت ۱

۳۲ سلاطین ۱، باب ۱۱، آیت ۳

۳۳ تواریخ ۱، باب ۳، آیت ۱۰

۳۴ سلاطین ۱، باب ۴، آیت ۱۱-۱۲

۳۵ سلاطین ۱، باب ۴، آیت ۱۴-۱۵

۳۶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ : ووھبنا لداؤد سلیمان الخ،
جلد ۱، ص ۴۸۶

۳۷ انجیل متی، باب ۱۹، آیت ۳-۶

۳۸ انجیل مرقس، باب ۱۰، آیت ۲-۱۲

۳۹ انجیل، ۱-کرنتھیوں، باب ۷، آیت ۳۹

۴۰ انجیل متی، باب ۵، آیت ۲۷-۳۰

۴۱ انجیل متی، باب ۲۵، آیت ۱-۱۳

۴۲ انجیل، ۱- تیمتھیس، باب ۳، آیت ۸-۱۲

۴۳ انجیل مقدس، کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط، باب ۷، آیت ۱-۸

۴۴ 〃 〃 〃 〃 〃 باب ۷، آیت ۸-۱۱

۴۵ مالک رام، اسلامیات، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ص ۱۶۱

۴۶ تاریخ اسپین مصنف میریا کالیکٹ مترجم سید احمد خاں، سبارڈینٹ جج سیتاپور ہردوئی، ۱۸۴۰ء،
ملک اودھ لندن، جان مری البی مرلی اسٹریٹ

۴۷ تاریخ اسپین، ص ۸۷

۴۸ تاریخ اسپین، ص ۹۱

۴۹ تاریخ اسپین، ص ۱۱۵

۵۰ تاریخ اسپین، ص ۱۸۸

۵۱ تاریخ اسپین، ص ۲۹۳

۵۲ تاریخ اسپین، ص۳۴۵۰
۵۳ تاریخ اسپین، ص۳۶۵۰
۵۴ تاریخ اسپین، ص۵۴۲۰
۵۵ تاریخ اسپین، ص۷۱۷
۵۶ تاریخ اسپین ص۷۲۰
۵۷ ایضاً، ص۷۲۵
۵۸ Eugene Hillman, Polygamy Reconsidered: African Plural Marriage and the christion churches New York orbis Books, 1975, P-140

☆☆☆

ہندوازم میں تعدد ازدواج

تعدد ازدواج کی رسم کا جہاں تک تعلق ہے وہ تقریباً ہر دور، ہر مذہب میں رائج رہی ہے خواہ عیسائیت ہو یا ہندوازم یا پھر مذہب اسلام کہیں قانونی طور پر کہیں غیر قانونی طور پر حتی کہ کسی مذہب میں ایک شوہر کی لاتعداد بیویاں اور ایک عورت کے بے شمار خاوند ہوتے تھے نہ کوئی قانونِ ازدواج تھا اور نہ ہی شادی بیاہ کے اصول وضوابط ہندوازم جو سب سے پرانا مذہب ہے اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ویدک عہد اور دھرم سوتر دونوں زمانوں میں تعدد ازدواج رائج تھا۔ ڈاکٹر شانتی پانڈے لکھتی ہیں:

> वैदिक काल में बहुपत्नीत्व किसी न किसी रूप में विद्यमान था। ऋग्वेद एवम् अथर्व वेद में सपत्नियों के उल्लेख मिलते हैं। तैत्तिरीय संहिता, शतपथ ब्राह्मण, एतरेय ब्राह्मण एवं तैत्तिरीय ब्राह्मण में अनेक पत्नियों की चर्चा हुई है। यज्ञ के प्रसंग में राजाओं की चार पत्नियों– महिषी, वावता, परिवृक्ता एवं पालागली के नाम आए हैं। प्रसिद्ध दार्शनिक याज्ञवल्क्य की दो पत्नियों (कात्यायनी एवं मैत्रोयी) का बृहदारण्यकोपनिषद में नामोल्लेख हुआ है। धर्म सूत्राों के काल में भी बहुपत्नीत्व व्यापक रूप में प्रचलित था। सभी धर्म सूत्राों ने विभिन्न वर्णों की पत्नियों का उल्लेख किया है। बौधायन, वशिष्ठ एवं विष्णु धर्म सूत्रा में ब्राह्मण की वर्णी के अनुसार चार, क्षत्रिाय की तीन और वैश्य की दो पत्नियों की अनुमति दी गई है। गौतम ने सम्पत्ति विभाजन के प्रकरण में इस प्रकार के नियम दिए हैं कि उनसे बहुपत्नीत्व प्रमाणित होता है।
>
> ۱؎

ذیل میں ہندوؤں کی مذہبی کتب کے حوالے سے تعدد ازدواج کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

AITAREYA BRAHMANA

ایک مرد کی بہت سی بیویاں ہوسکتی ہیں لیکن ایک عورت بہت سے شوہر نہیں رکھ سکتی۔ ۲؎

APASTAMBA

اگر شوہر کے پاس ایک بیوی ہے جو اپنی مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی خواہش مند ہو اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اہل بھی ہو اور جوالڑ کے جن سکتی ہو تو اس صورت میں شوہر دوسری بیوی نہیں رکھ سکتا لیکن اگر کسی شخص کی بیوی ان دونوں صلاحیتوں میں سے کسی ایک سے محروم ہے تو اس حالت میں اس شوہر کے لیے دوسری بیوی رکھنا جائز لیکن قبل اس کے کہ وہ اگنی ہوتر کی آگ کو روشن کرے۔ ۳؎

Baudhayana

ایک شوہر ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرسکتا ہے اگر پہلی بیوی بدزبان ہو۔ ۴؎

Devala

شودر کے لیے صرف ایک بیوی رکھنے کی اجازت ہے ویش کے لیے دو، چھتری کے لیے تین، برہمن کے لیے چار، لیکن بادشاہ کے لیے جتنی چاہے اتنی بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ ۵؎

Gautama

برہمن کے لیے تین، چھتری کے لیے دو، ویش اور شودر کے لیے صرف ایک رکھنے کی اجازت ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر غائب ہوجائے تو اس کو چھ سال انتظار کرنا چاہئے اگر اس کا پتہ چل جائے (اس مدت میں) تو اس کو (بیوی) اپنے شوہر کے پاس چلے جانا چاہئے۔ ۶؎

> ऋषमोऽधिको ज्येष्ठस्य
> उत्तर सूत्राो ज्यौष्ठिनेयस्येति वचनादयं ज्येष्ठः कानिष्ठि नेयः। यदि कनीयस्यः पुत्राो भवति तदा तस्य ऋणम उद्धारः सममन्यत।।

(اگرایک سے زائد بیویاں ہوں)تو پہلی بیوی کے بیٹے کوایک بیل زیادہ ملے، ۷؎

स्वदारवत्तिः

स्वेष्वेव दारेष्वस्य वृत्ति। सजातीयेष्वयि परदारेषु वेश्यासु च प्रसज्जन

दण्डय इतिअपर आह–स्वदारवृत्तिरेवास्य भवीतनाऽऽश्रमान्तर प्राप्ति रिति

اپنی ہی بیویوں سے تعلق رکھے۔ ۸؎

Kautilya

वर्षाण्यष्टाव प्रेजायमानाम पुत्राां वन्ध्यां चाकाङ क्षेत, दश निन्दुभ, द्वादश कन्या प्रसविनीम

دوسری مرتبہ حاملہ نہ ہونے والی، اولادنرینہ سے محروم، اور ایسی عورت جس کے بچہ نہ ہوں (اولاد کی خواہش میں) آٹھ سال، مردہ بچہ پیدا کرنے پر دس سال اور لڑکی پیدا کرنے والی عورت کا بارہ سال انتظار کرے۔ ۹؎

ततः पुत्रार्थी द्वितीयां विन्देत।

اس کے بعد بیٹے کا خواہش مند مرد دوسری عورت سے شادی کرے۔ ۱۰؎

शुल्कं स्त्रीधनं अशुल्क स्त्रीधनायास्त्रोत्प्रमाणमाधिवेदनिकम्

अनुरूपां च वृत्तिं दत्वा बहीरपि विन्देत।

جہیز اور استری دھن والی اور استری دھن نہ ملنے والی عورت کو اس کے برابر نان نفقہ اور اسی کے مطابق گزارہ دے کر (مرد) کوئی شادی کرنے کا اختیار ہے۔ ۱۱؎

पुत्रार्था हि स्त्रिायः

عورتیں لڑکوں کے لیے ہی ہوتی ہیں۔ ۱۲؎

Mahabharata

सर्गकामस्ततो विद्वान्स मैत्रोय प्रजापतिः

षष्टि दक्षोऽसृजत्कन्या वैरूपयामिति नः श्रुतम्।।

ददौ स दश धर्माय कश्यपाय त्रायोदश

सप्तविशति सोमाय चतस्रोऽरिष्टनेमिने।

ہے میترے جی! سنا جاتا ہے کہ پھر دکش پرجاپتی نے ساٹھ لڑکیاں پیدا کیں، ان میں سے دس دھرم کو، تیرہ کشیپ کو ستائیس چاند کو اور چار ارشٹنیمی کو بیاہ دیں ۱۳؎ مہرشی سوبھری نے راجا مادھنتا کی پچاس لڑکیوں سے شادی کی ۱۴؎

तस्य च शतसहस्रं पत्नीनामभवत् दशलक्ष संख्याश्च पुत्राा:

راجہ ششی بندو کے ایک لاکھ بیویاں تھیں جن سے دس لاکھ لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ ۱۵؎

देववानुपदेवः सहदेवो देवरक्षितो च देबकस्य चत्वारः पुत्राः तेषा वृकदेवोयदेवा देवरक्षिता श्रीदेवा शांति देवा सहदेवा देवकी च सतभगिन्यः ताश्र सर्वा वसुदेव उमयेमे।

دیوک کے چار لڑکے ہوئے جن کو نام دیووان، اُپ دیو، سہدیو اور دیودکشت تھے۔ ان چاروں لڑکوں کی سات بہنیں ہوئیں۔ جن کے نام ورک دیوا، اپدیوا، دیورکشتا، شری دیوا، شانتی دیوا سہدیوا، اور دیوکی ہوئے ان سب کا بیاہ وسُودیو جی کے ساتھ ہوا تھا۔ ۱۶؎

वसुदेवस्य त्वानकदुन्दुभेः पौरवी रोहिणीमदिरा भद्रा

देवकी प्रमुखा व हवः पत्नयोऽभवन

آنک دُندَبھی نام والے وسودیو جی کی پوروی، روہنی، مَدِرا، بھدرا، دیوکی نام کی بہت سی بیویاں تھیں۔ ۱۷؎

भगवतोऽप्यत्रा मर्त्यलोकेऽवतीर्णास्य षोऽशसहस्राण्ष्ट कोत्तरशतधिकानि भार्याणामभवन तासां च रूक्मिणी सत्य भामाजाम्बवती चारू हासिनी प्रमुखा हृष्टौ पत्न्यः प्रधाना बभूब

اس دنیا میں ظاہر ہوئے بھگوان واسودیو کی سولہ ہزار ایک سو ایک رانیاں ہوئیں ان میں رکمنی، ستیہ بھاماں، جاموتی، چاروہاسنی وغیرہ آٹھ رانیاں مشہور تھیں۔ ۱۸؎

کالیے کی سیکڑوں ناگ بیویاں تھیں۔ ۱۹؎

رکمنی کے علاوہ شری کرشن کی جو سات رانیاں تھیں ان کے نام کالندی، مِتر اوِندا، ستیا، کام روپڑی، جامووتی، روہنی، مدراجُتا بھدرا، ستراجت ستا، ستیہ بھاماں، اور خوبصورت

ہاس والی لکشمن بہت خوبصورت تھی۔ ان کے علاوہ شری کرشن کی سولہ ہزار رانیاں اور تھیں۔ ۲۰

न चाप्यधर्मः कल्याण बहुपत्नीकृतां नृणाम्
स्त्रीणामधर्मः सुमहान् भर्तु पूर्वस्य लड़घने

مردوں کے لیے بہت سی عورتوں سے شادی کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن
عورتوں کا اپنے پہلے شوہر کی نافرمانی کرنا برائی کا مو

तस्य भर्ये त्वभवतां रूपयौवनदर्पिते
वैदर्भी भरत श्रेष्ठ शैव्या च भरतर्षभ

دوجنم والے مردوں کے لیے اول بار اسی ذات کی عورت سے شادی کرنا جائز کیا جاتا ہے لیکن وہ لوگ جو صرف شہوت پرستی سے متاثر ہو کر کام کرتے ہیں ان کے لئے نچلی ذات کی عورتیں بھی بالترتیب بیویاں ہو سکتی ہیں۔ ۲۳

शूद्रैव मार्या शूद्रस्य सा च स्वा च विशः स्मृते
तेच स्वा चैव राज्ञश्च ताश्च स्वा चाग्रजन्मनः

ویش کی بیوی شودر ذات اور اپنی ذات دونوں ذاتوں میں سے ہو سکتی ہے ایسا قانون ہے اور چھتری کی بیوی ان دونوں ذاتوں یعنی شودر یا ویش ذات اور اپنے ویش ذات کی ہو سکتی ہے برہمن کی شودر، ویش، چھتری سبھی ذاتوں کی عورتیں بیویاں بن سکتی ہیں اور اپنے برہمن ذات کی عورت بھی اس طرح برہمن چاروں ذاتوں میں شادی کر سکتی ہے۔ ۲۴

न दत्तवा कस्यचित्कन्यां पुनर्दधाद्विचक्षणाः।
दत्तवा पुनः प्रयच्छन्हि प्राप्नोति पुरुषानृतम्।।

کسی کو ایک مرتبہ کنیا دان کر کے عقلمند انسان دوسرے شخص کو نہ دے ایک بار دے کر دوسرے کو دیتا ہوا شخص غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ۲۵

प्रोषितो धर्मकाप्यार्थ प्रतीक्ष्योऽष्टौ नरः समाः।
विद्यार्थषट यशोऽर्थ वा कामार्थ त्रायोस्तु वत्सरान्।।

شادی شدہ عورت جس کا شوہر مذہب کے لیے پردیس گیا ہو تو آٹھ سال علم اور شہرت کے لیے گیا ہو تو چھ سال پیسہ کمانے کے لیے گیا ہو تو تین سال انتظار کر لے اس کے بعد نیوگ کے ذریعہ اولاد پیدا کرے۔ جب شوہر واپس آ جائے تب (نیوگ سے) منسلک مرد سے علیحدگی اختیار کرے۔ ۲۶

मद्यपाऽसाधुवृत्ता च प्रतिकूला च थ भवेत।
व्याधिता वाऽऽधिवेत्तया हिंसार्थहनी च सर्वथा।।

جو عورت شراب پینے والی، بدچلن، شوہر کی نافرمان، بیمار، مارنے والی، اور ہمیشہ مال و دولت کو برباد کرنے والی ہو تو اسے چھوڑ کر دوسری شادی کر لینی چاہیئے۔ ۲۷

वन्धयाष्टमेऽधिवेद्याब्दे दशमे तु मृतप्रजा।
एकादशे स्त्रीजननी सद्यस्त्वप्रियवादिनी।।

جس عورت کے بچے نہ ہوں تو آٹھ سال، (شادی سے آٹھ سال تک عورت کو حمل نہ ٹھہرے) اولاد ہو کر مر جائے تو دس سال، جب جب اولاد ہو تب تب لڑکی ہی ہو لڑکا نہ ہو تو گیارہ سال تک اور جو تلخ زبان والی ہو تو اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ ۲۸

या रोगिणी स्यात्तु हिता सम्पन्ना चैव शीलतः ।
सानुज्ञाप्याधिवेत्तव्या नावमान्या च कर्हिचित ।।

جو عورت بیمار ہو لیکن شوہر کی خیرخواہ اور نیک ہو تو شوہر اس سے اجازت لے کر دوسری شادی کرے اور اس کی کبھی بے عزتی نہ کرے۔ ۲۹

यदि स्वाश्चापराश्चैव विन्देरन्योषितो द्विजाः ।
तासां वर्णक्रमेणा स्याज्ज्यैष्ठयं पूजा व वेश्मच।।

اگر برہمن، چھتری، ویش اپنی ذات والی عورتوں کے ساتھ ایک ساتھ شادی کر لیں تو ان بیویوں کا ذات کے اعتبار سے اعلیٰ مقام، عزت، گھر وغیرہ ہوگا یعنی اعلیٰ ذات والی سب سے بہتر اس سے کم کو اس سے کم اس طرح یہ چیزیں حاصل ہوں گی۔ ۳۰

भर्तु शरीर शुश्रूषां धर्मकयि च नैत्यकम्।
स्वा चैव कुर्यात्सर्विषा नास्वजातिः कथञ्चन।।

ان سب بیویوں میں شوہر کو کھانا وغیرہ دینے اور روزانہ اگنی ہوتر وغیرہ مذہبی امور شوہر کی اپنی ذات کی بیوی ہی کرے دوسری ذات کی عورت یہ امور کبھی نہ کرے۔۳۱

अन्योन्यास्याव्यभिचारो भवेदामरणान्तिकः।
एष धर्मः समासेन ज्ञेयः स्त्रीपुंसयो परः ।।

شوہر بیوی میں باہم کسی بھی طرح مذہب کی خلاف ورزی اور قطع تعلقی نہ ہو پائے مختصر یہ کہ شوہر بیوی کا یہی مقصد اصل مذہب ہے۔۳۲

तथा नित्यं यतेयाता स्त्री पुंसौ तु कृतक्रियौ।
यथा नामिचरेता तौ वियुक्तावितरेतराम।।

شادی شدہ میاں—بیوی ایسی کوشش کریں کہ کسی بھی طرح وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔۳۳

Mitakshara

اگر شوہر کے دوسری شادی کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کو عقد نکاح سے خارج کر دیا گیا ہو تو وہ اس امر کی حقدار ہے کہ وہ اپنے سابق شوہر سے اتنے ہیرے جواہرات اور زیور وغیرہ حاصل کرے جتنے شوہر نے دوسری شادی میں دوسری بیوی کو دیئے جب تک یہ مال و دولت اس کو نہیں دی گئی ہو اور اگر پہلے سے دیدی گئی ہو تب اس کو (پہلی بیوی) دوسری کے مقابلے آدھی جائیداد دی جانی چاہئے۔۳۴

Narada

ایک برہمن دوسری ذاتوں کی ذات کی ترتیب سے تین بیویاں رکھ سکتا ہے اسی طرح سے ایک شودر عورت برعکس ترتیب ذات میں تین شوہر رکھ سکتی ہے۔ چھتری دوسری ذات کی دو بیویاں رکھ سکتا ہے ایک ویش، ایک ویش عورت دو شوہر رکھ سکتی ہے اور ایک چھتری عورت دوسری ذات کا ایک شوہر رکھ سکتی ہے۔۳۵

پرجاپتی کے حکم کے مطابق اگر ایک مرد کسی دوسری عورت کی جنسی ضروریات کو پورا کرسکتا ہے لیکن اپنی بیوی کی جنسی ضروریات پوری کرنے میں نامرد ہے (ناکام رہتا ہے) تو اس حالت میں اس کی بیوی کو دوسرا شوہر حاصل کرنے کی اجازت ہے۔۳۶

اگر کوئی مرد اپنی ایسی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے جو فرمانبردار بھی ہو، خوش کلام بھی ہو، باصلاحیت بھی ہو، وفادار بھی ہو اور نرینہ اولاد کی ماں بھی ہو تو ایسی حالت میں اس کی بیوی کو دوسرا شوہر حاصل کرنے کی اجازت ہے۔۳۷

پانچ حالات میں کوئی عورت دوسرا شوہر حاصل کر سکتی ہے۔
اس کا پہلا شوہر ختم ہو گیا ہو، برباد ہو گیا ہو فطری انداز میں مر گیا ہو یا پردیس میں چلا گیا ہو یا وہ نامرد ہو یا وہ اپنی ذات کھو چکا ہو۔

ایک برہمن عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کا آٹھ سال انتظار دیکھے اور اگر اس کے اولاد نہ ہو تو چار سال تک اور تب ان شرائط کے پورا ہونے پر اپنے آپ کو دوسرے کے حوالے کر سکتی ہے ایک چھتری عورت کو اگر شوہر غائب ہے تو چھ سال انتظار دیکھنا چاہئے اور اگر وہ لاولد ہے تو تین سال ایک ویش عورت کو اپنے غائب شوہر کے لیے بچوں کی موجودگی میں چار سال انتظار دیکھنا چاہئے اور اگر لاولد ہے تو دو سال وہی مدت انتظار قانوناً اس شودر عورت کے لیے ضروری ہے جس کے شوہر غائب ہیں اور اگر اس کا کچھ احساس ہو کہ اس کا (شودر) شوہر زندہ ہے تو شودر عورت کے لیے دگنی مدت انتظار کی ضرورت ہے یہ قانون پرجاپتی کا وضع کیا ہوا ہے ان عورتوں کے لیے جن کے شوہر واپس نہیں آتے ہیں مذکورہ بالا مدت کے گزرنے کے بعد یہ عورتیں (تکمیل حاجات جنسیہ) کے لیے دوسرے مردوں کے پاس پہنچ جائیں۔۳۸

Taittirya Sanhita

ایک مرد دو بیویوں کو رکھ سکتا ہے جیسے کہ یگیہ میں لکڑی کے ایک ٹکڑے میں دو ڈوریاں ہو سکتی ہیں لیکن کوئی عورت دو شوہر نہیں رکھ سکتی جیسا کہ یگیہ میں لکڑی کے ٹکڑوں کے لیے ایک ڈوری نہیں ہو سکتی۔۳۹

Vasishtha

اور وہ عورت جو دوسرا شوہر ایسی حالت میں کرتی ہے جب کہ وہ اپنے ایسے سابق

شوہر کو چھوڑ چکی ہو جو نامرد ہو، قوم سے خارج (بے ذات) ہو یا پاگل ہو یا اس کے شوہر کی وفات ہو چکی ہو۔

ایک تارک وطن مرد کی بیوی پانچ سال تک انتظار دیکھنے کی قانوناً پابند ہے پانچ سال گزرنے کے بعد وہ دوسرا شوہر حاصل کر سکتی ہے۔

اس طرح سے ایک برہمن ذات کے مرد کی بیوی جو اولاد والی ہو پانچ سال انتظار رکھے گی اور اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو چار سال اور چھتری ذات کے مرد کی بیوی جو بااولاد ہو پانچ سال انتظار دیکھے گی اگر وہ لاولد ہو تو تین سال اور ویش قوم یا ذات کے مرد کی بیوی جو بااولاد ہو وہ چار سال انتظار دیکھے گی اور اگر وہ بے اولاد ہو تو دو سال اور شودر ذات کے مرد کی بیوی جو بااولاد ہو تین سال انتظار دیکھے گی اور اگر وہ بے اولاد ہو تو ایک سال۔[۴۰]

VISHNU

اور اب ذاتوں کی مباشرتا ترتیب کے مطابق ایک برہمن چار بیویاں، چھتری تین ویش دو اور شودر ایک بیوی رکھ سکتا ہے۔[۴۱]

اور ایسا شوہر جو ایک پاکدامن، بے داغ بیوی کو چھوڑتا ہے اسی کو وہی سزا ملے گی جو اس کے برعکس حالت میں بیوی کو ملتی۔

اگر ایک مرد کے بہت سی بیویاں اپنی ہی قوم کی ہوں تو وہ اپنی مذہبی فرائض کو سب سے بڑی یا سب سے پہلے شادی کے بندھن میں بندھنے والی بیوی کے ساتھ ادا کرے گا۔[۴۲]

Yajnavalkya

جو اپنی بیوی کر فرمانبردار (اس کے حکم کی) گھریلو نظم و نسق میں ہوشیار اور محنتی لائق بیٹے کی ماں، خوش کلامی کی مالک و عادی ہونے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی جائیداد کا ایک تہائی حصہ اپنی اس بیوی کو چکائے اور اگر غریب ہو تو اس کی روزمرہ ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری لے۔

شراب نوشی کرنے والی، بیمار، بدکار، گناہ گار، بانجھ، مال کو ضائع کرنے والی، بدکلامی

کرنے والی اور صرف لڑکیاں جننے والی ایسی عورتیں اس لائق ہیں کہ ان کو چھوڑ دیا جائے اور ایسی عورت یا عورتیں بھی چھوڑ دی جائیں جو اپنے شوہروں کی مخالف ہوں۔

ایسی عورت کو کہ جس کا شوہر ایک دوسری عورت سے شادی کر کے بطور بیوی رکھتا ہے اس کو مذکورہ بالا رقم کے برابر رقم ادا کی جانی چاہئے کیونکہ اس کے شوہر نے اس کو الگ کر دیا ہے بشرطیکہ یہ کہ الگ سے کوئی جائیداد اس عورت کو دی جائے گی۔[۴۳]

مہابھارت میں شری کرشن کے بارے میں جن کو ہندوازم میں اوتار کا درجہ حاصل ہے مذکور ہے۔

''اگرسین نے سولہ ہزار ایک سو کنیاؤں سے آپ کا عقد دھرم سے کر دیا''

جو کہ بھوماسر نے قلعہ میں قید کر رکھی تھیں اور اس کا بیس ہزار کی تعداد مکمل کر لینے کے بعد شادی کا ارادہ تھا لیکن ان مظلوم لڑکیوں کی آہ و بکا نے کرشن چندر کو بھوماسر سے مقابلے کے لیے بے تاب کر دیا اور کرشن جی نے بھوماسر سے مقابلہ کیا اور اس کو مار ڈالا اور بعد میں آپ سے ان کا عقد ہو گیا۔[۴۴]

آگے مزید بیان کیا گیا ہے کہ:

''کرشن چندر کے ایک لاکھ اکسٹھ ہزار اسی لڑکے اور سولہ ہزار ایک سو آٹھ لڑکیاں ہوئیں پڑوتوں کا ذکر نہیں''

(۱) رکمنی جی کی اولاد

پرومن جی، بھدر چارو، چارو، چاروچندر، چارودوشن، چارو دیہیہ، چاروگپت، سوچارو، سودیشن (چارو، چاردشی نام کنیاں)

(۲) کالندی کی اولاد

سورت بھدر، درش، سوباہو، شانت، پورن ماہیں، سومک، بیر، کوئی برکھ،

(۳) جاموتی کی اولاد

سامب پروجت، چتر کیتو، دروڑ، سومتر، سہسر جت، ست جت، رتو، وجی دسوماں۔

(۴) ست بھاماں کی اولاد

یہاں ماں، پربھانو، پرتی بھانو، بھانو، چندر بھانو، سوبھانو، سری بھانو، سور بھانو، رتی بھانو، برہند بھانو

(۵) لچھمنا کی اولاد

پردیوکشا، بل، پرمل، سنگھ، گاتر دان، اردھوگھ، مہاشکت، سلہا، اوجا

(۶) شبیا کی اولاد

برچندر، اشوسین، چتر، بیگوان، برگھ، آم، شنکو، بسو، کنتی، گر [۴۵]

ہندوازم میں راجاؤں میں بھی ایک سے زائد بیویاں کا رواج تھا۔

شری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دشرتھ کی تین بیویاں تھیں:

پٹ رانی کوشلیا —— جو رام چندر جی کی والدہ ہیں
رانی سمترا —— جو لچھمن کی والدہ ہیں
رانی کیکئی —— جو بھرت کی والدہ ہیں

اسی طرح راجہ پانڈو کی دو بیویاں تھیں:

کنتی —— جو یدہشٹر و بھیم سین وارجن کی والدہ تھیں
مادری —— جو نکل وسہدیو کی والدہ تھیں

راجہ شنتن کی دو بیویاں تھیں:

گنگا —— وہ بھیکم کی والدہ تھیں
ستیہ وتی —— جو چتر انگدو، وچتر ویر کی والدہ تھیں

وچتر ویریہ کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی:

امبکا —— جو کہ دھرت راشٹر کی والدہ تھیں
امبالیکا —— جو کہ پانڈو کی والدہ تھیں
لونڈی —— جو کہ وِدُر کی والدہ تھیں [۴۶]

راجاؤں میں تعدد ازدواج

سلہدی پور بیہ راجہ رائے سین کی عورتوں کی تعداد بے شمار تھی وقائع راجستھان میں ہے:

”اس نے مسلمان شریف عورتوں کو اپنی حرم بنالیا تھا اس کی عورتوں کی تعداد سات آٹھ سو تک پہنچ گئی“ [۴۷]

رانا سانگھا کی بھی متعدد بیویاں تھیں جن کا ذکر کچھ اس طرح ہے:

”کرنل ٹاڈ تواریخ راجستھان میں کہتا ہے کہ اودے سنگھ کی والدہ کرناوتی نے بہادر شاہ والی گجرات کے خوف سے ہمایوں کی حمایت حاصل کرنی چاہی اور اسے راکھی بھیجی اس نے راکھی کو بخوشی قبول کرلیا اور وہ اس راکھی کے ذریعہ سے رانی کا بھائی اور اس کے نوعمر بچے اودے سنگھ کا ماموں اور محافظ ہوگیا اس نے عہد کیا میں رانی کی حتی الوسع اعانت کروں گا حتی کہ قلع تھنبور بھی وہ مانگے تو دے دوں گا جب کہ بہادر شاہ نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کرلیا اور نامور راجپوت سردار پیاپے کام آئے اور جنگجو جواہر بائی راٹھور رانی بھی کام آئی تو کروناوتی نے چتوڑ کی حفاظت کا کوئی اور ذریعہ نہ دیکھ کر ہمایوں سے التجا کی کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرے ہمایوں اپنے عہد میں ثابت قدم نکلا اس نے اپنی فتوحات ملک بنگالہ کو چھوڑ دیا اور چتوڑ کو بچانے اور رانا سانگھا کی بیواؤں اور خردسال بچوں کو محفوظ رکھنے کی غرض سے بنگال سے روانہ ہوا۔“ [۴۸]

رانا پرتاب سنگھ کے بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں وقائع راجستھان میں ہے:

”۱۱۶۳ء مطابق ۱۷۰۷ء میں عالمگیر دکن سے ہندوستان کو آتا ہوا احمد نگر مقام پر گزر گیا اس کے بعد شاہزادوں میں سے اعظم شاہ بڑے بھائی بہادر شاہ سے لڑ کر مارا گیا۔ بہادر شاہ تخت نشیں ہوکر چھوٹے بھائی کام بخش کے مقابلے کو دکن کی طرف روانہ ہوا اس کے ہمراہیوں میں سے مہاراجہ اجیت سنگھ تو اس وجہ سے کہ اس نے عالمگیر کے مرنے پر جودھپور لے لیا تھا اور پھر بادشاہی خالصے میں ہوگیا تھا اور راجہ جے سنگھ کچھواہہ اس سب سے کہ شاہزادوں کی لڑائی میں وہ اعظم شاہ کا شریک تھا اور اس کا وطن آنبیر ضبطی میں آگیا تھا علاقہ

مالوہ سے میواڑ میں بھاگ آئے جہاں انھوں نے بادشاہ کی مخالفت میں اتفاق کیا اس موقع پر اقرار ہوا کہ راٹھوڑ و کچھواہے بادشاہوں کی بیٹی دینا چھوڑ دیں تو اودے پور والے ان کے ساتھ رشتہ داری جو رانا پرتاپ سنگھ کے وقت سے چھوٹ گئی ہے پھر جاری کریں اور دوسرے راجہ اودے پور کی بیٹی کو جو انھیں بیاہی جائے سب رانیوں سے درجہ میں بڑا اور اس کی اولاد کو بغیر لحاظ عمر کے گدی کا حقدار سمجھیں" ۴۹

مہاراجہ سوائی جے سنگھ والیٔ جے پور کے بھی متعدد رانیاں تھیں جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

"مہاراجہ سوائی جے سنگھ والیٔ جے پور نے مہارانا سنگھ دوم کی بہن سے جیسا کہ ویر بنود میں ہے اور بقول دیگر دختر سے اس شرط پر شادی کی تھی کہ ادے پور کی لڑکی سے جو بیٹا ہو دیگر رانیوں کی اولاد کلاں سے بھی فائق متصور ہو کر مسند نشین ہو"۔ ۵۰

مہاراجہ رام سنگھ دوم کے بھی ایک سے زائد ازدواج تھیں تاریخ راجگان میں ہے:

"۱۹۲۰ء مطابق ۱۸۶۴ء میں مہاراجہ نے جودھ پور جا کر دو شادیاں کیں" ۵۱

اجیت سنگھ کے بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں:

"مآثر عالمگیری میں واقعات ۲۲ جلوس مطابق ۱۰۹۰ء میں لکھا ہے کہ جسونت سنگھ کابل میں مرگیا، اس کے کوئی بیٹا نہ تھا اس کے معتبر نوکر سونگ اور رگناتھ داس بھائی اور نجھور اور درگاہ داس (درگداس) وغیرہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ کی دو رانیاں حاملہ ہیں جب اس کے متعلقین لاہور میں آئے تو دونوں رانیوں سے بیٹے پیدا ہوئے" ۵۲

مہاراجہ تخت سنگھ کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں:

"اس مہاراجہ کے ستائیس رانیاں۔ تیرہ پردایت اور سترہ کنیزک کل ستاون عورتیں تھیں جن سے دس کنور، دس کنیزک زادلڑکے پانچ بیٹیاں اور نو کنیزک

زادلڑکیاں کل چونتیس اولاد پیدا ہوئی ان سب میں بڑا کنور جسونت سنگھ راج کا مالک ہوا" ۵۳

مہاراجہ سردار سنگھ ۱۸۹۸ء میں تخت نشیں ہوا ان کی بھی متعدد بیویاں تھیں۔ وقائع راجستھان میں ہے:

"مہاراجہ کو ۱۸۹۸ء میں پورے اختیار ملے جودھپور کے امپیریل سروس سواروں نے ۱۸۹۸ء میں سرحد پر اور ۱۹۰۰ء میں چین میں خدمات جنگ انجام دیں ۱۹۰۰ء میں سکۂ ریاست بند کر کے انگریزی سکہ جاری کیا مہاراجہ ۱۹۰۱ء میں انگلستان گیا اور اس کی ایک شادی مہارانا فتح سنگھ جی والی اودیپور کی بیٹی سے ہوئی۔" ۵۴

مہاراجہ کلیان سنگھ ۱۸۵۴ء مطابق ۱۷۹۹ء میں اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوا اس کے بیٹے محکم سنگھ نے ایک سے زائد نکاح کیا وقائع راجستھان میں درج ہے:

"مہاراجہ کلیان سنگھ کے بیٹے محکم سنگھ کی ایک شادی ۱۸۷۷ء مطابق ۱۸۲۱ء میں مہارانا اودیپور کے یہاں ہوئی" ۵۵

مہاراجہ کنور بخت سنگھ کی بھی ایک سے زائد رانیاں تھیں۔

ہندو مذہب میں تعدد ازدواج کو ینوک کا نام دے کر جائز قرار دیا گیا ہے اگر بیوی مریض ہے، یا بانجھ ہے یا اس کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ ہے جو اولاد پیدا نہیں ہوسکتی تو شوہر کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ دوسری عورت سے ازدواجی تعلق قائم کر کے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور ایسا ہی قانون عورت کے لیے وضع کیا گیا ہے کہ اگر خاوند اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تو اس کی بیوی اولاد کی خواہش میں دوسرے مرد سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر سکتی ہے مگر نیوگ کی صورت میں ضروری ہے کہ شوہر اپنی حقیقی بیوی کا خیال رکھے اور اس کی ضرورتوں کو پورا کر کے اسی طرح بیوی بھی اپنے شوہر کی خدمت میں کمر بستہ رہے اور اولاد حاصل ہونے کے بعد دونوں باہم مل جائیں۔

رگ وید میں ہے:

अन्यमिच्द्स्व सुभगे पतिं यत्।।

(جب خاونداولاد پیدا کرنے کے نا قابل ہوتو اپنی بیوی کو ہدایت کرے کہ) اے سہاگ کی خواہشمند عورت! تو میرے سوا کسی اور خاوند کی خواہش کر۔۵۶

رگ وید میں دوسری جگہ تعدد ازدواج کا مشروط طور پر تذکرہ ملتا ہے کہ نیوگ مرد کے لیے کیا گیا ہو یا عورت کے لیے عورت صرف دس بچے پیدا کرسکتی ہے اس کے بعد دونوں کا تعلق ہوجائے۔

इमां त्वमिन्द्र महि वः सुपुत्राां सुभगां कृण ।

दशास्यां पुत्राानाधेहि पतिमेकादशं कृधि ।।

اے طاقت مردمی سے مستعد قومی تو اس منکوحہ عورت (یا بیواؤں) کو بااولاد اور سہاگن) کر (اور گھر کا گیارہواں مرد عورت کو شمار کر۔ اے عورت! تو بھی نکاح کرنے والے شوہر یا نیوگ کرنے والے مردوں سے دس اولاد پیدا کر) اور گیارہواں فرد خاوند کو شمار کر۔۵۷

اس کے علاوہ نیوگ کے کچھ اور اصول وقواعد ہیں۔

ا۔ جیسے کنوارے مرد کی کنواری عورت سے شادی ہوتی ہے اسی طرح نیوگ بیوہ عورت اور رنڈوے مرد کا ہونا چاہئے۔ کنواری اور کنوارے کا نہیں۔

۲۔ جیسے شادی شدہ میاں بیوی ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں ویسے نیوگ کرنے والے مرد عورت ساتھ نہ رہیں ان کی صحبت استقرار حمل کے وقت ہونی چاہئے اس کے علاوہ اکٹھے نہ ہوں۔

۳۔ اگر نیوگ عورت کے لیے ہوا ہوتو دوسرا حمل قائم ہوتے ہی ان کا تعلق قطع ہوجانا چاہئے اور اگر مرد کے لیے ہوا ہوتو بھی یہی صورت عمل میں لائی جائے ہاں نیوگ کرنے والی عورت دو تین سال تک ان لڑکوں کی پرورش کر کے نیوگ کرنے والے مرد کے حوالے کردے اس طرح نیوگ کرنے والی عورت دو بچے اپنے لئے اور دو چار مردوں کے لیے (کل دس بچے) پیدا کرسکتی ہے کیونکہ وید میں (کل) دس اولاد پیدا کرنے کی اجازت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجبوری اور معذوری کی صورت میں کتنی مرتبہ نیوگ کیا جاسکتا ہے بالفاظ دیگر ایک شوہر کتنی بیویاں کرسکتا ہے اور بیوی کتنے مردوں سے رشتہ ازدواج

منسلک کرسکتی ہے رگ وید میں جہاں زندگی کے دوسرے مسائل سے متعلق ہدایات واحکامات ہیں وہیں شادی بیاہ کے مسائل پر بھی تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔

رگ وید میں ہے:

सोमः प्रथमो विविदे गन्धर्वो विविद उत्तरः

तृतीय अग्निष्टे पति स्तुरीयस्ते मनुष्यजाः

اے عورت! جو پہلا نکاح کرنے والا خاوند تجھے حاصل کرنا ہے اس کا نام (عنفوان شباب کی وجہ سے ''سوم'' (کنوارا) ہے اور جو دوسرا (نیوگ کے ذریعہ) واصل ہوتا ہے وہ (ایک عورت کا خاوند ہوچکنے کی وجہ سے) ''گندھرو'' (شادی شدہ) کہلاتا ہے اس کے بعد جو تیرا خاوند ہے وہ (کثرت حرارت کی وجہ سے) ''اگنی'' اور چہارم (سے یازدہم تک) کا نام ''منشیہ جا'' (اولاد پیدا کرنے والا) ہے۔۵۸

اس کے مطابق عورت گیارہ مردوں تک سے نیوگ کرسکتی ہے ایسے ہی مرد بھی گیارہ عورتوں سے نیوگ کرسکتا ہے۔ اس کی عملی تصویر ہندوازم میں واضح طور پر نظر آتی ہے جیسے:

''راجہ پانڈو کی رانی کنتی اور مادری وغیرہ نے بذریعہ نیوگ لڑکے پیدا کئے اور ویاس جی نے چترانگد اور وچترویریہ کے مرجانے کے بعد وچترویریہ کی زوجہ امبکا سے دھرت راشٹر۔ امبالکا سے پانڈو اور باندی سے ودر پیدا کیا۔''۵۹

ہندوؤں کی مقدس ومعتبر قانون کی کتاب منوسمرتی بھی نیوگ کے ذکر سے خالی نہیں ہے:

प्रोषितो धर्मकार्यार्थ प्रतीक्ष्यो ऽष्टौ नरः समाः।

विद्यार्थी षड् यशोर्थं वा कामार्थ त्र्योस्तु वत्सरान।।

اگر خاوند (دھرم) یعنی دین کے کام کے لیے پردیس گیا ہوتو عورت آٹھ برس، اگر علم یا شہرت حاصل کرنے کے لیے گیا ہوتو چھ برس اور اگر دولت وغیرہ کی خواہش سے گیا ہوتو تین برس تک انتظار کرے اس کے بعد نیوگ سے اولاد پیدا کرے جب خاوند واپس آجائے تو نیوگ کا تعلق قطع ہوجائے۔۶۰

सवर्णाग्रे द्विजातीनां प्रशस्ता दारकर्मणि ।

कामतस्तु प्रवृत्तानामिमाः स्युः क्रमशो वराः ।।

دوجنم والے مردوں کے لیے اول بار اسی ذات کی عورت سے شادی کرنا جائز کیا جاتا ہے لیکن وہ لوگ جو صرف شہوت پرستی سے متاثر ہوکر کام کرتے ہیں ان کے لیے نچلی ذات کی عورتیں بھی بالترتیب بیویاں ہوسکتی ہیں۔[۶۱]

अन्यां चेद्दर्शयित्वा वोदुः कन्या प्रदीयते।

उमेत एकशुल्केन वहेदित्यब्रवीन्मनुः ।।

کسی خوبصورت دوسری لڑکی کو دکھا کر دولہا کو اگر اس کے علاوہ دوسری لڑکی بیاہ دی جائے تو ان دونوں کو اسی قیمت میں دولہا بیاہ کر لے جائے۔[۶۲]

यस्तु तत्कारयेन्मोहात्सजात्या स्थितयाऽन्यया ।

यथा ब्राहमणचाण्डालः पूर्वदृष्ट स्तथैव सः ।।

جوشوہر اپنی ذات کی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری ذات کی بیوی سے جسمانی خدمت کرائے وہ برہمن میں شودر شوہر سے پیدا ''برہمن چنڈال'' کے برابر عالموں نے مانا ہے۔[۶۳]

यदि स्वाश्चापराश्चैव विन्देरन्योषितो द्विजाः ।

तासां वर्णक्रमेण स्यज्ज्यैष्ठय पूजा च वेश्मच ।।

اگر برہمن، چھتری، ویش اپنی ذات والی عورتوں کے ساتھ شادی کرلیں تو ان بیویوں کا ذات کے اعتبار سے اعلیٰ مقام، عزت، گھر وغیرہ ہوگا یعنی اعلیٰ ذات والی سب سے بہتر اس سے کم کو اس سے کم اس طرح یہ چیزیں حاصل ہوں گی۔[۶۴]

भर्तुः शरीरं शुश्रूषां धर्मकार्य च नैत्यकम ।

स्वा चैव कुर्यात्सर्वेषां नस्वजातिः कथञ्चन ।।

ان سب بیویوں میں شوہر کو کھانا وغیرہ دینے اور روزانہ اگنی ہوتر وغیرہ مذہبی امور شوہر کی اپنی ذات کی بیوی ہی کرے دوسری ذات کی عورت یہ امور کبھی نہ کرے۔[۶۵]

منوجی نے اپنی کتاب میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ کئی بیویوں کی صورت میں وراثت کے مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا ہے جو تعدد ازدواج کی رسم کو ثابت کرتا ہے کہتے ہیں:

पुत्राः कनिष्ठो ज्येष्ठायां कनिष्ठायाच पूर्वजः ।

कथं तत्रा विभागः स्यादिति चेत्संशयो भवेत् ।।

اگر پہلی بیوی کا چھوٹا لڑکا ہو اور پچھلی بیوی کا بڑا بیٹا ہو اور تقسیم (بٹوارے) میں شبہہ ہو کر ماں کی شادی کے حساب سے برتری ہوتی ہے کہ پیدائش کے حساب سے اس صورت میں مال کی تقسیم کا معاملہ کیسے ہو؟[۶۶]

اب جہاں تک ہندو سماج میں تعدد ازدواج کا تعلق ہے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آج بھی بہت سی اقوام اور بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں چند قیود و شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ بیویوں کا رواج ہے وجہ چاہے جو کچھ ہو عورت کی معذوری یا مرد کی مجبوری بہر حال ہندوازم میں تعدد ازدواج کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے آریوں میں تعدد ازدواج بغیر کسی کراہت کے رائج تھا۔ گستاؤلی بان لکھتے ہیں:

''مثل ہندوستان کے اور خطوں کے راجپوتانہ میں بھی کثرت الازواج کی رسم موجود ہے لیکن راجپوتوں میں ہمیشہ ایک بڑی بی بی رہتی ہے اور پرانے زمانہ میں بھی بی بی اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جلائی جاتی تھی۔ بعض اوقات بی بیوں میں آپس میں جھگڑا ہوتا تھا کہ کون ان میں سے اپنے شوہر کے ساتھ جلنے کی عزت حاصل کرے۔ بادشاہوں کے لیے رسم یہ تھی کہ ان کی کل بی بیاں ان کی لاش کے ساتھ جلائی جاتی تھیں۔ اس وقت تک اودے پور میں سنگرم سنگھ اور اس کی اکیس رانیوں کا مقبرہ موجود ہے جو ۱۷۳۳ء میں راجہ کے ساتھ جلی تھیں''۔[۶۷]

نیلگری کی اقوام ٹوڈوں اور بڈگوں میں بھی تعدد ازدواج عجیب و غریب شکل میں رائج ہے۔ تمدن ہند میں ہے:

''ٹوڈوں میں کثرت البعول اور کثرت الازواج کی رسمیں ساتھ ہی ساتھ موجود ہیں لیکن اس طور پر کہ ایک خاندان کے سب بھائی دوسرے خاندان کی کل بہنوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ہر مرد کی کئی ازدواج ہیں آپس میں

بہنیں ہیں جب کوئی نوجوان شادی کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی بی بی سے شادی کرتا ہے بلکہ بیویوں کی کل بہنوں سے بھی یہ جیوں جیوں بلوغ کو پہنچتی ہیں اس کی ملک ہوتی جاتی ہیں اور وہ ان میں سے ہر ایک کے لیے وہ قیمت دیتا ہے جو بڑی بہن کیلیے مقرر ہوئی تھی اسی طرح سب اس کے حقیقی بھائی اس کی بیبیوں میں شریک ہیں اور وہ مقررہ قیمت دینے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔"[۶۸]

ان مذکورہ اقوام کے علاوہ کچھ ایسی ہیں کہ جن میں تعدد ازدواج رائج تو ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پہلی بیوی شوہر کو دوسری شادی کی رضامندی دیدے اگر پہلی بیوی شوہر کو اجازت دینے سے انکار کردیتی ہے تو شوہر ضرورتاً بھی دوسری شادی نہیں کرسکتا۔

تمدن ہند میں مذکور ہے:

"چنانچہ کھانڈوں میں جب تک کہ عورت اپنے شوہر سے وفاداری کا طرز رکھے شوہر اس کی اجازت کے بغیر نہ تو دوسری شادی کرسکتا ہے اور نہ داشتہ سے تعلقات پیدا کرسکتا ہے۔"[۶۹]

"یہی قاعدہ احمد آباد کے بجنتریوں اور ویدانگر کے ناگروں میں بھی رائج ہے"[۷۰]

"اور تھیسا ولیم کی شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لنکا کے تامل لوگوں میں یہی قاعدہ رائج ہے"[۷۱]

اس کے برعکس کچھ جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں قانوناً دوسری بیوی کے لیے کچھ حدود شرائط نہیں ہیں:

"برطانوی ہند کی عدالتوں میں یہ امر قطعاً فیصل ہوچکا ہے کہ زوجگان کی تعداد کے متعلق ایک ہندو پر کسی قسم کے قیود عائد نہیں ہیں یہ کہ وہ زوجہ کی رضامندی کے بغیر دوبارہ شادی کرسکتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کا عذر قانونی پیش کرے اس کی خواہش کافی ہے۔"[۷۲]

حواشی و مراجع

1- डा0 शान्ति पाण्डेय, धर्मसूत्र परिशीलन, प्राच्यभारती संस्थान, गोरखपुर संस्करण, 2002 पेज नं0 356।

2- The Institution of Polygamy in Modern India and The Contemporary Islamic World, Faculty of Law, Delhi University, P.G. 119.

3. " " " "

4. " " " "

5. " " " "

6. " " " "

7. डा0 उमेश चन्द्र पाण्डेय, गौतम धर्मसूत्राणि, चौखम्बा संस्कृत सीरीज आफिस, वाराणसी, 1996।

8. गौतम " " "

9. डा0 रघुनाथ सिंह, कौटिल्यम् अर्थशास्त्र, खण्ड 1, कृष्णदास अकादमी, वाराणसी, 1983, 3.2:38, पेज नं0 488।

10. " 3.2:39 " 489।

11. " 3.2:41 " 489।

12. " 3.2:42 " 489।

13. महाभारत, आदि पवाणि बकवधर्पण, प्रथम अंश, अ0 15, श्लोक 103, पेज नं0 168।

" " " " " " 104 "

14. महाभारत चर्थुथ अंश, अ0 2 "

15. " " अ0 12, श्लोक 4–5 पेज नं0 57।
16. महाभारत, अंश 4, अ0 14, श्लोक 17–19, पेज नं0 83।
17. " " अ0 15, " 18 " 89।
18. " " अ0 15, " 34–35" 91।
19. " " 5 अ0 6, " 16 " 163।
20. महाभारत आदि पर्वणि,बकवधर्पव, अंश 5, अ0 28, श्लोक 3–5 पेज नं0 275
21. " 157, " 36 "
22. " वनर्पवतीर्थयात्रा पर्व, अ0 106, श्लोक 9, पेज नं0 1241।
23. मनुस्मृति, तृतीय अं0, श्लोक 12, पेज 232।
24. महाभारत, तृतीय अ0, श्लोक 13, पेज नं0 232।
25. " " " 71 " 760।
26. मनुस्मृति, तृतीय अ0, श्लोक 76, पेज नं0 762।
27. " नवम " " 80 " 763।
28. " " " " 81 " "
29. " " " " 82 " "
30. " " " " 85 " 764।
31. " " " " 86 " "
32. " " " " 101 " 769।
33. " " " " 102 " "

۳۴ مقالہ برائے پی ایچ ڈی، دہلی یونیورسٹی، ص۱۲۲
۳۵ " " " " "
۳۶ " " " " "
۳۷ " " " " "
۳۸ " " " " ص۱۲۳

۳۹ " " " " "
۴۰ " " " " ص۱۲۴
۴۱ " " " " "
۴۲ " " " " "
۴۳ " " " " ص۱۲۵
۴۴ مہابھارت ادھیائے ۵۲، ص۱۴۲۶
۴۵ " " " " ص۱۷۹۳
۴۶ محمد سلیمان، رحمۃ اللعالمین، ج ۲، ص ۱۲۸
۴۷ مولوی حکیم محمد نجم الغنی خاں، تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستھان، ۱۹۲۷ء، ہمدم برق پریس لکھنؤ ص۱۴۹
۴۸ " " " " ص۱۵۱
۴۹ " " " " ص۱۹۶
۵۰ " " " " ص۲۰۰
۵۱ " " " " ص۳۴۹
۵۲ " " " " ص۳۲
۵۳ " " " " ص۶۲
۵۴ " " " " ص۶۴
۵۵ " " " " ص۱۲۳
۵۶ رگ وید: ۱۰-۱۰-۱۰ ص۶۳۳
۵۷ " ۱۰-۸۵-۴۵ ص۱۷۲۵
۵۸ " ۱۰-۸۵-۴۰ ص۱۷۲۴
۵۹ رشی دیانند، ستیارتھ پرکاش، ۱۹۴۳ء، لاہور، باب چہارم، ص۱۱۹
۶۰ منوسمرتی، ۹-۷۶، ص۷۶۲
۶۱ منوسمرتی، باب ۳، فقرہ ۱۲، ص۲۳۲
۶۲ " باب ۸، فقرہ ۲۰۴ "

۶۳؎ ” باب ۹، فقرہ ۸۷، ص ۶۴۷

۶۴؎ ” باب ۹، فقرہ ۸۵، ص ”

۶۵؎ ” باب ۹، فقرہ ۸۶، ص ”

۶۶؎ ” باب ۹، فقرہ ۱۲۲، ص ۶۷۷

۶۷؎ گستاؤلی بان، تمدن ہند، ص ۲۹۹

۶۸؎ ” ” ” ص ۱۹۱

۶۹؎ قانون ورواج ہندو، ج ۱، بحوالہ ہنٹر کی اوڑیسہ، ج ۲، ص ۸۴

۷۰؎ ” ” ” مہاشنکر بنام اوتم ۲، بورڈیل، ص ۵۲۴

۷۱؎ ” ” ” تھیساولیم، باب ۱، ص ۱۱

۷۲؎ ” ” ” ص ۱۴۲

☆☆☆

....

اسلام میں تعدد ازدواج

تعدد ازدواج کے رواج کا جہاں تک تعلق ہے وہ تقریباً ہر مذہب وملت میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ تعدد ازدواج کی رسم کسی مذہب میں بغیر تحدید رائج رہی اور کسی مذہب میں بیویوں کی تعداد کی حد بندی کردی گئی دنیا کے دیگر مذاہب مثلاً عیسائیت اور ہندوازم کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عیسائیت اور ہندوازم میں بھی ایک شوہر کی متعدد بیویاں رہی ہیں اسی طرح اسلام کی آمد سے قبل عربوں میں بھی بغیر تحدید تعدد ازدواج کا رواج ملتا ہے اسلام کی آمد کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں تنہا محمد ﷺ کی ذات ایک ایسی نظر آتی ہے جن کے حرم میں چار سے زائد بیویاں تھیں اور مذہب اسلام میں یہ اجازت خاص طور سے رسول مقبول محمد ﷺ کو تعلیمی، دعوتی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر مصالح کی بنیاد پر عطا کی گئی تھی ورنہ آپ کے علاوہ دیگر عام مسلمانوں کو ایک وقت میں جائز وجوہات کی بنیاد پر عدل و انصاف کی شرائط کے ساتھ صرف اور صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا۔

اگر تمھیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں میں سے جو بھی تمھیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرو، دو دو، تین تین، چار چار سے، لیکن اگر تمھیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمھاری ملکیت کی لونڈی یہ زیادہ قریب ہے، کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ گے۔ (النساء:۳)

یہاں تک کہ اسلام سے قبل جن صحابہ کرام کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں تھیں

نبی کریمؐ نے ان صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ان میں سے چار بیویاں منتخب کرلو اور باقی سے علیحدگی اختیار کرو چنانچہ صحابہ کرام نے نبیؐ کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے لیے چار بیویوں کا انتخاب کیا، صحائے ستہ میں اس طرح کی متعدد مثالیں موجود ہیں، چنانچہ آئندہ سطور میں اسلام میں تعدد ازدواج کا تفصیلی جائزہ لیا جارہا ہے۔

نبیؐ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَحِيماً. تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيماً حَلِيماً. لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيباً ۔[1]

اے نبی! ہم نے تیرے لیے تیری وہ بیویاں حلال کردی ہیں جنھیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں اور تیرے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کردے یہ اس صورت میں کہ خود نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ خاص طور پر صرف تیرے لیے ہی ہے اور مومنوں کے لیے نہیں ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کر رکھا ہیں یہ اس لیے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے اور

بڑے رحم والا ہے ان میں سے جسے تو چاہے دور رکھ دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے اور اگر تو ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلا لے جنہیں تو نے الگ کر رکھا تھا تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تو انہیں دیدے اس پر سب کی سب راضی رہیں تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ بڑا ہی علم اور حلم والا ہے۔ اس کے بعد اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں اور نہ یہ (درست ہے) کہ ان کے بدلے اور عورتوں سے (نکاح کرے) اگر چہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (پورا) نگہبان ہے۔ [1]

احادیث شریف میں بھی نبیؐ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ ہے:

عن سعید بن جبیر قال : قال لی ابن عباس: هل تَزَوَّجْتَ؟ قلتُ: لا، قال : فَتَزَوَّج فانَّ خَيْرَ هذهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُها نساءً [2]۔

سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا تو نے نکاح کیا میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا تو نکاح کر لے اس لیے کہ اس امت کے بہتر شخص جو تھے (یعنی آنحضرتؐ) ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔

دوسری حدیث ہے:

عن انس، أَلنبیَّ کانَ یَطُوْفُ عَلَى نِسَائِهِ فِی لَیْلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَهُ تِسْعُ نِسْوَةٍ [3]

انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی سب بیویوں کے پاس ایک ہی رات میں ہو آئے اور آپ کی نو بیویاں تھیں۔

حدثنا ابراهیمُ بنُ موسیٰ أَخْبَرَنَا هشامُ بنُ یوسفَ أَنَّ ابنَ جُرَیْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ : أَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا معَ ابنِ عباسٍ جنازةَ میمونةَ لِسَرِفٍ ، فَقَالَ ابنُ عباسٍ هٰذِهِ زوجة النبیِّ ، فاذا رَفعتُمْ نَعْشَها فَلا تُزَعْزِعُوْهَا ولا تُزَلْزِلوهَا وَارْفَقُوْا فَإِنَّه كانَ عندَ النبیِّ تسع كان یَقسِمُ لِثَمَانٍ وَلاَ یقسم لواحدة. [4]

عطاء بن رباحؒ نے مجھے خبر دی انہوں نے کہا ہم سرف میں جو ایک مقام ہے (مکہ سے بارہ میل پر) ام المومنین میمونہؓ کے جنازے میں ابن عباسؓ کے ساتھ شریک تھے (وہ ابن عباس کی خالہ تھیں ابن عباس نے لوگوں سے) کہا دیکھو یہ آنحضرت ﷺ کی بی بی تھیں جب تم جنازہ اٹھاؤ تو ادب کرو اس کو ہلاؤ جلاؤ نہیں اور آہستہ لے کر چلو۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آپ کی وفات کے وقت نو بیویاں تھیں ان میں آٹھ کی تو باری مقرر تھی ایک کی باری نہ تھی۔

کتاب النکاح کے ضمن میں سنن ابو داؤد اور ترمذی شریف میں بھی ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن سے نبی کریمؐ کی متعدد بیویوں کا ثبوت ملتا ہے۔

ازواجِ مطہرات

ازواج مطہرات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

حضرت خدیجہؓ: حضرت خدیجہ بن خویلدؓ بن ابی سعد بن عبد العزیٰ بن قصی نبیؐ کی سب سے پہلی بیوی تھیں ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی ان سے دولڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہند تھا اور دوسرے کا حارث ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی کے عقد میں آئیں ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام بھی ہند تھا اسی بناء پر حضرت خدیجہؓ ام ہند کے نام سے پکاری جاتی تھیں عتیق بن عائذ مخزومی کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں آنحضرت سے چھ اولادیں ہوئیں دو صاحبزادے کہ دونوں بچپن میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں، حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت ﷺ کو بے انتہا محبت تھی جب وہ نکاح میں آئیں تو ان کی عمر چالیس برس کی تھی اور آنحضرت ﷺ پچیس سال کے تھے، نکاح کے بعد وہ پچیس برس تک زندہ رہیں ان کی زندگی تک آنحضرت ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔

حضرت سودہؓ: حضرت سودہ بنت زمعہؓ آنحضرت ﷺ کی دوسری بیوی ہیں جو کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے آپؐ کے عقد میں آئیں وہ ابتدائے نبوت میں مشرف باسلام ہو چکی تھیں ان کی شادی پہلے سکران بن عمرو سے ہوئی تھی ان ہی کے ساتھ اسلام لائیں سکران نے انتقال کے وقت ایک لڑکا یادگار چھوڑا جس کا نام عبد الرحمٰن تھا۔

حضرت عائشہؓ: حضرت عائشہؓ ازواج مطہرات میں سے تھیں ۱۰ نبوی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح ہوا اس وقت چھ سال کی تھیں اگرچہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تاہم اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کے تعلق سے ام عبداللہ کنیت کرتی تھیں۔ ۹ سال کی عمر میں رسم عروسی ادا ہوئی، آنحضرت ﷺ کے ساتھ ۹ برس تک زندگی گزاری ۱۸ رسال کی تھیں تو آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا۔

حضرت حفصہؓ: حضرت حفصہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں ان کی پہلی شادی خنیس بن حذافہ سے ہوئی اور ان ہی کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی اور پھر شہادت پائی حضرت حفصہؓ کے بطن سے خنیس کی کوئی اولاد نہیں تھی لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی خواہش پر آپ سے نکاح ہوگیا۔

حضرت زینبؓ: جو کہ اپنی جود و سخاوت کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں آپؐ سے پہلے عبداللہ بن جحشؓ کی بیوی تھیں۔ عبداللہ بن جحشؓ نے جنگ احد میں شہادت پائی اور اسی سال آپؐ نے ان سے نکاح کرلیا نکاح کے کچھ ہی دن بعد آپؓ کا انتقال ہوگیا حضرت خدیجہؓ کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ام سلمہؓ: حضرت ام سلمہؓ پہلے عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں ان سے ایک بیٹے سلمہ کی ولادت ہوئی ان کے شوہر ابو سلمہ مشہور غزوات بدر و اُحد میں شریک ہوئے غزوہ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمہ سے جانبر نہ ہوسکے اور وفات پائی ان کے بعد آپ کی دوسری شادی نبی کریمؐ سے ہوئی۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ کے بعد فضل و کمال میں آپ ہی کا درجہ ہے۔

حضرت زینبؓ: حضرت زینبؓ نسبی حیثیت سے آپؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں زہد و عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتیں آنحضرتؐ نے جب آپ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے کہا کہ میں بغیر استخارہ کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔

حضرت جویریہؓ: حضرت جویریہؓ قبیلۂ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں پہلی شادی مسافع بن صفوانؓ سے ہوئی تھی جو غزوۂ مریسیع میں قتل ہوا اس لڑائی میں کثرت سے لونڈی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان ہی لونڈیوں میں حضرت جویریہ بھی تھیں مال غنیمت کی تقسیم کے بعد وہ ثابت بت قیس شماس انصاری کے حصہ میں آئیں نبی نے ثابت

بن قیسؓ کو رقم دے کر آپؓ کو آزاد کیا اور نکاح کرلیا جس کے نتیجے میں قبیلۂ بنی مصطلق کے تمام لونڈی غلام آزاد کردیے گئے۔

حضرت ام حبیبہؓ: حضرت ام حبیبہؓ کا پہلا عقد عبیداللہ بن جحشؓ سے ہوا ان سے ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی اسلام لانے کے بعد حبشہ کی دونوں نے ہجرت ثانیہ کی حبشہ جا کر عبیداللہ ابن جحش نے عیسائیت قبول کرلی لیکن ام حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں کچھ دن کے بعد عبید اللہ کا انتقال ہوگیا اور آپ کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت میمونہؓ: حضرت میمونہؓ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفیؓ کے نکاح میں تھیں مسعود نے طلاق دے دی تو ابورہم بن عبدالعزیٰ نے نکاح کرلیا اور رہم کے انتقال کے بعد رسول اللہؐ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت صفیہؓ: ازواج مطہرات میں سے ہیں آپ کی شادی پہلے اسلام بن مشکم القرصی سے ہوئی ابن مشکم نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا جب جنگ خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو آپ کو دحیہ کلبی کو دے دیا گیا بعد آپ کے قبیلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آزاد کرکے آپؐ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کرلیا خیبر سے روانگی کے وقت مقام صہبا میں رسم عروسی ادا کی اور جو کچھ پاس تھا اس کو جمع کرکے دعوت ولیمہ فرمائی۔ [۵]

خلفائے راشدین

اسلام میں خلفائے راشدین کو اہم مقام حاصل ہے خلفائے راشدین سے مراد رسول اللہ ﷺ کے خلفائے اربعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں جو کہ کامل رشد و ہدایت والے اور صراطِ مستقیم پر گامزن تھے اور علم و فضل حق و صداقت کی بناء پر آپ کے جانشین بنے نبیؐ کے اس دارِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد کتاب اللہ و سنت رسول کی روشنی میں خلافت اور اسلام کی اشاعت کو جس خوبی سے انجام دیا وہ ہمارے لیے قابل تقلید ہے جب ہم ان اشخاص کی عائلی زندگی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں

ان کے حرم میں ایک ہی وقت میں متعدد بیویاں نظر آتی ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پہلی بیوی قتیلہؓ بنت عبد العزی بن اسعد بن بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھیں، آپ کے بطن سے عبداللہ اور اسماء دو اولادیں تھیں۔

دوسری بیوی ام رومانؓ بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن وہمان بن الحارث بن مالک بن کنانہ تھیں اور آپ سے دو بچے عبدالرحمٰن اور عائشہ تھے۔

تیسری بیوی اسماءؓ بنت عمیس بن معد بن تیم بن الحارث ابن کعب بن مالک بن قافہ بن عامر بن مالک بن نصر بن وہب ابن شہران بن عفرس بن حلب بن افتل تھیں اور محمد بن ابی بکر آپ کی اولاد میں سے تھے۔

ابوبکرؓ کی چوتھی بیوی بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بنی حارث بن الخزرج تھیں آپ کے بطن سے ام کلثوم بنت ابی بکر پیدا ہوئیں۔[٦]

حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنے نکاح میں متعدد بیویاں رکھیں۔

آپ کی پہلی بیوی زینبؓ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ ابن جمح تھیں جن سے عبداللہ عبدالرحمٰن اور حفصہ تھے۔

دوسری بیوی ام کلثومؓ بنت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھیں آپ کے بطن سے زید اکبر اور رقیہ کی ولادت ہوئی۔

تیسری بیوی ام کلثومؓ بنت جرول بن مالک تھیں جن کے بطن سے زید اصغر و عبید اللہ تھے۔

چوتھی بیوی جمیلہؓ بنت ثابت بن ابی الافلح تھیں جن سے صرف ایک بیٹے عاصم تھے۔

پانچویں بیوی لہیہؓ ام ولد تھیں جن سے عبدالرحمٰن اوسط تھے۔

چھٹی بیوی بھی ام ولد تھیں جن سے عبدالرحمٰن اصغر تھے۔

ساتویں بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ ابن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھیں آپ کی اولاد میں صرف فاطمہ تھیں۔

آٹھویں بیوی فکیہہؓ ام ولد تھیں اور ان کے بطن سے صرف زینب کی پیدائش ہوئی۔

نویں بیوی عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھیں اور ان کے بطن سے عیاض بن عمر کی ولادت ہوئی۔

حضرت عثمانؓ

حضرت عثمانؓ نے متعدد نکاح کیے۔

آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ آپ کے عقد میں آئیں۔

ام کلثومؓ سے آپ نے عقد کیا جو رسول مقبول محمدؐ کی دوسری بیٹی تھیں۔

آپ کا تیسرا نکاح فاختہؓ بنت غزوان سے ہوا جن کے بطن سے عبد اللہ اصغر پیدا ہوئے۔

آپ کا چوتھا نکاح ام عمرو بنت جندب سے ہوا جن سے خالد، ابان، عمرو اور ایک لڑکی مریم پیدا ہوئی۔

آپ کی زوجیت میں فاطمہؓ بنت ولید بھی رہیں جن سے ولید، ام سعید اور سعید کی ولادت ہوئی۔

آپ کے نکاح میں ام البنین بنت عیینہ بھی رہیں جن سے عبدالملک کی پیدائش ہوئی۔

آپ کی ساتویں بیوی نائلہؓ بنت فرافصہ تھیں۔

آپ کی آٹھویں بیوی رملہؓ بنت شیبہ تھیں جن کے بطن سے عائشہ، ام ابان اور ام عمرو پیدا ہوئیں۔

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ نے متعدد شادیاں کیں۔

آپ نے پہلا نکاح حضرت فاطمہؓ سے کیا جن کے بطن سے حسن و حسین اور بیٹی

زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ کی پیدائش ہوئی۔

دوسرا نکاح ام البنین بنت خزامؓ سے ہوا اور آپ سے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان کی ولادت ہوئی۔

تیسرا نکاح لیلیٰؓ بنت مسعود تیمی سے ہوا ان سے عبداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔

چوتھا نکاح اسماءؓ بنت عمیس سے کیا ان سے یحییٰ اور عون کی پیدائش ہوئی۔

پانچواں نکاح صہباءؓ بنت ربیعہ سے ہوا ان سے عمر اور رقیہ کی پیدائش ہوئی۔

امامہؓ بنت ابی عاص سے آپ کا عقد ہوا اور آپ سے محمد اوسط کی پیدائش ہوئی۔

خولہؓ بنت جعفر سے آپ نے عقد کیا اور آپ سے محمد کی پیدائش ہوئی۔

ام سعید بنت عروہ بن مسعود سے آپ کا عقد ہوا جن کے بطن سے دو بیٹیاں ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئیں۔

نواں عقد آپ نے مخیات بنت امرأ القیس سے کیا۔

آپ نے دسواں نکاح ام ولد سے کیا جن سے محمد اصغر کی پیدائش ہوئی۔

صحابہ کرام

صحابہ کرام کے لفظی معنی رفیق، ساتھی، ایک ساتھ زندگی گزارنے والے یا صحبت میں رہنے والے ہیں اسلامی اصطلاح میں صحابہ سے مراد آنحضرت کے رفقائے کرام ہیں یعنی وہ بزرگ ہستیاں جنھوں نے حالت ایمان میں حضرت محمد سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسلام کی حالت میں وفات پائی۔

صحابہ کرام رسول خدا کی فیض صحبت کی وجہ سے مسلم معاشرے کے لیے اولین نمونہ ہیں ان کا ہر فرد تقوی، عدل و انصاف، زہد و عبارت اور اعلیٰ سیرت و کردار کا پیکر تھا انھوں نے اقامت دین کا فریضہ انجام دیا اور اکثر اسلامی علوم کی بنیاد رکھی مثلاً حدیث وفقہ، علم تصوف، علم الانساب علم تاریخ وغیرہ قرآن مجید کی اشاعت اور افہام و تفہیم کے سلسلے میں ان کی کاوشیں لائق تحسین ہیں علم حدیث کی حفاظت و اشاعت بھی انہیں کا کارنامہ ہے ان عظیم الشان ہستیوں نے

رسول خدا کے زریں کلمات کو اپنے کانوں سے سنا اور آپ کے اعمال و کردار کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا، اسی لیے ان کی زندگیوں میں بھی ہمارے لیے اسوہ ہے۔

یوں تو صحابہ کرام کی تعداد بے شمار ہے لیکن یہاں پر ان صحابہ کرام کا ذکر کیا جارہا ہے جنھوں نے قبل اسلام اپنے حرم میں بیک وقت دو، تین، چار اور اس سے بھی زائد بیویاں رکھیں لیکن مشرف باسلام ہونے کے بعد نبی کریمؐ نے ان کو بیک وقت صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی۔

حضرت حذیفہؓ

حضرت حذیفہؓ نے متعدد شادیاں کیں۔

آپ نے حضرت سہلہؓ بنت سہیل سے عقد کیا اور ان کے بطن سے محمد بن ابی حذیفہ پیدا ہوئے حضرت آمنہؓ بنت عمرو سے آپ نے نکاح کیا جس سے عاصم بن ابی حذیفہ پیدا ہوئے۔

حضرت بلال بن رباحؓ

حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں ابوبکرؓ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ نے نکاح کرادیا تھا بنی زہرہ اور حضرت ابو الدرداءؓ کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا لیکن کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ

حضرت حمزہؓ نے متعدد شادیاں کیں۔

حضرت بنت الملہ بن مالک آپ کی بیوی تھیں جن سے ابویعلی اور عامر کی پیدائش ہوئی۔

سلمیٰؓ بنت عمیس سے آپ نے عقد کیا جن سے امامہ نامی ایک لڑکی تھی۔

آپ کی تیسری بیوی خولہؓ بنت قیس تھیں جن سے عمارہ بن حمزہ تھے۔

حضرت زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہؓ نے متعدد نکاح کیے جن کے بطن سے اولادیں ہوئیں۔

ام ایمن، ام کلثوم بنت عقبہ، درہ بنت لہب، ہند بنت العوام، زینب بنت جحش جن کو ناموافقت کے باعث طلاق دیدی تھی۔

دولڑکے اسامہ بن زید، زید بن زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی لیکن حضرت اسامہ کے سوامؤخر الذکر دونوں بچوں نے بچپن ہی میں داغ مفارقت دے دیا۔

حضرت زید بن خطابؓ

آپ کے دو بیویاں تھیں

لبابہؓ بنت ابی لبابہ سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے

جمیلہؓ بنت ابی عامر سے اسماء پیدا ہوئیں

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔

بنت شہاب بن عبداللہ ان کے بطن سے اسحاق اکبر اور ام الحکم الکبری پیدا ہوئیں۔

دوسری بیوی ماویہؓ بنت قیس جن سے ام القاسم، ام کلثوم اور حفصہ کی پیدائش ہوئی۔

ام عامر بنت عمرو ان سے عامر، اسحاق الاصغر، اسماعیل، ام عمران پیدا ہوئے۔

زبد ان کے بطن سے ابراہیم، موسیٰ، ام الحکم الصغری، ام عمرو، ہند، ام الزبیر، ام موسیٰ تھے۔

سلمیٰؓ ان سے عبداللہ بن سعد کی پیدائش ہوئی۔

خولہؓ بنت عمران کے بطن سے مصعب بن سعد کی ولادت ہوئی۔

ہلالؓ بنت ربیع ان سے ابن معبد، عبداللہ الاصغر، بجیر، حمیدہ کی پیدائش ہوئی۔

ام حکیم بنت قارظ ان کے بطن سے عمرو حمنہ پیدا ہوئے۔

سلمیٰؓ بنت خصفہ سے عمر الاصغر، عمرو، عمران، ام عمرو، ام ایوب وام اسحاق کی ولادت ہوئی۔

طیبہؓ بنت عامر سے صالح بن سعد کی پیدائش ہوئی۔

ام حجیر سے عثمان ورملة تھے۔

اس کے علاوہ ایک اور امراۃ من سبی العرب تھیں۔

حضرت سعید بن زیدؓ

حضرت سعید بن زیدؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔

رملہؓ (ام الجمیل) جلیسہ بنت سوید، امامہ بنت الدجیج، حزمہ بنت قیس، ام الاسود، ضمخ بنت الاصبغ، بنت قربہ، ام خالد، ام بشر بنت ابی مسعود انصاری، ام ولد۔

ان بیویوں نیز لونڈیوں کے بطن سے نہایت کثرت کے ساتھ اولاد ہوئی۔

لڑکے: عبدالرحمٰن اکبر، عبدالرحمٰن اصغر، عبداللہ اکبر، عبداللہ اصغر، عمرو اکبر، عمرو اصغر محمد اسود، زید، طلحہ، خالد، ابراہیم اکبر، ابراہیم اصغر۔

لڑکیاں: عاتکہ، ام موسیٰ، ام الحسن، ام حبیب کبریٰ، ام حبیب صغریٰ، ام زید کبریٰ، ام زید صغری، ام سعید، ام سلمہ، حفصہ، ام خالد، عائشہ، زینب، ام عبدالحولاء، ام صالح، ام نعمان۔

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ

آپ کی متعدد بیویاں تھیں۔

لبابۃ الکبریؓ سے عبداللہ اور عبیداللہ، عبدالرحمٰن، قثم، معبد، ام حبیبہ پیدا ہوئے۔

ام ولد سے کثیر، تمام، صفیہ، امیمہ پیدا ہوئے۔

تیسری بیوی حجیلہؓ بنت جندب تھیں ان کے بطن سے حارث تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

ام کلثومؓ بنت عتبہ بن ربیعہ سے سالم اکبر تھے۔

شیبہؓ بنت ربیعہ بن عبد شمس سے ام القاسم تھے۔

ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو کے بطن سے ابراہیم، حمید، اسماعیل، حمیدہ و امۃ الرحمٰن تھے۔

سہلہؓ بنت عاصم بن عدی کے بطن سے معن، عمر، زید، امۃ الرحمٰن الصغریٰ تھے۔

بحریہؓ بنت ہانی بن قبیصہ سے عروۃ الاکبر تھے۔

سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو بن عبد شمس سے سالم اصغر تھے۔

ام حکیم بنت قارظ بن خالد بن عبید سے ابو بکر تھے۔

ابنۃ ابی الحیس بن رافع بن امرئ القیس سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن تھے۔

تماضر بنت الاصبغ بن عمرو کے بطن سے ابو سلمۃ کی ولادت ہوئی۔

اسماءؓ بنت سلامۃ بن مخربہ سے عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن تھے۔

ام حدیثؓ سے مصعب، امۃ، مریم کی پیدائش ہوئی۔

مجدؓ بنت یزید بن سلامۃ سے سہیل تھے۔

غزالؓ بنت کسریٰ سے عثمان کی پیدائش ہوئی۔

زینبؓ بنت الصباح بن ثعلبہ بن عوف کے بطن سے ام یحیی بنت عبدالرحمٰن پیدا ہوئیں۔

بادیہؓ بنت غیلان بن سلمۃ سے جویریہ بنت عبدالرحمٰن پیدا ہوئیں۔

حضرت عبیدہ بن الحارثؓ

حضرت عبیدہؓ نے متعدد بیویوں سے حسب ذیل لڑکے اور لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔

معاون، عون، منقذ، حارث، محمد، ابراہیم، ریطہ، خدیجہ، نخیلہ، صفیہ۔

حضرت عقیل بن ابی طالبؓ

ام سعیدؓ بنت عمرو کے بطن سے یزید، سعید کی ولادت ہوئی۔

ام البنینؓ بنت الثغر سے جعفر اکبر اور ابو سعید پیدا ہوئے۔

خلیلۃؓ ام ولد سے عبداللہ بن عقیل، عبدالرحمٰن اور عبداللہ الاصغر پیدا ہوئے۔

ام ولدؓ سے علی، محمد، رملہ پیدا ہوئے۔

جعفر اصغر، حمزہ، عثمان، ام ہانی، اسماء، فاطمہ، ام القاسم، زینب، ام نعمان وغیرہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھے۔

حضرت محمد بن حنیفہؓ

ام ولدؓ سے عبداللہ، ابو ہاشم، حمزہ، علی، جعفر اکبر پیدا ہوئے۔

جمالؓ بنت قیس سے حسن بن محمد پیدا ہوئے۔

مسرعہؓ بنت عباد کے بطن سے ابراہیم بن محمد پیدا ہوئے۔

برہؓ بنت عبدالرحمٰن سے قاسم بن محمد اور عبدالرحمٰن تھے۔

ام جعفرؓ بنت محمد سے جعفر اصغر، عون، عبداللہ اصغر تھے۔

ام ولد سے عبداللہ بن محمد اور رقیہ کی پیدائش ہوئی۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ

حمنہؓ بنت جحش سے محمد، عمران بن طلحۃ پیدا ہوئے۔

خولہؓ بنت قعقاع سے موسیٰ ابن طلحۃ تھے۔

ام ابانؓ بنت عتبہ کے بطن سے یعقوب ابن طلحۃ، اسماعیل، اسحاق پیدا ہوئے۔

ام کلثومؓ بنت ابی بکر الصدیق سے زکریا، یوسف، عائشہ پیدا ہوئے۔

سعدیٰؓ بنت عوف سے عیسیٰ و یحیی پیدا ہوئے۔

جرباءؓ کے بطن سے ام اسحاق بنت طلحۃ تھے۔

ام ولدؓ سے صعبۃ بنت طلحۃ کی ولادت ہوئی۔

ام سے مریم بنت طلحۃ پیدا ہوئیں۔

فرعۃؓ بنت علی سے صالح بن طلحۃ تھے۔

حضرت نعیم النحام بن عبداللہ بن اسدؓ

آپ نے دو عورتوں سے شادی کی۔

زینب بنت حنظلہ کے بطن سے ابراہیم تھے۔

عاتکہ بنت حذیفہ سے امہ بنت نعیم کی پیدائش ہوئی۔

حضرت قدامہ بن مظعونؓ

آپ کی تین بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

ہندؓ بنت ولید سے عمر اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

فاطمہؓ بنت ابی سفیان سے عائشہ کی پیدائش ہوئی۔

صفیہؓ بنت خطاب سے رملہ تھیں۔

ام ولد کے بطن سے حفصہ پیدا ہوئیں۔

اگلی سطور میں ان صحابہ کرام کا ذکر کیا جارہا ہے جن کے اسلام لانے کے بعد نبی ﷺ نے چار بیویاں منتخب کرنے کا حکم دیا اور ان صحابہ کرام نے رسول خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسلامی قوانین کا پاس ولحاظ رکھا۔

حدیث شریف ہے:

عن الحارث بن قیس قال مسدّ دُ عن ابن عمرة و قال وهبُ الاسدیُ اسلمت وعندی ثمانُ لنسوةِ قال فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال اختر منهن اربعا۔ ۷

قیس الاسدیؓ سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا میرے پاس آٹھ عورتیں تھیں تو میں نے رسول اللہؐ سے بیان کیا آپ نے فرمایا ان میں سے چار چن لو اور باقی چھوڑ دو (یہ آٹھ عورتیں زمانہ کفر کی نکاح کی ہوئیں تھیں یہ ضرور نہیں کہ ان سب سے ایک ساتھ نکاح کیا ہو)

دوسری حدیث ہے:

عن ابن عمر ان غیلان ابن سلمة الثقفی اسلم و له عشر نسوة فی الجاهلیة فاسمعن معه فامر النبیؐ ان یتخیر منهن اربعا. ۸

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوئے اور ان کے پاس جاہلیت میں (یعنی مسلمان ہونے سے پہلے) دس عورتیں تھیں وہ ان

کے ساتھ مسلمان ہوئیں آنحضرت ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان میں سے چار عورتوں کو اختیار کرلیں۔

تیسری حدیث مسند شافعی میں ہے:

''حضرت نوفل بن معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اسلام قبول کیا اس وقت میری پانچ بیویاں تھیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا ان میں سے پسند کرکے چار کو رکھ لو اور ایک کو الگ کردو، میں نے جو سب سے زیادہ عمر کی بڑھیا اور بے اولاد بیوی ساٹھ سال کی تھیں انھیں طلاق دے دی''۔ ۹

آراء ائمہ ومجتہدین

تعدد ازدواج دور حاضر کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے سلسلے میں بے شمار اختلافات ہیں جواز، عدم جواز، تحدید وتقیید، قیام عدل وقسط اور اسی طرح کے بہت سے ایسے مسائل ہی جن میں مفسرین قدیم وجدید ائمہ کی علمی بحثیں نظر آتی ہیں۔

تعدد ازدواج کی اجازت کے لیے قرآن کریم کی اس آیت سے عام طور پر استدلال کیا جاتا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا. (سورۃ النساء:۳)

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامی کے ساتھ انصاف نہیں کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں، ان سے نکاح کرو، دودو، تین تین، چار چار، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامی کے ساتھ انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر ایک بیوی رکھو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین ثواب ہے۔

مفسرین کرام نے اس آیت کی مختلف تفاسیر بیان کی ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ اس کی تفسیر میں فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں تو اولیاء ان کے مال اور ان کے حسن و جمال، یا اس خیال سے کہ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ جس طرح چاہیں گے ان کو زندگی گزارنے پر مجبور کریں گے بذات خود ان سے نکاح کر لیتے تھے اور پھر ان پر ظلم کیا کرتے تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو تم دوسری پسندیدہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرو۔

۲۔ زمانہ جاہلیت میں ایک ایک مرد کی دس یا اس سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور وہ ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کے درمیان عدل برتنے میں کوتاہی کیا کرتے تھے جب یتامیٰ کے حقوق کے ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی تو مقصود یہ تھا کہ تم بھی بیویوں کی تعداد میں کمی کر کے گناہ سے بچو کیونکہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرنا گناہ نہ کرنے کے مترادف ہے۔

۳۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ اولیاء جو یتامیٰ کے سلسلے میں برائی کے مرتکب ہوجاتے تھے ان سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے اوپر قادر نہیں ہو تو حلال عورتوں سے نکاح کرو اور ان سے پاکیزہ تعلقات بناؤ۔

۴۔ عکرمہ اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد نہ تھی اور جب اس کثرت ازدواج سے مصارف بڑھ جاتے تھے تو مجبور ہو کر اپنے یتیم عزیزوں کے مال میں خرچ کرنے لگتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لیے چار کی حد مقرر کر دی تاکہ ظلم و بے انصافی کا خاتمہ ہوجائے۔[۱۰]

امام ابوحنیفہؒ

امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ پر جو گفتگو فرمائی علامہ سید مناظر احسن گیلانی ان کے نظریہ کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

تعدد ازدواج کے مسئلہ میں امام کا جو نقطۂ نظر تھا دوسری جگہ لوگوں نے اس کو بیان کیا

ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم (غالباً النخعی) کے متعلق امام صاحب سے کسی نے اس قصہ کا ذکر کیا کہ کسی نے ہدیۃً کوئی کپڑا ان کی خدمت میں پیش کیا لیکن لینے سے انہوں نے انکار کیا اس نے کہا کہ خرید لیجئے بولے کہ میاں چار سو درہم میرے پاس اگر ہوتے تو دوسری بیوی نہ کرتا جو تمہارا کپڑا خریدتا۔ اس نے کہا کہ ایک بیوی کیا آپ کے لیے کافی نہیں، بولے کہ ان حاضت حضت (جب اس کے ایام کا زمانہ آتا ہے تو میں بھی گویا ایام ہی میں بیٹھ جاتا ہوں) امام صاحب نے اس قصے کو سن کر کہا کہ بھائی مجھے تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی جابر بن عبداللہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک بیوی والا سرور میں رہتا ہے دو بیویوں والا شرور کا شکار بنتا ہے یعنی مصیبتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ جسے اتفاق نہ ہو، وہ تجربہ کر کے دیکھ لے یا شاید جابر ہی کا یہ قول نقل کیا اور کہا کہ ابراہیم کو شاید تجربہ کا موقع نہ ملا اور اس کے بعد کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کا جو برتاؤ عدل و انصاف کا اپنی بیویوں کے ساتھ تھا جو اس برتاؤ کو نہ کر سکے تو وہ ظالموں میں لکھا جائے گا پھر وہ حدیث سنائی جس میں ہے کہ دو بیویوں کے ساتھ نہ انصاف کرنے والا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک شق اس کے بدن کا ساقط ہوگا امام نے اس پر اور اضافہ کیا کہ ''ایک ہی بیوی پر قناعت'' اپنے لیے تو میں نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ بھائی! بے فکری اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں ہے، پھر عورتوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع کے ان الفاظ کو دہرایا کہ یہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں بندھی ہوئی ہیں پس ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا راوی کا بیان ہے کہ دیر تک امام صاحب اس مسئلہ پر گفتگو فرماتے رہے لیکن مجھے اس قدر یاد رہ گیا کاش! امام کی پوری تقریر راوی کو یاد رہ جاتی تو تعدد ازدواج کے مسئلہ میں مسلمانوں کے سب سے بڑے امام کا نقطہ نظر دنیا کے سامنے آجاتا اور پہلی صدی تک کے مسلمانوں کے مذاق کی وہ ایک تاریخی شہادت ہوتی جو سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں یورپ کی نکتہ چینیوں کے بعد مسلمانوں نے بنانی شروع کی ہیں ان کا بہترین جواب امام کا یہ بیان ہوسکتا تھا اور میرے خیال میں تو جو کچھ راوی کو یاد رہ گیا ہے وہ بھی اس مدعا کے اثبات کے لیے کافی ہے۔[۱۱]

امام شافعیؒ

امام شافعیؒ نے اس آیت کی الگ انداز سے تفسیر بیان کی ہے۔

ان کا پہلا استدلال تو یہ ہے کہ نفل عبادات میں مشغول رہنا نکاح سے افضل ہے۔[۱۲]

دوسرے یہ کہ مذکورہ آیت کے آخری ٹکڑے الاتعولوا کی تفسیر آپ یہ فرماتے ہیں، تاکہ تمہارے عیال زیادہ نہ ہوجائیں۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں امام صاحب کی تفسیر کی تائید میں فرماتے ہیں:

ثم المراد بالعيال على هذا التفسير يحتمل أن يكون الأزواج كما أشرنا اليه وعدم كثرة الازواج في اختيار الواحدة .

اس تفسیر میں عیال سے ازواج مراد لینے کا احتمال ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا اور زیادہ بیویوں کے بجائے صرف ایک بیوی تک محدود رہنا بہتر ہے۔[۱۳]

امام شافعیؒ کی اس تفسیر پر اعتراض بھی کیے گئے ہیں لیکن مفسرین نے بہت سی وجوہات کی بناء پر آپ کی تفسیر کو ترجیح دی۔

۱۔ حضرت امام الکسائی نے فصیح عربوں سے عال کے یہی معنی نقل کیے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہوجائیں۔ الاصمعی اور الازہری جیسے علماء ادب ولغت نے بھی یہی معنی لیے ہیں۔[۱۴]

۲۔ زید بن اسلم نے بھی اس کی یہی تفسیر نقل کی ہے۔ جس کی روایت ابن ابی حاتم نے کی ہے اور وہ مشہور تابعی ہیں اور حضرت طاؤس کی قراءت۔ أن لاتعيلوا ۔ اس کی تائید کرتی ہے۔[۱۵]

۳۔ امام القراء علامہ الدوری نے اسے قبیلہ حمیر کی لغت قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں یہ شعر پیش کیا ہے:

وإن الموت يأخذ كل حي بلاشک وإن امشى (وعالا)

بے شک موت ہر زندہ کو جالیتی ہے، چاہے اس کے مویشی اور عیال کتنے ہی

زیادہ کیوں نہ ہوں۔[۱۶]

امام فخر الدین رازیؒ نے بھی امام شافعیؒ کی تفسیر کو ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر 'تعولوا' کے معنی ظلم کے لیے جائیں تو پھر اس آیت میں تکرار لازم آئے گی کیونکہ یہ مفہوم تو انصاف نہ کرنے کے خدشہ سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے لیکن اگر امام شافعی کے بیان کردہ معانی اختیار کیے جائیں تو پھر کسی قسم کی تکرار لازم نہیں آئے گی اس لیے یہی تفسیر عمدہ ہے۔[۱۷]

اصحاب ظاہریہ

اصحاب ظاہر اور دیگر ائمہ نے بہت ہی منفرد طرز تفسیر بیان کی ہے:

''اس آیت میں مثنیٰ، وثلاث ورباع میں جو (واؤ) ہے، وہ جمع کے لیے ہے ان کے نزدیک نو بیویوں تک کی اجازت ہے لغت میں مثنیٰ کے معنی ''دو دو'' کے ہیں نہ کہ صرف ''دو'' اور اگر کہا جائے کہ دو دو آدمی آئے تو یہ الفاظ کثیر تعداد میں آنے والے اشخاص کے یے بھی بولے جاسکتے ہیں کہ اتنی تعداد دو دو کر کے آئی مثلاً کہا جاتا ہے کہ جاء القوم مثنیٰ (لوگ دو دو کر کے آئے) ثلث اور رباع کے معانی بھی اسی طرح ہوں گے، پس مذکورہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ''دودو'' یا ''تین تین'' یا ''چار چار'' سے شادی کرے اس میں یہ شرط نہیں کہ اس کے بعد ''دودو'' یا ''تین تین'' یا ''چار چار'' کی دوسری جماعت نہ ہو کیونکہ لغت کے لحاظ سے یہ شرط ٹھیک نہیں مثلاً اگر کسی آدمی کے پاس ایک ہزار آدمی جمع ہوں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ دو دو یا تین تین کر کے آئے اس حساب سے لاتعداد شادیاں جائز ہیں''۔[۱۸]

اس آیت کی مختلف تفاسیر کی وجہ سے مفسرین کو کہنا پڑا کہ چار بیویوں کا ثبوت حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ قرآن مجید سے فتح البیان میں ہے:

فالاؤلى أن يستدل على تحريم الزيادة على الاربع بالسنة لا بالقرآن .

پس اولی یہ ہے کہ چار سے ازدواج کی حرمت کے لیے استدلال حدیث سے کیا جائے نہ کہ قرآن مجید سے۔ ۱۹

وہ احادیث جن سے استدلال کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

عن ابن عمر أن غيلان بن سلمة الثقفي أسلم وتحته عشر نسوة فقال له النبيؐ: اختر منهن .

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوئے تو ان کے پاس (جاہلیت میں) میں دس عورتیں تھیں نبیؐ نے آپ سے فرمایا تم ان میں سے منتخب کرلو۔

عن نوفل بن معاويه الديلي قال اسلمت وعندي خمس نسوة فقال رسول الله: أمسك أربعاً وفارق الأخرى .

نوفل بن معاویہ دیلی سے مروی ہے فرماتے ہیں میں اسلام لایا تو میرے پاس پانچ عورتیں تھیں نبیؐ نے فرمایا تم چار کو اختیار کرو اور باقی کو الگ کردو۔

آراء مفسرین

تعدد ازدواج کے سلسلے میں قرآن مجید میں جو آیات ملتی ہیں ان پر مفسرین کرام نے ہر زاویے سے خوب خوب بحثیں کی ہیں آئندہ سطور میں ان کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا. (سورۃ النساء:۳)

اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو اور عورتوں سے پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر

مذکورہ میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ

مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں مذکورہ آیت میں مثنیٰ، ثلٰث ورباع ترکیب نحوی میں حال ہے ماطاب سے اور حال قید ہوتا ہے کلام میں اور اپنے مفہوم میں بوجہ تکرار معنی کے موضوع ہے انقسام کے لیے پس مجموعہ دونوں امروں کا مفید ہو **تقييد الحكم هذه الاقسام** کو نہ کہ اطلاق کو اور حکم فانکحوا جو عامل ہے حال ہی میں اباحت کے لیے ہے بس اباحت مفید ہوگئی ان اقسام کے ساتھ جب یہ قید نہ ہوگی مثلاً چار سے زائد ہو تو اباحت بھی نہ ہوگی کیونکہ جہاں قید کا کوئی فائدہ نہ ہو احترازی ہوتی ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ رباع تک کہنا اس لیے ہے کہ اس سے آگے استعمال نہیں آتا۔

اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ایک عورت سے نکاح کرنا علاوہ ان اقسام کے ہے وجہ دفع یہ ہے کہ سیاقاً اور اجماعاً اس قید سے اقل کی نفی مقصود نہیں کیونکہ مقام توسع کا ہے تاکہ یتامیٰ کے نکاح سے استغناء ثابت ہوجاوے جو ایک میں حاصل ہے پس ایک کی نفی سے تعرض نہیں البتہ اس توسع سے یہ شبہ صحیح نہیں کہ مافوق الاربع بھی جائز ہوگا، وجہ رفع یہ کہ جو غرض ہے اس توسع سے کہ استغناء نکاح یتامیٰ سے حاصل ہوجائے تو وہ توسع اس صورت میں بھی حاصل ہے کہ اس کو اربع کے اندر اندر محدود رکھا جاوے بخلاف آیۃ سورہ فاطر کے درباب ملائکہ کے **اولی اجنحة مثنى الخ** کہ وہاں تقیید کی کوئی دلیل نہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک جماعت کو ایک خوان روٹیوں کا دے کر کہا جاوے کہ سب آدمی تین تین، چار چار بانٹ لو یقیناً وہ شخص جو زیادہ مانگے گا وہ اپنے کو اذن جدید کا محتاج سمجھے گا اور اس کلام سے زائد کی نفی سمجھے گا بخلاف اس کے کہ کسی سے کہا جاوے بازار جاؤ، مدرسہ جاؤ، باغ جاؤ جہاں چاہو جاؤ اس میں ماسوی کی نفی اس لیے نہیں کہ یہ کلام تقسیم کے لیے موضوع نہیں خوب سمجھ لو اور حدیثوں میں صاف مصرح ہے کہ بعضے نو مسلموں کے پاس چار سے زائد بیبیاں تھیں حضورﷺ نے چار سے زیادہ جدا کرادیں اور امت حقہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور جن لوگوں سے خلاف منقول ہے اول تو وہ

اجماع ان اہل خلاف کے قول سے پہلے ہو چکا تھا پس ایسا خلاف قادح نہیں دوسرے ان کے پاس کوئی دلیل معتد نہیں اور دعوئی محض بلا دلیل صحیح مخل اجماع نہیں اور حضورؐ کا زائد سے نکاح فرمانا یہ آپ کی خصوصیات سے ہے اخذت اکثرہ من روح المعانی وان شئت البسط فراجعہ واجاب ایضاً عن شبہات الرازی یعنی یہ حکم چار تک کا آزادوں کے لیے ہے اس کا قرینہ آیت میں بھی ہے او ما ملکت ایمانکم کیونکہ مخاطب اس میں اور ماسبق میں ایک ہیں اور غلام مالک نہیں ہوتا اور جو شرعاً غلام ہو اس کو دو تک درست ہے، یتیم لڑکی کا نکاح قبل بلوغ باذن ولی جائز ہے آیت میں نکاح یتامی کے احکام بیان کرنا اس کا قرینہ بھی ہے ربط شروع آیت میں کثرتِ ازدواج میں اندیشہ خلاف عدل کا ہوا اکتفا واحدہ یا جاریہ وقت خوف عدم عدل میں الازواج ،فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اوماملکت ایمانکم ط ذلک ادنی الا تعولوا.

پس اگر تم کو (غالب) احتمال اس کا ہو کہ (کئی بیبیاں کر کے) عدل نہ رکھو گے (بلکہ کسی بی بی کے حقوق واجبہ ضائع ہونگے) تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کر دیا (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہونگے تو) جو لونڈی (حسب قاعدہ شرعیہ) تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر مذکور میں (یعنی ایک بی بی کے رکھنے یا صرف لونڈی پر بس کرنے میں) زیادتی (و بے انصافی) نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے (کیونکہ ایک صورت میں تو تعدد نہیں جس میں برابری کرنا پڑے دوسری صورت میں بی بی کے حقوق سے بھی کم حقوق ہیں مثلاً مہر نہیں صحبت کا حق نہیں تو اندیشہ اور کم ہے) مسئلہ اگر عدل نہ ہو سکنے کا غالب احتمال ہو تو کئی بیبیوں سے نکاح کرنا بایں معنی ممنوع ہے کہ یہ شخص گنہگار ہوگا بایں معنی کہ نکاح صحیح ہوگا نکاح یقیناً ہو جائے گا۔ جو لونڈیاں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں وہ شرعی لونڈی نہیں ان سے بلا نکاح صحبت حرام ہے اس طرح جبر فی الخدمت اور بیع وغیرہ سب حرام ہے۔ بعض ہوا پرستوں نے دنیوی غرض سے آیاتِ الٰہیہ کے مضمون میں تحریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ آیت بالکل کثرت ازواج کی نفی کر رہی ہے اس طرح سے کہ یہاں فرمایا کہ جب عدل نہ ہو سکے تو ایک پر اکتفا کرو اور دوسری آیت میں فرمادیا کہ تم سے کبھی عدل ہو ہی گا نہیں ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء

دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ جائز نہیں فقط اور یہ محض مغالطہ باطلہ ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں عدل جدا جدا معنوں میں ہے اس آیت میں عدل فی المحبۃ ہے اور وہ عادۃ قدرت میں نہیں اس کے لیے اس کی نفی فرمائی بس اس ہوا پرست کے دعوی سے اس کو اصلا مس نہیں بلکہ اس آیت میں بعد نفی عدل کے ارشاد ہے فلا تمیلوا کل المیل جس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ عدل فی المحبۃ نہ ہو سکے گا بلکہ قلب کو ایک طرف میلان رہے گا اور اس میلان پر ملامت نہیں لیکن بالکلیہ میلان نہ ہو کہ قلب سے بھی اور معاملات وحقوق میں بھی پس دونوں آیتوں کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ عدل فی المحبۃ واجب نہیں لیکن عدل فی المعاملہ واجب ہے چونکہ نکاح کے لوازم شرعیہ سے مہر ہے اور اس کا دینا اکثر طبائع پر گراں ہوتا ہے اس لیے حکم سوم میں اس کا انتظام فرماتے ہیں۔

وَلَن تَسْتَطِيعُواْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ النِّسَاء وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلاَ تَمِيلُواْ كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً. (النساء:۱۲۹)

آپ کہتے ہیں کہ (عادۃ) تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں (ہر طرح سے) برابری رکھو (حتی کہ رغبت قلب میں بھی) گو (اس برابری کو) تمہارا کتنا ہی جی چاہے (اور تم کتنی ہی اس میں کوشش کرو لیکن چونکہ قلب کا میلان غیر اختیاری ہے اس لیے اس پر قدرت نہیں گو اتفاقاً بلا اختیار کہیں برابری ہو ہی جاوے تو اس کی نفی آیت میں مقصود نہیں غرض جب یہ اختیار میں نہیں تو تم اس کے مکلّف نہیں لیکن اس کے غیر اختیاری ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ظاہری حقوق بھی اختیاری تر ہیں بلکہ وہ تو اختیاری ہیں جب وہ اختیاری ہیں) تو (تم پر واجب ہے کہ) تم بالکل تو ایک ہر طرف نہ ڈھل جاؤ (بالکل کا مطلب یہ کہ باطن سے بھی جس میں معذور تھے اور ظاہر سے بھی جس میں مختار ہو یعنی حقوق شرعیہ میں اس سے نشوز و اعراض نہ کرو) جس سے اس (مظلومہ) کو ایسا کر دو جیسے کوئی اُدھر (یعنی بیچ) میں لٹکی ہو (نہ اس کے حقوق ادا کیے جاویں کہ خاوند والی سمجھی جاوے اور ان اس کو طلاق دی جاوے کہ بے خاوند والی کہی جاوے بلکہ رکھو تو اچھی طرح رکھو) اور (رکھنے کی صورت میں جو زمانہ ماضی میں

کچھ ناگوار معاملات ان سے کیے گئے) اگر (ان معاملات کی فی الحال) اصلاح کرلو اور (آئندہ زمانہ میں ایسے معاملات سے) احتیاط رکھو تو (وہ امور گزشتہ معاف کردیے جائیں گے کیونکہ) بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں (چونکہ اصلاح ذنوب متعلقہ بحقوق العباد کی ان عباد کے معاف کرنے سے ہوتی ہے پس اصلاح میں یہ معافی بھی آ گئی تو اس کے وقوع کے بعد تو یہ شرعاً صحیح ہوگئی اس لیے مقبول ہوگئی) ۲۰

مولانا مفتی محمد شفیعؒ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی ان آیات میں تعدد ازواج کے مسائل پر علمی بحث کی ہے جس کا تذکرہ آئندہ سطور میں کیا جارہا ہے آپ فرماتے ہیں!

زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں جو شکل وصورت سے اچھی سمجھی جاتیں یا ان کی ملکیت میں کوئی مال و جائداد ہوتی تو ان کے اولیاء ایسا کرتے تھے کہ خود ان سے نکاح کرتے یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کردیتے تھے، جو چاہا کم سے کم مہر مقرر کردیا، اور جس طرح چاہا ان کو رکھا، کیونکہ وہی ان کے ولی اور نگراں ہوتے تھے، ان کا باپ موجود نہ ہوتا تھا جو ان کے حقوق کی پوری نگرانی کرسکتا اور ان کی ازدواجی زندگی کے ہر پہلو پر نظر اور فلاح و بہبود کا مکمل انتظام کرکے ان کا نکاح کردیتا۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی، اور اس کا ایک باغ تھا جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خود اپنا نکاح کرلیا، اور بجائے اس کے کہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دیتا اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا۔ (سورۃ النساء:۳)

آگے مولانا موصوف اقوام عالم میں تعدد ازواج کے رواج کا تذکرہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ:

ایک مرد کے لئے متعدد بیویاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا، عرب، ہندوستان، ایران، مصر، بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازدواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا، دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا، بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکماء خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں، مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل (عہدنامہ قدیم و جدید) کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں، بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے۔

اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔

اسی طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز رکھتی ہے، اور اس سے دس دس، تیرہ تیرہ ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں جو مذہب اور قانون عفت اور عصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو اور زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو اس کے لئے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازواج کے اجازت دے اس میں زنا کاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے اس کا بھی علاج ہے، اگر اس کی اجازت نہ ہو تو داشتہ اور پیشہ ور کسبی عورتوں کی افراط ہوگی یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازواج کی اجازت نہیں ان میں زنا کی کثرت ہے، یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے ان کے یہاں تعدد ازواج پر پابندی ہے، مگر بطور دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی اجازت ہے، کیا تماشہ ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز۔

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی رسم بغیر تحدید کے رائج تھی، ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی نہ یہود و نصاریٰ نے، نہ ہندوؤں اور نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر تحدید کے جاری رہی، لیکن اس غیر محدود کثرت ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں نکاح کر لیتے تھے، مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے، اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھیں۔

پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں ان میں عدل و مساوات کا کہیں نام و نشان نہ تھا، جن سے دل بستگی ہوئی اس کو نوازا گیا، جس سے رخ پھر گیا اس کے کسی حق کی پرواہ نہیں اسلام نے تعدد ازواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل و مساوات کا قانون جاری کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا، تعدد ازواج پر پابندی لگائی، اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا، اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں ان میں مساوات حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کی خلاف ورزی پر وعید شدید سنائی آیت مذکورہ میں ارشاد ہوا:

فانکحوا ما طاب لکم ...... یعنی جو حلال عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر سکتے ہو، دو دو، تین تین، چار چار۔

آیت میں ماطاب کا لفظ آیا ہے، حسن بصریؒ، ابن جبیرؒ اور ابن مالکؒ نے ماطاب کی تفسیر ماحل سے فرمائی ہے یعنی جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔

اور بعض حضرات نے ماطاب کے لفظی معنی کے اعتبار سے پسندیدہ کا ترجمہ کیا ہے مگر ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں، یہ مراد ہو سکتی ہے کہ جو عورتیں طبعی طور پر تمہیں پسند ہوں اور تمہارے لیے شرعاً حلال بھی ہوں۔

اس آیت میں ایک طرف تو اس کی اجازت دی گئی کہ ایک سے زائد دو، تین، چار عورتیں نکاح میں کر سکتے ہیں، دوسری طرف چار کے عدد تک پہنچا کر یہ پابندی بھی عائد کر دی

کہ چار سے زائد عورتیں بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتیں۔

رسول کریم ﷺ کے بیان نے اس قرآنی تخصیص اور پابندی کو اور زیادہ واضح کر دیا اس آیت کے نزول کے بعد ایک شخص غیلان بن اسلمہ ثقفی مسلمان ہوئے اس وقت اس کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئیں تھیں، رسول کریم نے حکم قرآن کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کریں، باقی کو طلاق دے کر آزاد کریں، غیلان بن اسلمہ ثقفی نے حکم کے مطابق چار عورتیں رکھ کر باقی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ مسند احمد میں اسی روایت کے تکملہ میں ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے۔

غیلان بن اسلمہ نے حکم شرعی کے مطابق چار عورتیں رکھ لی تھیں مگر فاروق اعظم کے زمانہ خلافت میں انھوں نے ان کو بھی طلاق دیدی، اور اپنا کل مال و سامان اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ملی، تو ان کو حاضر کر کے فرمایا کہ تم نے ان عورتوں کو اپنی میراث سے محروم کرنے لئے یہ حرکت کی ہے جو سراسر ظلم ہے، اس لئے فوراً ان کی طلاق سے رجعت کرو اور اپنا مال بیٹوں سے واپس لو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو کہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔

قیس بن الحارث اسدیؓ فرماتے ہیں کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں میں نے رسول کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی کو طلاق دیدو۔ (ابوداؤد)

اور مسند امام شافعی میں نوفل بن معاویہؓ دیلمی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں، آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی ایک عورت کو طلاق کا حکم دیا، رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے اس تعامل سے آیت قرآنی کی مراد بالکل واضح ہو گئی، کہ چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

حضور اقدس ﷺ کی ذات والا صفات سراپا رحمت و برکت ہے، تبلیغ احکام اور تزکیۂ نفوس اور ابلاغ قرآن آپ کا سب سے بڑا مقصد بعثت تھا، آپؐ نے اسلام کی تعلیمات کو قولاً و

عملاً دنیا میں پھیلا دیا، یعنی آپؐ بتاتے بھی تھے اور کرتے بھی تھے پھر چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبیؐ کی رہبری کی ضرورت نہ ہو نماز با جماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات، آل و اولاد کی پرورش اور پاخانہ پیشاب اور طہارت تک کے بارے میں آپؐ کی قولی اور فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھرپور نہیں، اندرونِ خانہ کیا کیا کام کیا، بیویوں سے کیسے میل جول رکھا، اور گھر میں آ کر مسائل پوچھنے والی خواتین کو کیا کیا جواب دیا، اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواج مطہرات کے ذریعہ ہی امت کو رہنمائی ملی ہے، تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ کے لئے کثرت ازواج ایک ضروری امر تھا صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکام و مسائل، اخلاق و آداب اور سیرت نبویؐ سے متعلق دو ہزار دو سو دس روایات مروی ہیں جو کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر تک پہنچی ہوئی ہے، حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ اگر ام سلمٰی کے فتاویٰ جمع کئے جائیں جو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دیئے ہیں تو ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کا روایت، درایت اور فقہ و فتاویٰ میں جو مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہیں، ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے، حضور اقدس کی وفات کے بعد مسلسل اڑتالیس سال تک علم دین پھیلایا۔

انبیاء اسلام کے مقاصد بلند اور پورے عالم کی انفرادی اور اجتماعی، خانگی اور ملکی اصلاحات کی فکروں کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جانیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کر سکتے ہیں اسی کے نتیجے میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین اور مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخر عالم ﷺ کے تعدد ازدواج کو ایک خالص جنسی اور نفسیاتی خواہش کی پیداوار قرار دیا ہے اگر حضور اقدس ﷺ کی سیرت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایک ہوشمند منصف مزاج کبھی بھی آپ کی کثرت ازدواج کو اس پر محمول نہیں کر سکتا۔

آپ ﷺ کی معصوم زندگی قریش مکہ کے سامنے اس طرح گزری کہ پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحب اولاد بیوہ (جس کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کر کے عمر

کے پچیس سال تک انہی کے ساتھ گزارہ کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ گھر چھوڑ کر غار حرا میں مشغول عبادت رہتے تھے دوسرے نکاح جتنے ہوئے پچاس سالہ عمر شریف کے بعد ہوئے یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوان شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا کبھی کسی دشمن کو بھی آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقویٰ و طہارت کو مشکوک کر سکے، آپ ﷺ کے دشمنوں نے آپ ﷺ پر ساحر، شاعر، مجنون، کذاب، مفتری جیسے الزامات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی اور نفسانی جذبات کی بے راہ روی سے ہو۔

ان حالات میں کیا یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ جوانی کے پچاس سال اس زہد و تقویٰ اور لذائذ دنیا سے یکسوئی میں گذارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا جس نے آخر عمر میں آپ کو متعدد نکاحوں پر مجبور کیا اگر دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ اسکے سوا نہیں بتلائی جا سکتی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اس کثرت ازدواج کی حقیقت کو بھی سن لیجئے کہ کس طرح وجود میں آئی۔

پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہؓ آپ کی زوجہ رہیں ان کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا مگر حضرت سودہ تو آپ کے گھر تشریف لے آئیں اور حضرت عائشہ صغرسنی کی وجہ سے اپنے والد کے گھر ہی رہیں پھر چند سال بعد ۲ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی اس وقت آپ کی عمر چون سال ہو چکی ہے اور دو بیویاں اس عمر میں آ کر جمع ہوئیں ہیں یہاں سے تعدد ازدواج کا معاملہ شروع ہوا۔ اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا اور صرف اٹھارہ ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں پھر ۴ھ حضرت ام سلمہؓ سے نکاح ہوا پھر ۵ھ میں حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون سال ہو چکی تھی اور اتنی بڑی عمر میں آ کر چار بیویاں جمع ہوئیں، حالانکہ امت کو جس وقت چار بیویوں کی اجازت ملی تھی اس وقت ہی آپ ﷺ کم از کم چار نکاح کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا ان کے بعد ۶ھ میں حضرت جویریہؓ سے

اور ۷ھ میں حضرت ام حبیبہؓ سے اور پھر ۷ھ میں حضرت صفیہؓ سے پھر اسی سال حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا۔

خلاصہ کلام یہ کہ چون سال کی عمر تک آپ ﷺ نے ایک بیوی کے ساتھ گذارہ کیا، یعنی پچیس سال حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اور چار پانچ سال حضرت سودہؓ کے ساتھ گزارے، پھر اٹھاون سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی ازواج مطہرات دو تین سال کے اندر حرم نبوت میں آئیں۔

اور یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ ان سب بیویوں میں صرف ایک ہی عورت ایسی تھیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا، یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کے علاوہ باقی سب ازواج مطہرات بیوہ تھیں جن میں بعض کے دو دو شوہر پہلے گذر چکے تھے، اور یہ تعداد بھی آخر عمر میں آکر جمع ہوتی ہے صحابہ مرد اور عورت سب آپ پر جاں نثار تھے، اگر آپ چاہتے تو سب بیویاں کنواریں جمع کر لیتے، بلکہ ہر ایک ایک دو دو مہینہ کے بعد ... بدلنے کا بھی موقع تھا، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔

نیز یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی تھے، نبی صاحب ہوا و ہوس نہیں ہوتا جو کچھ کرتا ہے اذن الٰہی سے کرتا ہے، نبی ماننے کے بعد ہر اعتراض ختم ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص آپ کو... نبی ہی نہ مانے اور یہ الزام لگائے کہ آپ ﷺ نے محض شہوت پرستی کی وجہ سے اپنے لیے کثرت ازواج کو جائز رکھا تھا تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ اپنے حق میں کثرت ازدواج کے معاملے میں اس پابندی کا اعلان کیوں فرماتے جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت لاتحل لک النساء من بعد میں موجود ہے اپنے حق میں اس پابندی کا اعلان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا اپنے رب کے اذن سے کیا۔

تعدد ازواج کی وجہ سے تعلیمی اور تبلیغی فوائد جو امت کو حاصل ہوئے، اور جو احکام امت تک پہنچے اس کی جزئیات اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کا احصاء دشوار ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کے شوہر حضرت ابوسلمہ کی وفات کے بعد آپ نے ان سے نکاح

کرلیا تھا، وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ آپؐ کے گھر تشریف لائیں ان کے بچوں کی آپ نے پرورش کی اور اپنے عمل سے بتادیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہئے، آپؐ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ملتی، ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک بار آپؐ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالے میں ہر جگہ ہاتھ ڈالتا تھا، آپؐ نے فرمایا:

سمّ اللہ و کل بیمینک و کل مماّ یلیک

اللہ کا نام لے کر کھا، داہنے ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا۔

حضرت جویریہؓ ایک جہاد میں قید ہوکر آئی تھیں، دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آگئیں، اور ثابت بن قیس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں ان کو لگا دیا گیا، لیکن انھوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کرلیا کہ اتنا اتنا مال تم کو دے دونگی مجھے آزاد کردو، یہ معاملہ کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور مالی امداد چاہی، آپ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں، انھوں نے بخوشی منظور کرلیا، تب آپؐ نے ان کی طرف سے مال ادا کرکے نکاح فرمالیا، ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہ کی ملکیت میں آچکے تھے کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہوکر آئے تھے جب صحابہ کو پتہ چلا کہ جویریہ آپؐ کے نکاح میں آگئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کردیئے سبحان اللہ، صحابہ کرام کے ادب کی کیا شان تھی اس جذبے کے پیش نظر کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ کے سسرال والے ہوگئے ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں، سب کو آزاد کردیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں:

فلقد اعتق بتزویجه ایّاها مائة اهل بیت من بنی المصطلق فما اعلم امرأة اعظم برکة علی قومها منها.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جویریہؓ سے نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے، میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ابتداء اسلام ہی میں مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے قافلہ کے دوسرے افراد کے ساتھ حبشہ چلے گئے تھے وہاں ان کا شوہر نصرانی ہوگیا اور چند دن بعد مرگیا، آنحضرت ﷺ نے نجاشی کے واسطہ سے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، جسے انھوں نے قبول کرلیا اور وہیں حبشہ میں نجاشی ہی نے آنحضرتؐ کے ساتھ ان کا نکاح کردیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی صاحب زادی تھیں اور حضرت ابوسفیان اس وقت اس گروہ کے سرخیل تھے جس نے اسلام دشمنی کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا اور وہ مسلمانوں کو اور پیغمبر خدا ﷺ کو اذیت دینے اور انھیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، جب ان کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو بلا اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

هو الفحل الا يجدع انفه

محمد ﷺ جوان مرد ہیں ان کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی۔

مطلب یہ کہ وہ بلند ناک والے معزز ہیں ان کو ذلیل کرنا آسان نہیں، ادھر تو ہم ان کو ذلیل کرنے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی۔

غرض اس نکاح نے ایک نفسیاتی جنگ کا اثر کیا اور اسلام کے مقابلے میں کفر کے قائد کے حوصلے پست ہوگئے، اس نکاح کی وجہ سے جو سیاسی فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ خدا کے مدبر اور حکیم رسول ﷺ نے اس فائدہ کو ضرور پیش نظر رکھا ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں: یہ چند باتیں لکھی گئی ہیں ان کے علاوہ سیرت پر عبور رکھنے حضرات کو بہت کچھ حکمتیں آپؐ کے تعددِ ازدواج میں مل سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چار بیویوں تک کی اجازت دے کر فرمایا:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو، یا جو کنیز شرعی اصول کے مطابق تمہاری ملک ہو اس سے گزارہ کرلو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ سے نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کرسکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے، زمانہ جاہلیت میں یہ ظلم عام تھا کہ ایک ایک شخص کئی کئی بیویاں رکھ لیتا تھا جس کا ذکر چند احادیث کے حوالے سے اس آیت کے ضمن میں پہلے گزرا ہے، اور بیویوں کے حقوق میں مساوات اور عدل کا مطلق خیال نہ تھا، جس کی طرف زیادہ میلان ہوگیا اس کو ہر حیثیت سے نوازنے اور خوش رکھنے کی فکر میں لگ گئے اور دوسری بیویوں کے حقوق نظر انداز کرڈالتے، قرآن کریم نے صاف صاف فرمادیا کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی رکھو، یا کنیز سے گزارہ کرلو۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مملوک کنیز جس کا ذکر آیت میں ہے اس کی خاص شرائط ہیں جو عموماً آج کل مفقود ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اگر چہ قرآن کریم نے چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دے دی اور اس حد کے اندر جو نکاح کیے جائیں گے وہ صحیح اور جائز ہوں گے لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل و مساوات قائم رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے اس لیے جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں، اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے اس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ چار سے زائد عورتوں سے کسی نے بیک وقت یعنی ایک ہی ایجاب و قبول میں نکاح کرلیا تو وہ نکاح سرے سے باطل ہے، کیونکہ چار سے زائد نکاح کا کسی کو حق نہیں اور چار کے اندر جو نکاح کیے جائیں وہ نکاح تو بہر حال ہوجائیں گے لیکن بیویوں میں

عدل و مساوات قائم نہ رکھی تو سخت گناہ ہوگا اور جس کی حق تلفی ہو رہی ہو قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر کے اپنا حق وصول کر سکے گی۔

رسول کریم ﷺ نے سب بیویوں کے درمیان پوری مساوات و عدل کی سخت تاکید فرمائی ہے اور اس کے خلاف کرنے پر سخت وعیدیں سنائی ہیں اور خود اپنے عمل کے ذریعہ بھی اس کو واضح فرمایا ہے بلکہ رسول کریم ﷺ تو ان معاملات میں بھی مساوات فرماتے تھے جن میں مساوات لازم نہیں۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری اور انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں، مثلاً نفقہ میں برابری، شب باشی میں برابری۔ رہا وہ امر جو انسان کے اختیار میں نہیں مثلاً قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو جائے، تو اس غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں، بشرطیکہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے، رسول کریم ﷺ نے خود بھی اختیاری معاملات میں پوری مساوات قائم فرمانے کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک

یا اللہ یہ میری برابر والی تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں اور وہ چیز جو آپ کے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں ہے اُس پر مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ جس کام پر ایک رسول معصوم بھی قادر نہیں اس پر کوئی دوسرا کیسے قادر ہو سکتا ہے اس لیے قرآن کریم کی دوسری آیت میں اس غیر اختیاری معاملہ کا ذکر اس طرح فرمایا:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ

عورتوں کے درمیان تم پوری برابری ہرگز نہ کرسکو گے۔

جس میں بتلا دیا کہ میلان قلب اور محبت ایک غیر اختیاری معاملہ ہے اس میں برابری کرنا انسان کے بس میں نہیں، لیکن آگے اس غیر اختیاری معاملہ کی اصلاح کے لیے بھی ارشاد فرمایا:

فلا تمیلو کل المیل ۔یعنی اگر کسی ایک بیوی سے زیادہ محبت ہو تو اس میں تو تم معذور ہو لیکن دوسری بیوی سے کلی بے اعتنائی اور بے توجہی اس حالت میں بھی جائز نہیں۔ اس آیت کے جملے **فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ** میں جس عدل و مساوات کا بیان ہے یہ وہی امور اختیاریہ کا عدل ہے کہ اس میں بے اعتدالی گناہ عظیم ہے اور جس شخص کو اس گناہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو اس کو یہ ہدایت کی گئی کہ ایک سے زائد نکاح نہ کرے۔ [۲۱]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں تعدد ازدواج کے مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ (سورۃ النساء:۳)

اور اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو، دو تین تین، چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔

اس کے تین مفہوم اہل تفسیر نے بیان کیے ہیں:

۱- حضرت عائشہ اس کی تفسیر میں فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں ان کے مال اور ان کے حسن و جمال کی وجہ سے، یا اس خیال سے

کہ ان کا کوئی سرپرست تو ہے نہیں، جس طرح ہم چاہیں گے دبا کر رکھیں گے، وہ ان کے ساتھ خود نکاح کر لیتے تھے اور پھر ان پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتیں دنیا میں موجود ہیں ان میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان کے ساتھ نکاح کر لو۔

۲- ابن عباس اور ان کے شاگرد عکرمہ اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد نہ تھی ایک شخص دس دس بیویاں کر لیتا تھا اور جب اس کثرت ازدواج سے مصارف بڑھ جاتے تھے تو مجبور ہو کر اپنے یتیم بھتیجوں، بھانجوں اور دوسرے بے بس عزیزوں کے حقوق پر دست درازی کرتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لیے چار کی حد مقرر کر دی اور فرمایا کہ ظلم و بے انصافی سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ایک سے لے کر چار تک اتنی بیویاں کرو جن کے ساتھ تم عدل پر قائم رہ سکو۔

۳- سعید بن جبیر اور قتادہ اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جہاں تک یتیموں کا معاملہ ہے اہل جاہلیت بھی ان کے ساتھ بے انصافی کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے لیکن عورتوں کے معاملے میں ان کے ذہن عدل و انصاف کے تصور سے خالی تھے جتنی چاہتے تھے شادیاں کر لیتے تھے اور پھر ان کے ساتھ ظلم و جور سے پیش آتے تھے اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو عورتوں کے ساتھ بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو اول تو چار سے زیادہ نکاح ہی نہ کرو اور اس چار کی حد میں بھی بس اتنی ہی بیویاں رکھو جن کے ساتھ انصاف کر سکو۔

آیت کے الفاظ ان تفسیروں کے محتمل ہیں اور عجیب نہیں کہ تینوں مفہوم مراد ہوں نیز اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر یتیموں کے ساتھ ویسے انصاف نہیں کر سکتے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جن کے ساتھ یتیم بچے ہیں۔

فإن خفتم الا تعدلوا فواحدة

اس بات پر فقہاء امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کی رو سے تعدد ازدواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو ممنوع کر دیا گیا ہے۔ روایات سے بھی اس

کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ طائف کا رئیس غیلان جب اسلام لایا تو اس کے دس بیویاں تھیں نبی ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ان میں سے چار عورتیں اختیار کر لیں۔

نیز یہ آیت تعدد ازدواج کے جواز کو عدل کی شرط سے مشروط کرتی ہے، جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا مگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے جواز سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ دغا بازی کرتا ہے۔ حکومت اسلامی کی عدالتوں کو حق حاصل ہے کہ جس بیوی یا جن بیویوں کے ساتھ وہ انصاف نہ کر رہا ہو ان کی دادرسی کریں۔

بعض لوگ اہل مغرب کی مسیحیت زدہ رائے سے مغلوب و مرعوب ہو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کا اصل مقصد تعدد ازدواج کے طریقے کو (جو مغربی نقطۂ نظر سے فی الاصل برا طریقہ ہے) مٹا دینا تھا مگر چونکہ یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پا چکا تھا اس لیے اس پر صرف پابندیاں عائد کر کے چھوڑ دیا گیا لیکن اس قسم کی باتیں دراصل محض ذہنی غلامی کا نتیجہ ہیں تعدد ازدواج کا فی نفسہ ایک برائی ہونا بجائے خود نا قابل تسلیم ہے کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے، حصارِ نکاح سے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگتے ہیں جس کے نقصانات تمدن و اخلاق کے لیے اس سے بہت زیادہ ہیں جو تعدد ازدواج سے پہنچ سکتے ہیں اسی لیے قرآن نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دی ہے جو اس کی ضرورت محسوس کریں۔ تاہم جن لوگوں کے نزدیک تعدد ازدواج فی نفسہ ایک برائی ہے ان کو یہ اختیار تو ضرور حاصل ہے کہ چاہیں تو قرآن کے برخلاف اس کی مذمت کریں اور اسے موقوف کر دینے کا مشورہ دیں۔ لیکن یہ حق انہیں نہیں پہنچتا کہ اپنی رائے کو خواہ مخواہ قرآن کی طرف منسوب کریں۔ کیونکہ قرآن نے صریح الفاظ میں اس کو جائز ٹھہرایا ہے اور اشارۃً و کنایۃً بھی اس کی مذمت میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ فی الواقع وہ اسے مسدود کرنا چاہتا تھا۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ
الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

غَفُوراً رَّحِیماً. (النساء:۱۲۹)

بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے لہٰذا (قانونِ الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو۔ اگر تم اپنا طرزِ عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی تمام حالات میں تمام حیثیت سے دو یا زائد بیویوں کے درمیان مساوات نہیں برت سکتا۔ ایک خوبصورت ہے اور دوسری بدصورت، ایک جوان ہے اور دوسری سن رسیدہ، ایک دائم المرض ہے اور دوسری تندرست، ایک بدمزاج ہے اور دوسری خوش مزاج اور اسی طرح کے دوسری تفاوت بھی ممکن ہیں جن کی وجہ سے ایک بیوی کی طرف طبعاً آدمی کی رغبت کم اور دوسری کی طرف زیادہ ہو سکتی ہے، ایسی حالتوں میں قانون یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ محبت و رغبت اور جسمانی تعلق میں ضرور ہی دونوں کے درمیان مساوات رکھی جائے بلکہ صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب تم بے رغبتی کے باوجود ایک عورت کو طلاق نہیں دیتے اور اس کو اپنی خواہش یا خود اس کی خواہش کی بنا پر بیوی بنائے رکھتے ہو تو اس سے کم از کم اس حد تک تعلق ضرور رکھو کہ وہ عملاً بے شوہر ہو کر نہ رہ جائے ایسے حالات میں ایک بیوی کی بہ نسبت دوسری کی طرف میلان زیادہ ہونا تو فطری امر ہے لیکن ایسا بھی نہ ہونا چاہیے کہ دوسری یوں معلق ہو جائے گویا اس کا کوئی شوہر نہیں ہے۔

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن ایک طرف عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور دوسری طرف عدل کو ناممکن قرار دے کر اس اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نتیجہ نکالنے کے لیے اس آیت میں کوئی گنجائش نہیں ہے، اگر صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا گیا ہوتا کہ ''تم عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے'' تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا تھا، مگر اس کے بعد ہی جو یہ فرمایا گیا کہ ''لہٰذا ایک بیوی کی طرف بالکل نہ جھک پڑو''، اس فقرے نے کوئی موقع اس مطلب کے لیے باقی نہیں چھوڑا جو مسیحی یورپ کی

تقلید کرنے والے حضرات اس سے نکالنا چاہتے ہیں۔ ۲۲

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر میں تعدد ازدواج پر بحث کی اور فرمایا:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا۔ (سورۃ النساء:۳)

اور (دیکھو) اگر (تم نکاح کرنا چاہو اور) تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (انہیں اپنے نکاح میں نہ لاؤ بلکہ) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، (یعنی دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں نکاح کر لو ایک وقت میں) دو دو، تین تین، چار چار تک کر سکتے ہو (بشرطیکہ ان میں انصاف کر سکو یعنی سب کے حقوق ادا کر سکو) اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر چاہیے کہ ایک بیوی سے زیادہ نہ کرو یا پھر جو عورتیں (لڑائی کے قیدیوں میں سے) تمہارے ہاتھ آ گئی ہیں (انہیں بیوی بنا کر رکھو) بے انصافی سے بچنے کے لیے ایسا کرنا زیادہ قرینِ ثواب ہے (بمقابلے اس کے کہ یتیم لڑکیوں کے حقوق کے لیے اللہ کے حضور جواب دہ ہو)۔

موصوف فرماتے ہیں کہ ضمناً نکاح کا حکم کہ اگر ایک مرد استطاعت رکھتا ہو اور چاہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھے تو چار تک رکھ سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انصاف کرے یعنی سب کے ساتھ یکساں سلوک کرے اگر اندیشہ ہو کہ انصاف نہیں کر سکے گا تو پھر ایک سے زیادہ نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

غَفُوراً رَّحِيماً. (النساء:۱۲۹)

اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اور تم اپنی طرف سے کتنے ہی خواہش مند ہو لیکن یہ بات تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ (ایک سے زیادہ) عورتوں میں (کامل طور پر) عدل کر سکو (کیونکہ دل کا قدرتی کھنچاؤ تمہارے بس کا نہیں کسی کی طرف زیادہ کھنچے گا کسی کی طرف کم) پس ایسا نہ کرو کہ کسی ایک طرف جھک پڑو اور دوسری کو (اس طرح) چھوڑ بیٹھو گویا ''معلقہ'' ہے (یعنی ایسی عورت ہے کہ نہ تو بیوہ اور نہ طلاق دی ہوئی ہے کہ اپنا دوسرا انتظام کرے نہ شوہر ہی اس کا حق ادا کرتا ہے کہ شوہر والی عورت کی طرح ہو، بیچ میں لٹک رہی ہے) اور (دیکھو) اگر تم (عورتوں کے معاملے میں) درستگی پر رہو اور (بے انصافی سے) بچو تو اللہ بخشنے والا، رحمت رکھنے والا ہے۔

عرب جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر یتیم لڑکی خوب صورت اور مال دار ہوتی تو اس کا سرپرست اس کے مال پر قبضہ کر لینے کے لیے خود نکاح کر لیتا اگر خوب صورت نہ ہوتی تو دوسرے سے نکاح کرا دیتا مگر اس شرط پر کہ اس کے مال کا ایک حصہ اسے مل جائے یا اس کا مہر خود لے لے یا پھر یتیم لڑکیوں کا نکاح ہی نہ ہونے دیتے تا کہ شوہر کے یہاں جا کر اپنے مال کا مطالبہ نہ کر سکیں۔

۱- قرآن نے اس ظلم صریح سے سورت کی ابتدا میں بھی روکا تھا، یہاں بھی مزید تاکید کی، پیرایۂ بیان سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جس بات سے روکا گیا ہے وہ یتیم لڑکیوں کی حق تلفی ہے اگر سرپرست کی نیت بخیر ہو تو اس کے لیے خود نہ نکاح کر لینا ویسے ممنوع نہیں۔

۲- پہلے بار بار اس بات سے روکا گیا تھا کہ بیوی کے مال پر قبضہ کرنے کے لیے زبردستی نہ کرو یہاں بتایا گیا کہ اگر ایک عورت شوہر کو اپنے سے پھرا ہوا دیکھے اور اسے خوش کرنے کے لیے اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے اور میاں بیوی اس پر میل ملاپ کر لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جبراً مال لینا نہیں ہوا، باہمی رضامندی سے مصالحت کر لینا ہے۔

۳- ایک سے زیادہ بیوی کرنے کی صورت میں عدل کی جو شرط لگائی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ

نہیں ہے کہ تمہاری طبیعت کا قدرتی میلان بھی سب کے ساتھ یکساں رہے، کیونکہ ایسا کرنا تمہاری طاقت سے باہر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جتنی باتیں تمہارے اختیار میں ہیں ان میں سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو اور کسی ایک ہی کی طرف جھک نہ پڑو، مثلاً سب کو ایک طرح کا مکان دو، ایک طرح کا لباس پہناؤ، ایک ہی طرح کھانے پینے کا انتظام کرو، ایک ہی طرح پر رہو سہو اور شب باش ہو اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان باتوں میں عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک سے زیادہ بیوی نہ کرو۔ ۲۳

محمد تقی عثمانی

مولوی جسٹس محمد تقی عثمانی نے بھی تعدد ازدواج کے موضوع پر قلم اٹھایا اور تفصیلی بحث کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً. (النساء:۳)

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (دوسری) عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرات صحابہ و تابعین کے چند اقوال بھی ہم یہاں ذکر کیے دیتے ہیں تا کہ بات پوری وضاحت سے سمجھ میں آسکے۔

(۱) اس آیت میں یتیموں کے سرپرستوں سے خطاب ہے کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم اپنی زیر سرپرستی عورتوں سے نکاح کر کے ان کے مہر اور دوسرے معاملات میں ان سے انصاف نہ کر سکو گے تو تم ان سے نکاح نہ کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسرے اجنبی عورتوں سے نکاح کرو جن میں سے چار عورتوں تک کا نکاح تمہارے لیے اللہ نے حلال قرار

دیا ہے، بشرطیکہ تم ان کے درمیان عدل سے کام لو، مذکورہ ترجمہ اسی تفسیر کے مطابق ہے اور یہ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ ۲۴

(۲) اہل عرب دس دس عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ لیتے تھے پھر جب انہیں مصارف دیتے دیتے مفلس ہوجاتے تو جو یتیم ان کی سرپرستی میں ہوتے تھے ان کے مال میں سے خود خرچ کرنے لگتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں یتیموں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو (زیادہ عورتوں سے شادی نہ کرو) بلکہ زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے شادی کرو، (تاکہ مصارف کی زیادتی یتیموں کی حق تلفی کا سبب نہ بنے)۔
یہ تفسیر امام المفسرین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ۲۵

(۳) بعض اہل عرب یتیموں کی حق تلفی کے بارے میں سخت ترین احکام نازل ہونے کے بعد ان کی حق تلفی سے تو بہت ڈرنے لگے تھے اور اس سلسلے میں احتیاط برتتے تھے مگر دس دس عورتیں ان کے نکاح میں ہوتیں ان کے درمیان عدل و انصاف نہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم یتیموں کی حق تلفی سے ڈرتے ہو (تو عورتوں کی حق تلفی سے بھی ڈرو) اور دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے زیادہ شادی نہ کرو، پھر اگر ان میں بھی یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔
یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت سدیؒ، حضرت قتادہؒ اور حضرت ضحاکؒ سے منقول ہے۔ ۲۶

یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ تفسیریں باہم متعارض ہیں، کیونکہ درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے انہیں معلوم تھا کہ بہت سے لوگ تو محض اپنی زیر سرپرستی یتیم عورتوں کے مال و دولت اور حسن و جمال کی خاطر ان سے نکاح کر لیتے ہیں پھر عام بیویوں کی طرح ان کے تمام حقوق ادا نہیں کرتے اور کیونکہ کوئی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں ہوتا اس لیے وہ عورتیں کسی طرح انصاف حاصل نہیں کرسکتیں، دوسرے بعض لوگ ایسے ہیں جو دس دس عورتوں سے نکاح کر ڈالتے ہیں، پھر جب ان سب کو مصارف دینے کی وسعت نہیں ہوتی

تو یتیموں کے مال میں خرد برد کرکے ان کا مال بیویوں کو دے دیتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں جو یتیموں کے حقوق کی تو پوری رعایت رکھتے ہیں مگر ساتھ جو دس بیویاں ان کے نکاح میں ہوتی ہیں ان کے حقوق پورے نہیں کرتے، ظاہر ہے کہ یہ سب غلطی پر تھے اور یتیموں اور بیوی میں سے کسی نہ کسی کی حق تلفی ضرور کرتے تھے، ان کو ہدایت پر لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی جامع آیت نازل فرمادی جس سے تمام خرابیوں اور ناہمواریوں کا حل نکل آتا، یتیموں کے حقوق کی رعایت بھی ہوگئی اور بیویوں کے حقوق کی بھی، چار تک نکاح کرنے کی اجازت دیدی گئی تاکہ دولت اور جمال کی وجہ سے اپنی زیر کفالت یتیم عورتوں سے شادی کرنے والے دوسری عورتیں تلاش کرسکیں اور یتیموں کے حقوق کی حفاظت ہوجائے، اور جو لوگ دس یا زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کے بعد کنگال ہوجاتے تھے انہیں ایک ایسی معتدل حد بتلادی کہ اس سے آگے نہ بڑھیں اور غیر معمولی اخراجات کا بار ان پر نہ پڑے، نہ یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے کی نوبت آئے۔

بہرکیف! صحابۂ کرامؓ کی ان تفسیروں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ ایک شخص چار تک شادیاں کرسکتا ہے، ساتھ ہی اسے عدل وانصاف کی تاکید کردی گئی اور یہ ہدایت فرمائی گئی کہ اگر اپنے اوپر کنٹرول نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی پہ اکتفا کرو۔

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد تعدد ازدواج سے متعلق بہت سے شبہات اور غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ سے متعلق بعض حضرات نے آیتوں کی جو غلط تاویلیں پیش کی ہیں انہوں نے سادہ لوح مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کردیا ہے ان کی تفسیر تمام صحابہ، تابعین علماء امت کی تفاسیر کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ وہ حضرات اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

''اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم جوان یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو مذکورہ عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں نکاح کرلو، دو دو عورتوں سے، تین تین سے اور چار چار سے''

اس ترجمہ میں اول تو قرآن کریم کے لفظ ''الیتامیٰ'' کے ساتھ یہ ظلم فرمایا کہ اس سے

مراد صرف ''جوان یتیم لڑکیاں'' اور ''بیوہ عورتیں'' مراد لیں، پھر دوہرا ستم یہ کہ آگے ''النساء'' سے مراد وہی ''مذکورہ عورتیں'' لیں یعنی یتیم لڑکیاں اور بیوہ عورتیں۔

پھر اس کے بعد اس آیت کی ''تفسیر'' میں ارشاد فرمایا:

''اس سے کس طرح چشم پوشی کی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم نے تعدد ازدواج کی اجازت کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ تمہارے معاشرے میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ عدل و انصاف نہ ہوسکنے کا اندیشہ پیدا ہوجائے تو تعدد ازدواج کی اجازت ہے، اصول کا مشہور قاعدہ ہے کہ **اذا فات الشرط فات المشروط** جب شرط ہی نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جاسکتا پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا آج معاشرہ میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کا ایسا کوئی مسئلہ بھی درپیش ہے یا نہیں کہ ان کی خبر گیری اور کفالت بغیر اس کے نہ ہوسکتی ہو، اگر سرے سے یہ سوال ہی درپیش نہیں ہے تو قرآن کریم کی اس اجازت سے ہمیں مستفید ہونے کا حق ہی کیا ہے؟''

مولوی محمد تقی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اول تو اپنی اس ''دماغی اُپج'' کا دارومدار ان حضرات نے اس بات پر رکھا ہے کہ آیت میں ''الیتامیٰ'' اور ''النساء'' سے مراد ایک ہی عورتیں ہیں حالانکہ یہ قرآن کریم پر ایسا صریح اتہام ہے جسے اگر درست مان لیا جائے تو معاذ اللہ لازم آئے گا کہ قرآن کریم کی آیت وضاحت و بلاغت کے معیار سے گر گئی ہے کیونکہ اگر ''النساء'' سے مراد وہی ''یتامیٰ'' عورتیں ہوتیں تو یقیناً یوں کہا جاتا کہ **فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ماطاب لکم منہن** (اگر تمہیں یتیم عورتوں کی حق تلفی کا خوف ہو تو ان میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو) یعنی ''النسا'' کا لفظ ذکر کرنے کے بجائے یتامیٰ کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی، اگر ان کی بات کو درست تسلیم کرلیا جائے تو جب ان عورتوں کا ذکر پہلے آچکا ہے تو اب یہاں صراحۃً ان کا ذکر نہ ہونا چاہیے تھا بلکہ یہ ضمیر کا مقام تھا، اور بلاغت کا مسلمہ اصول ہے کہ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر ذکر کرنا خلافِ فصاحت ہے مثلاً اگر آپ یوں کہیں کہ:

''میرے پاس خالد آیا اور خالد نے مجھ سے کچھ روپے طلب کیے''

تو یہ فصاحت اور نحوی قواعد کے خلاف ہے، کہنا یوں چاہیے کہ ''میرے پاس خالد آیا اور ''اس'' نے مجھ سے کچھ روپے طلب کیے اسی طرح اگر یوں کہا جائے کہ:

''اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کی حق تلفی کا خوف ہو تو تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کرلو''

تو یہ فصاحت کے خلاف ہے، کہنا یوں چاہیے کہ اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کی حق تلفی کا خوف ہو تو تم ''اُن'' سے نکاح کرلو، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو مطلب خبط ہوکر رہ جائے گا، یہاں قرآن کریم نے ایسا نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ اس جگہ ''النساء'' سے مراد مذکورہ عورتیں نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسری عورتیں ہیں، اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو معاذ اللہ کلام خداوندی کا غیر بلیغ ہونا لازم آتا ہے جو بالکل محال اور ناممکن ہے، قرآن تو بار بار یہ چیلنج کرتا ہے کہ کوئی مخلوق اس کلام سے بڑھ کر بلیغ کلام نہیں لاسکتی اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آج تک کسی بڑے سے بڑے ادیب نے بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت پر کبھی انگلی رکھنے کی جرأت نہیں کی۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ''النساء'' کا لفظ استعمال فرمایا؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''النساء'' کا لفظ استعمال کرکے اسی اندیشہ کا ازالہ مقصود تھا کہ کہیں تعدد ازدواج کی اجازت یتیموں کے ساتھ مخصوص نہ سمجھ لی جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عام لفظ استعمال کیا جو یتیم اور غیر یتیم سب کو شامل ہے۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ نے اس آیت کی تفسیر میں واضح الفاظ میں یہ بات فرمادی ہے کہ یہاں ''النساء'' سے مراد یتامیٰ عورتیں نہیں ہیں بلکہ دوسری عورتیں ہیں اس آیت کی شانِ نزول میں جو واقعہ آپ نے بیان فرمایا ہے وہ کسی اور احتمال کی ہر گنجائش ختم کردیتا ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ اس آیت میں تعدد ازدواج کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ یتیموں کی حق تلفی کا خوف ہو، لہٰذا جب یتیموں کا مسئلہ موجود ہو تو تعدد ازواج جائز ہوگا ورنہ نہیں، سو یہ بات اپنے کہنے والے کی عقل و فہم کے بارے میں بہت ہی بری رائے قائم کراتی ہے اس لیے اگر یہ بات درست ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک عورت سے نکاح کرنا بھی اس

وقت تک جائز نہ ہو جب تک کہ یتیموں کی حق تلفی کا مسئلہ درپیش نہ ہو، کیوں کہ جہاں اس آیت میں تعدد ازواج کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے وہاں خود نکاح بھی تو اسی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے وہ خود نکاح بھی تو اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے آیت یوں ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ الخ

اس میں شرط کا پہلا مشروط تو خود نکاح ہی ہے، تعدد ازواج کا ذکر تو بعد میں آیا ہے لہٰذا آپ کے فلسفہ کے مطابق اس آیت کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ ایک نکاح بھی اسی وقت جائز ہوگا جب کہ یتیموں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو، اگر کسی زمانے میں یتیموں کا مسئلہ نہ ہو، یا ہو تو ان کی حق تلفی کا خوف نہ ہو تو آرڈی نینس جاری کر دینا چاہیے کہ کوئی شخص کبھی ایک شادی بھی نہ کرے ورنہ اسے جیل میں ٹھونس دیا جائے گا اس پر جرمانہ کیا جائے گا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

اس کے علاوہ آگے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً

اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی عورت سے (نکاح کرو)۔

اس کا مطلب بقول آپ کے یہ ہوگا کہ ایک عورت سے شادی کرنا اسی وقت جائز ہوگا جب کہ کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ میں زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکوں گا، اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو اور کسی کو اپنے اوپر بھروسہ ہو کہ میں زیادہ عورتوں کے درمیان عدل کرسکوں گا تو پھر اس شخص کے لیے ایک عورت پر اکتفاء کرنا جائز نہ ہونا چاہیے بلکہ چار ہی عورتوں سے شادی کرنا ضروری ہونا چاہیے، کیونکہ قرآن میں ایک عورت سے شادی کرنا بے انصافی کے خوف کے ساتھ مشروط ہے، واذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط ہی نہ رہی تو مشروط بھی نہ رہے گا، لہٰذا اس نقطۂ نظر کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی زمانہ ایسا آجائے جس میں تمام لوگ منصف مزاج ہی ہوں، ظالم کوئی نہ ہو تو اس زمانے میں یہ آرڈی نینس جاری ہوجانا چاہیے کہ کوئی شخص چار سے کم عورتوں سے شادی نہ کرے ورنہ وہ قانون کی نظر میں زبردست مجرم قرار پائے گا،

کیوں کہ جب بے انصافی کا خطرہ ختم ہوگیا تو ایک عورت پر اکتفاء کرنے کا حکم بھی ختم ہوگیا۔

اگر آپ یہ بات تسلیم کرنے کو تیار ہیں تب تو آپ کو بے شک حق ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت کو یتیموں کی حق تلفی کے خوف کے ساتھ مشروط کردیں، لیکن اگر آپ یہ باتیں تسلیم نہیں فرماتے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ تعدد ازدواج کو تو آپ اس کے شرط کے ساتھ مشروط کرتے ہیں اور اسی میں نکاح پر جو شرط لگی ہوئی ہے اسے مہمل چھوڑ دیتے ہیں اور اسی کے آگے ایک عورت پر اکتفاء کرنا جس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے اس شرط کو بھی آپ کالعدم قرار دیتے ہیں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر تو یہ پابندی لگادیتے ہیں کہ وہ یتیموں کے مسئلہ کے ساتھ مخصوص ہے اور ایک عورت سے شادی کرنے کو مشروط قرار نہیں دیتے حالانکہ قرآن کریم میں جہاں تعدد ازواج سے پہلے ایک شرط مذکور ہے وہاں خود نکاح اور ایک شادی کرنے کے اکتفاء پر بھی شرطیں لگی ہوئی ہیں:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً

اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو، تو ایک عورت سے شادی کرو۔

اگلی سطور میں مولانا اس مسئلہ کی علمی حقیقت سمجھاتے ہیں کہ **اذا فات الشرط فات المشروط** کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ قاعدہ اپنا عمل کہاں دکھاتا ہے؟ جہاں تک اس قاعدے کا تعلق ہے وہ تو بلاشبہ اپنی جگہ پر درست ہے لیکن یہ قاعدہ اول تو کلیہ نہیں پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر ایک جملہ ماقبل آئی ہوئی شرط کا مشروط اور جزاء معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت وہ اس کی جزاء نہیں ہوتی بلکہ اس کی اصلی جزاء محذوف ہوتی ہے، نحو کی اصطلاح میں ایسے جملے کو ''دال برجزاء'' کہا جاتا ہے، اس کی مثالیں قرآن کریم میں بے شمار ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

حضرت عیسیٰ اپنی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے فرماتے ہیں:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

(اے اللہ) اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

کیا کوئی عقلمند اس کا یہ مطلب لے سکتا ہے کہ اگر آپ عذاب نہ دیں تو (معاذ اللہ) یہ آپ کے بندے نہیں یا اگر آپ ان کی مغفرت نہ فرمائیں تو (معاذ اللہ) آپ عزیز وحکیم نہیں، ظاہر ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہر حال میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم بھی ہر حال میں ہیں۔

اسی طرح ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ (تحریم)

اگر تم محمدؐ کے خلاف جمع ہوجاتی ہو تو اللہ ان کے مالک ہیں۔

کیا کوئی شخص اس سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر تم جمع نہ ہو تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ آپؐ کے مولیٰ نہیں'' حالانکہ اگر وہی شرط ومشروط کی سطحی منطق چلائی جائے تو اس کا مطلب یہی نکلے گا۔

یہ دونوں مثالیں تو وہ تھیں جن میں **اذا فات الشرط فات المشروط** کا قاعدہ عمل نہیں دکھا رہا، اب وہ مثال دیکھیے جہاں اصلی جزاء محذوف ہے اور وہ واقعی شرط کے ساتھ مشروط ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک عورت سے نکاح کرلو۔

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اگر بے انصافی کا خوف نہ ہو تو ایک عورت سے نکاح جائز نہیں، بلکہ اس میں کسی کو انکار نہیں کہ یہاں اصل جزاء محذوف ہے اصل میں یوں تھا:

فان خفتم الاتعدلوا فلا تنكحوا مثنى وثلاث ورباع بل فانكحوا واحدة.

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو دو یا تین یا چار سے نکاح نہ کرو بلکہ ایک ہی سے نکاح کرلو۔

یہاں جو خط کشیدہ الفاظ محذوف نکالے گیے ہیں وہ درحقیقت شرط کے ساتھ مشروط ہیں اور وہی اصل میں جزاء ہیں، یہ مشروط یقیناً ماقبل کی شرط پر مرتب ہے، ایک سے زیادہ شادیاں کرنا ایک شخص کے لیے اسی وقت ممنوع ہوتا ہے جب اسے بے انصافی کا اندیشہ ہو، اگر

بے انصافی کا اندیشہ نہ ہو تو ایک سے زیادہ شادیاں کرنا جائز ہے، رہا آگے کا جملہ ''فواحدۃ'' سو وہ ماقبل کی شرط کے ساتھ مشروط نہیں، اسی لیے ایک عورت سے شادی کرنا ہر حال میں جائز ہے خواہ زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کا خوف ہو یا نہ ہو۔

بالکل یہی بات اس سے پہلے کی آیت میں ہے جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے، کہ اس کی جزاء بھی دراصل محذوف تھی، وہ حضرت عائشہؓ کے ارشاد کے مطابق اصل میں یوں تھی:

فان خفتم الا تقسطوا في اليتامىٰ فلا تنكحوهن بل فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنى وثلث ورباع .

اگر تمہیں یتیم عورتوں بچوں کی حق تلفی کا خوف ہو تو ان سے نکاح نہ کرو بلکہ دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں نکاح کرلو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔

اس میں بھی خط کشیدہ الفاظ اصل میں جزاء تھے اور وہ حقیقتاً ماقبل کی شرط کے ساتھ مشروط ہیں، یتامیٰ کے ساتھ نکاح کا جائز نہ ہونا اس شرط کے ساتھ ہے کہ ان کی حق تلفی کا اندیشہ ہو، اگر ان کی حق تلفی کا خوف نہ ہو تو ان سے نکاح جائز ہے، رہا آگے کا جملہ **فانكحوا ماطاب لكم الخ** سو یہ اس شرط کے ساتھ مشروط نہیں، ورنہ اگر اسے بھی ماقبل پر مشروط مان لیا جائے گا تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ خود ایک نکاح بھی جائز نہ ہوتا وقتیکہ یتیموں کا مسئلہ پیش نہ آئے، حالانکہ یہ وہ بات ہے جسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔

یہ بات ہم محض اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ جتنے صحابہ اور تابعین سے اس آیت کی تفسیر منقول ہے وہ سب یہاں پر ایک جزاء محذوف نکالتے ہیں اور **فانكحوا** کو شرط کا اصل مشروط نہیں مانتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

هي اليتيمة تكون في حجرو ليها تشاركه فيعجبهٗ مالها وجمالها فيريد وليها ان يتزوجها بغير ان يقسط في صداقها فيعطيها مثل

مایعطیها غیره فنهوا ان ینکحوهن الا ان یقسطوا لهن ویبلغوا بهن علی سبیلهن من الصداق وأمروا ان ینکحوا ماطاب لهم من النساء سواهن ۔ [۲۷]

یہ آیت یتیمہ کے بارے میں ہے جو اپنے سرپرست کی نگرانی میں ہوتی تھی اور اس کے ساتھ رہتی تھی اس ولی کو اس کا حسن و جمال اور دولت مندی پسند آتی تھی تو وہ اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرتا بغیر اس کے کہ وہ اس کے مہر میں انصاف سے کام لے کر دوسروں کی طرح خود بھی اسے پورا مہر دے، تو ان سرپرستوں کو ان کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا، الا یہ کہ وہ ان سے انصاف کریں اور مہر میں ان کا پورا حق ادا کریں، اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں جو ان کے لیے حلال ہیں۔

اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے جو یہ فرمایا کہ ''انہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا'' اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ درحقیقت یہی ممانعت اس مذکورہ شرط کی جزاء تھی؟ کیونکہ اگر جزاء کو محذوف نہ مانا جائے تو ان سے نکاح کی ممانعت کا حکم آیت کے کس جملے سے ثابت ہوسکتا ہے؟

(۲) امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ ان لاتعدلوا بین الیتامیٰ فی حفظ الاموال فکذلک خافوا ان لا تعدلوا بین النساء فی النفقه والقسمة، وکانوا یتزوّجون من النساء ماشاء وا تسعا او عشرة وکان تحت قیس بن الحارث ثمان نسوة فنهاهم الله عن ذالک وحرّم علیهم مافوق الاربعة فقال فانکحوا الخ ۔ [۲۸]

ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم یتامیٰ کے اموال کی حفاظت کے سلسلے میں ڈرتے ہو تو اسی طرح عورتوں کے ساتھ ان کے نفقہ وغیرہ میں بے انصافی سے بھی ڈرو، اور اہل عرب جتنی عورتوں سے

چاہتے نکاح کرلیتے تھے نو نو دس دس سے، قیس بن حارث کے نکاح میں آٹھ بیویاں تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع کر دیا اور ان پر چار سے زیادہ شادیاں حرام کر دیں اور فرمایا: فانکحوا الخ ۔

اس میں بھی حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ فرمایا کہ ''عورتوں کی حق تلفی سے بھی ڈرو'' نیز یہ کہ ''اللہ نے انہیں چار سے زیادہ شادیاں کرنے سے منع کر دیا'' اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جزاء دراصل یہی تھی جو محذوف کر دی گئی ورنہ ظاہر ہے کہ الفاظ میں تو اللہ نے کہیں بھی منع نہیں فرمایا۔

مندرجہ بالا بحث سے غالباً یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ **فانکحوا ماطاب لکم الخ** وہ جزاء نہیں جسے ماقبل کی شرط کے ساتھ مشروط قرار دیا جائے، بلکہ اس کی اصل جزاء محذوف ہے، جس کا محذوف ہونا عقلاً بھی ثابت ہے اور جن جن صحابہ اور تابعین سے اس آیت کی تفسیر منقول ہے ان سب نے یہاں جزاء محذوف نکالی ہے اس لیے روایۃً بھی ثابت ہے، لہٰذا ان حضرات کا یہ فرمانا کہ ''چونکہ یہ ماقبل کے لیے جزاء ہے اس لیے تعدد ازدواج کی اجازت اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یتیموں کا مسئلہ موجود ہو'' ''قرآن کریم'' پر ایسا کھلا بہتان ہے کہ جس کی پشت پر کوئی دلیل نہیں اور اس پر ایسے اصولی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا۔

اگر آپ کسی شخص سے کہیں کہ ''اگر تمہیں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی کرلو'' اور آپ کے اس جملے سے کوئی یہ سمجھے کہ ''اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو تو میرے لیے شادی کرنا جائز نہیں'' تو آپ اس شخص کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ یہی نا کہ وہ اس لائق ہی نہیں کہ کسی شخص کی بات کو صحیح سمجھ سکے، پھر اگر قرآن یہ کہتا ہے کہ ''اگر تمہیں یتیموں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو ان سے نکاح کرنے کے بجائے دوسری عورتوں سے نکاح کرلو دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے'' اور اس سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یتیموں کی حق تلفی کا اندیشہ نہ ہو تو دو عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آیا اسے حق ہے کہ وہ قرآن کریم سے احکام مستنبط کرنے بیٹھ جائے؟

حضرت عائشہؓ کی روایت پڑھتے ہی یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہوجائے گی کہ قرآن کریم نے اس آیت میں تعدداز دواج کوایمر جنسی کے ساتھ مشروط نہیں کیا، بلکہ ایمر جنسی کی صورت میں تعدد ازواج کی سابقہ اجازت سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی ہے، حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ کس قدر واضح اور صاف ہیں:

''ان سرپرستوں کو ان یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کردیا گیا لا یہ کہ وہ ان سے انصاف کریں اور مہر میں ان کا پورا حق ادا کریں اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کے سوا ان دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں جو ان کے لیے حلال ہیں''

اس سے ان حضرات کے استدلال کی ساری عمارت ہی گھٹنوں کے بل گر پڑتی ہے، بالخصوص جو دعویٰ انہوں نے یہ کیا تھا کہ آیت میں ''النساء'' سے مراد یتیم عورتیں ہی ہیں اس کی صاف تردید ہوجاتی ہے، اس لیے ان حضرات نے حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بچنے کے لیے حیلے بہانے تراشنے کی کوشش کی ہے، مثلاً ایک صاحب نے فرمایا:

''علمائے اصول کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ''**العبرة بعموم اللفظ لا لخصوص المورد**'' (یعنی اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، خصوصی شان نزول کا نہیں) لہذا یہاں شان نزول کا سہارا ایسا خود اصول فقہ کے مسلمات کے خلاف ہے، ہمیں اس شان نزول سے قطع نظر کرکے قرآن کریم کے الفاظ پر غور کرنا ہوگا اور جو کچھ قرآن کریم کے الفاظ بتارہے ہیں انہی کا اتباع کرنا ہوگا''۔

اس کے جواب میں ہم سب سے پہلے تو یہ عرض کریں گے کہ آپ کو کوئی حق نہیں کہ علماء کے اقوال سے استدلال کریں، علماء پوتے کو بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ٹھہراتے تو خواہ ان کا یہ حکم قرآن وسنت کے عین مطابق ہو، مگر چونکہ آپ کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے اسی لیے آپ اسے تسلیم نہیں کرتے، تمام علماء وفقہاء نابالغ کی شادی قرآن وسنت سے مستنبط کرکے جائز کہتے ہیں لیکن محض اس لیے کہ وہ مزاج نازک کے خلاف ہے اس لیے اس میں بھی وہ غلطی پر ہیں، وہی علماء متفقہ طور پر ایک سے زیادہ شادیوں کو قرآن کے صریح الفاظ کے

مطابق قرار دیتے ہیں تو آپ کو ناگوار ہوتا ہے؟ پھر یہ کیا بوالعجبی ہے کہ انہی کے خلاف تعدد ازواج کی ممانعت ثابت کرنے کے لیے آپ انہی کے کسی اصول کو نقل کرکے سہارا لیتے ہیں اور پھر ستم ظریفی یہ کہ ان کی بات پوری طرح سمجھتے بھی نہیں، یا سمجھتے ہیں تو تجاہل عارفانہ کی اداء استعمال فرماتے ہیں۔ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر ۲۹

مولانا امین احسن اصلاحیؒ

مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی نے آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُواْ.

وإن خفتم= یتامیٰ کا لفظ ان نابالغوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا باپ فوت ہوچکا ہو، عام اس سے کہ وہ نابالغ لڑکے ہیں یا لڑکیاں۔ صرف نابالغ لڑکیوں کے لیے اس کا استعمال نہ عربی زبان میں معلوم ہے، نہ قرآن مجید اور حدیث میں۔ قرآن میں یہ لفظ کم از کم پندرہ جگہ اسی جمع کی صورت میں استعمال ہوا ہے لیکن کسی جگہ بھی صرف یتیم بچیوں کے مفہوم نہیں استعمال ہوا ہے۔

ماطاب لکم= کے معنی بعض اہل تاویل نے ماحل لکم (یعنی جو عورتیں تمہارے لیے جائز ہوں) لیے ہیں۔ یہ مفہوم لفظ کے استعمالات کے مطابق ہے۔ اگرچہ از روئے لغت واز روئے استعمال اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ ''جو راضی ہوں''۔ آگے والی آیت میں ''فإن طبن لکم'' کے الفاظ سے اس مفہوم کی طرف اشارہ ہوتا ہے نیز یہ مفہوم بھی اس کا ہوسکتا ہے کہ جن سے تمہاری زندگی میں خوش گواری پیدا ہو۔ یہاں یہ تمام معانی بنتے ہیں لیکن ہم نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے۔س کی وجہ یہ ہے کہ موقع ومحل سے یہ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

نساء= کا لفظ اگرچہ ظاہر میں عام ہے لیکن قرینہ دلیل ہے کہ اس سے عام عورتیں

مراد نہیں ہیں بلکہ یتیموں کی مائیں مراد ہیں۔ عام بول کر خاص مراد لینا، بشرطیکہ قرینہ موجود ہو، عربی زبان میں بہت معروف ہے۔ قرآن میں اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ یہ قرینہ چونکہ مضمون کے تدریجی ارتقا سے خود بخود واضح ہوجائے گا اس وجہ سے یہاں اس کے دلائل کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم (مخاطب یتیموں کے اولیاء اور سرپرست ہی ہیں) بر بنائے احتیاط یہ اندیشہ رکھتے ہو کہ تمہارے لیے یتیموں کے مال اور ان کے واجبی حقوق کی کما حقہ نگہداشت ایک مشکل کام ہے۔ تم تنہا اپنی ذمہ داری سے بحسن و خوبی عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، اگر یتیموں کی ماں بھی اس ذمہ داری میں تمہارے ساتھ شریک ہوجائے تو تم اس فرض سے عمدہ طریقے پر عہدہ برآ ہوسکتے ہو اس لیے یتیموں کے ساتھ جو قلبی لگاؤ اس کو ہوسکتا ہے، کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا اور ان کے حقوق کی نگہداشت جس بیداری کے ساتھ وہ کرسکتی ہے کسی اور کے لیے ممکن نہیں، تو ان میں سے جو تمہارے لیے جائز ہوں، ان سے تم نکاح کرلو، بشرطیکہ عورتوں کی تعداد کسی صورت میں چار سے زیادہ نہ ہونے پائے اور تم ان کے درمیان عدل قائم رکھ سکو۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ عدل نہیں قائم رکھ سکو گے تو پھر ایک سے زیادہ نکاح نہ کرو۔ فرمایا کہ یہ طریقہ تمہیں حق وانصاف پر استوار رکھنے کے نقطۂ نظر سے زیادہ صحیح ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں کے معاملے میں عدل کی شرط ایک ایسی شرط ہے کہ یتیموں کے حقوق کی نگہداشت جیسی اہم دینی مصلحت کے پہلو سے بھی اس میں کسی لچک کی شریعت نے گنجائش نہیں رکھی ہے۔

یہاں بعض لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوگا کہ آیت کی تاویل اگر یہ ہے جو بیان ہوئی تو اس سے تو صاف یہ بات نکلتی ہے کہ اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت مطلق نہیں بلکہ یتیموں کی مصلحت کے ساتھ مقید ہے اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ یہاں مسئلے کے بیان کی نوعیت یہ نہیں ہے کہ یتامیٰ کی مصلحت کی قید کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہو اور بصورت دیگر یہ ممنوع ہو بلکہ یہ ہے کہ یتامیٰ کی مصلحت کے نقطۂ نظر سے تعدد ازدواج کے اس رواج سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے جو عرب میں تھا البتہ اس کو چار تک محدود کردیا گیا ہے

۔ اگر مقصود تعدد ازدواج کو یتیموں کی مصلحت کے ساتھ مقید کرنا ہوتا تو اس کے لیے اسلوب بیان اس سے بالکل مختلف ہوتا۔ اس اسلوب بیان سے صرف یہ بات نکلتی ہے کہ تعدد ازدواج کی مروجہ وقت صورت پر ایک قید عائد کر کے اس سے ایک معاشرتی مصلحت میں فائدہ اٹھانے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے، لیکن معاشرتی مصلحت صرف ایک یتیموں ہی کی مصلحت نہیں ہے بلکہ اور بھی ہوسکتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس میں اس سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت ہو۔

ممکن ہے یہاں ایک اور شبہ بھی بعض لوگوں کو ہو کہ ہم نے یہاں ان لوگوں کے قول کو جنھوں نے ''یتامیٰ'' سے یتیم لڑکیوں کو مراد لیا ہے، محض اس دلیل کی بنیاد پر نظر انداز کردیا ہے کہ اس لفظ کا استعمال صرف لڑکیوں کے لیے معروف نہیں ہے درآنحالیکہ ''نساء'' سے ہم نے یتیموں کی ماؤں کو مراد لیا ہے جب کہ اس لفظ کا بھی استعمال اس معنی کے لیے معروف نہیں ہے۔ اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اس قول کو صرف اسی بنیاد پر نظر انداز نہیں کیا ہے کہ لغت اور استعمال اس کے حق میں نہیں ہے بلکہ اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ یہ معنی لینے میں آیت کی تاویل صحیح نہیں بنتی۔ کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ ایک یتیم بچی سے نکاح کرے گا تو چونکہ اس کا باپ یا بھائی موجود نہیں ہے اس وجہ سے وہ اس کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا تو اس کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ وہ اس وقت تک اس کے ساتھ نکاح کرنے میں توقف کرے جب تک وہ بالغ ہو کر اپنے حقوق و فرائض کو اپنے اختیار و ارادے کے ساتھ سمجھ نہ سکے یا صرف یہ ہدایت ہوتی تھی کہ ایسا شخص کسی اور عورت سے نکاح کرے، اس کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت اور اس کے قیود وشرائط کے بیان کے لیے کوئی ضرورت داعی نہیں تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک یتیمہ بالغ ہونے کے بعد بھی باپ بھائی کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے بے بس ہی ہوتی ہے تو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن کے باپ بھائی زندہ ہوں، اس لیے کہ اس قسم کی بے بسی دوسری عورتوں کو بھی لاحق ہوسکتی ہے اگرچہ ان کو یتیمی کی بے بسی سے سابقہ نہ پیش آیا ہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگر کسی کی نگرانی میں کوئی یتیمہ ہو، وہ اس کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کرے اور اس کے بالغ ہونے پر اس کی مرضی سے

اس سے نکاح کرے تو شریعت میں یہ بات ناپسندیدہ نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔

بہر حال ہم نے اس قول کو صرف ایک ہی وجہ کی بنا پر نہیں بلکہ متعدد وجوہ کی بنا پر چھوڑا ہے اور ''نساء'' کے لفظ کی جو تخصیص کی ہے وہ ان قرائن کی بنا پر ہے جن میں سے بعض اوپر مذکور ہوئے اور بعض آگے آرہے ہیں۔

"ماملکت ایمانکم" سے مراد لونڈیاں ہیں، چونکہ ان کے معاملے میں عدل وغیرہ کی شرط نہیں ہے اس وجہ سے ان کی اجازت دی۔

"ولن تستطیعوا" اب یہ عدل کا مفہوم واضح فرمادیا کہ جس عدل کو تم ناممکن بتا رہے ہو وہ تمہارا اپنا ذہنی عدل ہے۔ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ دل کا لگاؤ اور ظاہر کا سلوک دونوں بالکل برابر برابر مطلوب ہیں، اس وجہ سے یہ بات ناممکن نظر آرہی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس معنی میں عدل کا لحاظ تمہاری طاقت سے باہر ہے۔ اگر تم اس طرح کا عدل کرنا چاہو بھی تو نہیں کرسکو گے۔ دل کا میلان آدمی کے اپنے اختیار کی چیز نہیں ہے۔ مطلوب جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری بالکل ادھر میں لٹکتی رہ جائے بلکہ سلوک اور حقوق میں توازن قائم رکھنے اور اگر کوئی حق تلفی اور کوتاہی ہوجائے تو اس کی اصلاح اور تلافی کرنے کی کوشش کرو اور خدا سے ڈرتے رہو اصلاح اور تقویٰ کی اس کوشش کے باوجود اگر کوئی فروگذاشت ہوگئی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[۳۰]

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

مولانا عبدالماجد دریابادی نے بھی اس موضوع پر حکیمانہ و عالمانہ بحث کی ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً. (سورۃ النساء:۳)

اور اگر اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے باب میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرہی سکتے ہو اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا جو کنیز

تمہاری ملک میں ہے اس میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اس آیت کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں:

جو یتیم لڑکیاں تمہاری نگرانی و سرپرستی میں ہیں ان کے حقوق مہر وغیرہ پوری طرح ادا نہ کرسکو گے۔ خطاب یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں سے ہے، جاہلیت میں ایک دستور یہ تھا کہ یتیم لڑکیاں جو مردوں کی سرپرستی میں ہوتیں، تو ان کے وہی سرپرست اکثر یہ دیکھ کر کہ کوئی اور ان کی طرف سے مہر وغیرہ کا مطالبہ کرنے والا اور ان کی حمایت پر کھڑا ہونے والا ہے نہیں، ان کے حقوق مار لینا آسان ہیں، انہی کو اپنے نکاح میں لے لیتے، ان کی جائیدادیں اپنی طرف منتقل کرلیتے اور اور طریقوں سے ان کے ادائے حقوق کی طرف سے بے التفاتی برتتے، یہاں خطاب اصلاً ایسے ہی اولیاء اور سرپرستوں سے ہے۔

ماطاب لکم:- سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حسن و جمال کے معیار سے بھی طبعیت کے مقتضیٰ پر عمل کی پوری اجازت شریعت میں موجود ہے۔

واصل الطیب ماتستلذه الحواس وما تستلذه النفس (راغب)

قبل ماMالت له نفوسكم (روح) قيل ما استطابته النفس ومال اليه القلب (بحر)

ما- ما یہاں مَن کے معنی میں ہے، اور کلام عرب میں دونوں لفظ ایک دوسرے سے ادل بدل کر آتے رہتے ہیں۔

والعرب تضع من وما كل واحدة موضع الاخرىٰ (معالم)

اور خود قرآن مجید میں اس کے نظائر موجود ہیں، **السماء وما بنٰها. وما رب العالمين** اور **ماملكت ايمانكم وغيرها.**

اور یہاں بجائے مَن کے ما اس لیے آیا ہے کہ مقصود یہاں صفاتِ نساء ذکر ہے، یعنی جس قسم کی بھی عورتیں پسند ہوں، نہ کہ ان کی ذات یا شخصیت کا ذکر۔

النكتة في اختيار ماعلىٰ من .... وهي ارادة الوصف كأنه قال فانكحوا ایّ صنف من اصنافهن (المنار)

چنانچہ جب کسی کی ذات یا شخصیت سے متعلق سوال مقصود ہوتا ہے تو پوچھتے ہیں من هذا الرجل؟

اور جب سوال اس کی صفات سے متعلق کرنا ہوتا ہے، تو کہتے ہیں۔

ماهذا الرجل؟ (المنار)

من النساء۔ اس میں بالغ نابالغ سب آگئیں

والصغار والكبار داخلات فيهن. (جصاص)

یعنی تم پر نکاح کے باب میں کوئی تنگی نہیں، اپنی زیر نگرانی یتیم لڑکیوں کو زیر عقد لانے میں اتلافِ حقوق کا اندیشہ بھی ہو تو اس خیال کو جانے دو۔ اور بجائے ان کے باہر والی آزاد عورتوں میں سے اپنے حسب پسند انتخاب کرلو، ایک ہی کا نہیں، بلکہ ایک سے لے کر چار تک کی گنجائش ہے۔

مثنى وثلث وربع ۔ میں و عطف کا نہیں تخییر کا ہے اور اَوْ کے مرادف ہے۔

وقد تخرج الواو عن افادة مطلق الجمع وذلک علی اوجهٍ احدها تكون بمعنى اَوْ (تاج)

چنانچہ یہاں اس معنی میں ہے

والواو بمعنى اَوْ للتخيير (معالم) والواو بمعنى اَوْ فى هذا الفعل (خازن)

آیت کے ان الفاظ سے بعض فرقوں نے، کہا جاتا ہے کہ ۲+ ۳+ ۴ کے مجموعہ یعنی نو ازواج کا جواز نکالا ہے، اور بعض نے یہ میزان ۱۸ تک پہنچادی ہے، بلکہ بعض نے تو بغیر قید عدد کے نفس تعدد کا جواز نکالا ہے۔

وذهب بعض الشيعة الى ان يجوز النكاح بلاعدد......... وذهب بعضهم الى انه يجوز نكاح تسع......... وذهب بعضهم الىٰ ان هذه الاعداد وكونها عطفت بالواو تدل على جواز نكاح ثمانية عشر (بحر)

بلکہ فقہ کی بعض کتابوں میں تو نو کا قول بعض مستند اکابر اہل سنت مثلاً امام ابن ابی لیلیٰ اور امام ابراہیم نخعیؒ کی جانب بھی منسوب دیکھا گیا ہے۔

وعن ابن ابى ليلىٰ وابراهيم النخعي وبعض الروافض انه يجوز الجمع بين تسع نسوة تمسكا بهذا النص (الكفاية) على الهداية. كتاب النكاح فصل فى بيان المحرمات) وقالت فرقة ان يجوز تسع (بداية المجتهد) كتاب النكاح. فصل مانع العدد) لیکن حدیث رسولؐ اور اجماع امت دونوں نے اس شبہہ کو بالکل دور کردیا ہے اور تعداد جواز وقت واحد میں چار تک محدود کردی ہے۔

والكلام على هذه الاقوال استدلالاً وابطالا مذكور فى كتب الفقه الخلافية واجمع فقهاء الامصار على انه لا تجوز الزيادة علىٰ اربع (بحر) واعلم ان معتمد الفقهاء فى اثبات الحصر على امرين الاول الخبر .... والطريق الثانى وهو اجماع فقهاء الامصار على انه لا يجوز الزيادة على الاربع وهذا هو المعتمد (كبير) واما الامران اللذان اعتمد عليهما الفقهاء فى هذا المقام ففى غاية الاحكام .... واقوى الامرين المعتمد عليهما فى الحصر الاجماع (روح) واتفق المسلمون على جواز نكاح اربعة من النساء.........واما مافوق الاربع فان الجمهور على انه لا يجوز الخامسة (بداية المجتهد. كتاب النكاح . فصل مانع العدد) وليس له ان يتزوج اكثر من ذلك .... والتنصيص على العدد بمنع الزيادة عليه (هداية) والمراد هو التخيير بين هذه الاعداد لا الجمع (كفاية) اجمعت الامة على ان لايجوز لاحد ان يجوز مزيد على اربع نسوة (معالم خازن)

اگر نو ہی کی تعداد منظور تھی تو صاف ہی کیوں نہ اشارہ ہوگیا، اس قدر گھوم پھیر کر بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

یہ تعدد ازدواج کی اجازت ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مسلمان کو شرمانے اور اس کی طرح طرح کی تاویلیں کرنے کی ضرورت محسوس ہو، مرد کے قویٰ اور اس کی جسمانی ساخت وترکیب ہی اس نوعیت کی ہے کہ بہ کثرت مردوں میں ایک بیوی مرد کی طبعی خواہش کی تشفی کے لیے کافی نہیں ہوتی، مرد وعورت کے اتحاد و تناسل کا جہاں تک تعلق ہے مرد کا عمل چند منٹ کے اندر ختم ہوجاتا ہے اور اس کے بعد مرد پر جسمانی حیثیت سے کوئی ذمہ داری نہیں رہ جاتی، برخلاف اس کے عورت کے لیے اس دومنٹی عمل کے نتائج کا سلسلہ دنوں اور ہفتوں نہیں، حمل اور رضاعت کی مدت ملا کر ڈھائی ڈھائی سال، بلکہ اس سے بھی آگے تک پھیلا ہوا رہتا ہے، پھر زمانۂ حمل کے علاوہ بھی ہر جوان، تندرست عورت کے لیے ہر مہینہ ایک ایک ہفتہ کی معذوری ایک امر طبعی ہے، اور وہ قانونی نظام کامل نہیں ناقص ہے جو مرد کی طبعی ضرورتوں کی طرف سے آنکھ بند کرلے، اور عورت کی طبعی معذوریوں کا لحاظ کر کے مرد کے لیے کوئی سہولت جائز نہ رکھے۔

پھر یورپ کے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور ماہرین حیاتیات کی شہادتیں اس عام تجربے اور مشاہدے کی تائید میں ہیں کہ نفسِ خواہش جنسی سے قطع نظر مرد کی شہوانی جبلت تنوع پسند بھی ہے۔ اس لیے جو شریعت مرد کی اس جبلت کی کوئی رعایت اپنے نظام میں نہیں رکھتی وہ اور کچھ بھی ہو، بہرحال خدائی اور مطابق فطرت نہیں کہی جاسکتی، یہی سبب ہے کہ تاریخ جب سے پتہ دیتی ہے، داعیان توحید و پیمبران برحق نے اس دستور کو نہ صرف جائز رکھا ہے۔ بلکہ اس پر عمل کرکے اسے اور زیادہ قوت پہنچادی ہے، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ میں سے کسی کے یہاں بھی یک زوجی روایت کی سند نہیں ملتی، بلکہ بعض کی حرم سرا تو مشہور ہی کثرت تعداد کے لیے ہے، ہند قدیم میں اکابر ہنود کی بابت بھی زوجی روایتیں وحدت کی نہیں تعدد ہی کی ہیں اور یورپ و امریکا میں آج عقد نکاح کو درمیان میں لائے بغیر جو شہوانی اندھیر کھلے بندوں میں ہورہا ہے، اس کی نقل وحکایات کی بھی تاب ان صفحات میں نہیں۔ اسلام نے ایک طرف تو یک زوجی کی قید اڑا کر تعدد کو سند جواز دے دی، اور دوسری طرف اس کی مناسب حد بندیاں بھی کئی طرح کردیں اور یہی اس کی

حکمت کا کمال ہے۔

وإن خفتم - اِن کے لفظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جواز تعدد ازدواج کے لیے، یتیم لڑکیوں کے ساتھ ناانصافی کا اندیشہ، بطور شرط لازم کے ہے، یکسر غلط فہمی ہے، قرآن مجید میں متعدد آیات احکام ایسی ہیں جو شروع 'اِن' سے ہوتی ہے مگر یہ مراد نہیں ہوتی، اگر وہ شرط پوری نہ ہوئی تو حکم کا نفاذ بھی نہ ہوگا، مثلاً ایک آیت سورۃ النور کی ہے:-

ولاتکرھوا فتیانکم علی البغاء ان اردن تحصنا. اپنی باندیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہیں۔ سورہ النور ۳۳

اس کا مطلب کون لے سکتا ہے کہ اگر باندیاں پاکدامن نہ رہنا چاہیں تو انہیں زنا کاری پر مجبور کردو؟ اسی طرح **ان تعذبھم فانھم عبادک** (مائدہ: ۱۱۸) سو اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں) کا یہ مطلب کون لے سکتا ہے کہ اگر تو انہیں عذاب نہ دے تو یہ تیرے بندے نہیں؟ **علی ھذا فان جنحو اللسلم فاجنح لھا** (انفال: ۶۱) (اگر یہ لوگ صلح کے لیے جھکیں تو آپ بھی صلح کے لیے جھک جائیے) سے یہ مفہوم کون لے سکتا ہے کہ کافروں سے صلح صرف اسی وقت ہوسکتی ہے، جب وہ پہلے صلح کے لیے جھک لیں، اور اس کے سوا کوئی اور صورت جائز نہیں؟ اسی طرح جہاں قصرِ صلوۃ کا حکم ہے وہاں الفاظ یہ ہیں **واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا.** (نساء: ۱۰۱) گویا یہ قید لگی ہوئی ہے کہ قصر نماز کا حکم مسافر کو اس صورت میں ہے جب کافروں سے ستائے جانے کا خطرہ درپیش ہو لیکن کسی مفسر، کسی فقیہہ نے آج تک یہ معنی لیے ہیں؟ کس نے نماز قصر کے حکم کو سفر میں اس خوف کے ساتھ مقید کیا ہے؟ اجماع امت اور اسوۂ رسول دونوں ہی سے قصر صلوۃ سفر کا حکم عام ہے۔

پھر اگر آیت کا مطلب وہی ہو، جو بیسویں صدی کے مغرب زدہ مفسرین نے نکالا ہے تو خود رسول کریم نے اور صحابہ کرام نے جو اس کثرت سے تعدد ازواج کا برتا ہے تو کیا ہر جگہ یا اکثر جگہ، یہی صورت یتیم عورتوں سے ناانصافی کے اندیشہ کی پیش آرہی تھی؟

فانکحوا - صیغۂ امر یہاں جواز و اباحت کے لیے ہے، نہ کہ وجوب کے لیے

گوفرقہ ظاہریہ اسی طرف گیا ہے۔

الظاهرية قالوا ان الامر للوجوب فالزواج واجب فی العمر مرّة

والجمهور علی ان الامر ...... فیه للاباحة (المنار)

(کہ جب تعدد کی صورت ہی نہ ہوگی تو عدل کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا)

الا تعدلوا - یعنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے، اور ان کے حقوق واجب ادانہ کر پاؤ گے عدل سے یہاں مراد ادائے حقوق واجب میں عدل ومساوات ہے جوانسان کے قصد واختیار کے اندر کی چیز ہے، مثلاً یہ کہ کوئی بیوی بغیر کھانے، کپڑے، مکان کے نہ رہے باقی جہاں تک محبت طبعی اور تعلق قلب کا سوال ہے اس میں مساوات قدرت بشری سے باہر ہے، اور اس باب میں شریعت نے کوئی گرفت نہیں رکھی ہے۔

اور عدل اختیاری میں بھی یہ لازم نہیں کہ ہر معاملہ مساوات عددی ہی کے ساتھ کیا جائے ایک افریقی بیوی خوگر بالکل دوسری چیزوں کی ہوگی اور امریکی بیوی دوسری چیزوں کی، مُسن اور ادھیڑ سن کی بیوی کی ضرورتیں، خواہشیں، دلچسپیاں سب ایک کم سن، نوجوان بیوی کی ضرورتوں دلچسپیوں، خواہشوں سے مختلف ہوں گی مقصود یہ نہیں کہ ساری بھینس بے تحاشہ ایک ہی لاٹھی سے ہانکی جانے لگیں مقصود ہر ایک کو بقدر اپنے امکان اور بہ لحاظ اس کے مرغوبات، مالوفات کے راحت پہنچانا ہے اور عمر، صحت، ماحول، وعادات کے اختلاف، پر نظر رکھنا بہر حال ضروری ہے۔

فقہاء نے عدل بین الازواج کو فرض قرار دیا ہے، لیکن خود عدل کی تفسیر عدم ظلم سے کی ہے کہ کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے۔ وظاهر الأية انه فرض ان يعدل اى ان لايجور (الدر المختار)

فواحدة - کوئی شوہر اگر ظلم وبے انصافی کے ساتھ دو یا زائد بیویاں رکھے گا، تو اس پر ظلم وبے انصافی کا گناہ برابر ہوتا رہے گا، لیکن یہ نہیں کہ دوسری بیوی یا بیویوں سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا ظلم وجور قانونی انعقاد نکاح کا مانع نہیں۔

فان خفتم الا تعدلوا - خوب خیال کرلیا جائے کہ آیت کے مخاطب کون ہیں اور

وحدتِ ازدواج کا حکم کس کومل رہا ہے؟ ظاہر ہے خود شوہروں کو، نہ کہ حکام وقت کو۔

عقلاً بھی ظاہر ہے کہ عدل وحسن معاشرت کا فیصلہ شوہر خود ہی کرسکتا ہے نہ کہ کوئی دوسرا، اس لیے جو لوگ اس سراسر نجی اور ذاتی معاملہ میں حکومت کو مداخلت کی دعوت دیتے ہیں وہ غلطی ہی پر ہیں۔ جس کے ادائے حقوق کی ذمہ داریاں تمہارے اوپر بہ مقابلہ ایک آزاد خاندانی بیوی کے ہلکی ہیں۔

ماملکت ایمانکم کے لفظی معنی ہیں وہ جن کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہیں' محاورے میں اس سے مراد شرعی مملوک غلام اور کنیزیں ہوتے ہیں۔ جن کا اب مدت دراز سے ہندوستان بلکہ دنیا کے اکثر ملکوں میں کہیں وجود ہی نہیں، اسیرانِ جنگ کا معاملہ ہمیشہ ایک اہم ودشوار معاملہ رہا ہے۔ یعنی یہ کہ جو مرد اور عورتیں شکست خوردہ غنیم کے یہاں سے گرفتار ہوکر آئیں، ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، انہیں کہاں اور کیسے رکھا جائے کسی نے اس کا حل جبری مزدوری (Forced Labour) یا بیگار کو نکالا، کسی نے کچھ اور، ہماری شریعت نے صاف، سہل اور سادہ حکم یہ دیا کہ بجائے اس کے کہ ایک بڑی آبادی کا بار حکومت STATE پر ڈالا جائے، اس تعداد کو افراد میں تقسیم کردیا جائے اور ہر ایک فرد اس نوارد کو اپنے خاندان کا ایک جز بنالے اس سے کام کاج یقیناً لے، لیکن اس کے آرام کا بھی ہر طرح لحاظ رکھے اور ان میں جو عورتیں ہوں، ان سے ہم بستری کا حق بھی حاصل رہے۔ اس کا قیدی ہوکر آنا یہ خود اعلان نکاح کا قائم مقام ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید ایجاب وقبول اور شاہدین کی ضرورت نہیں، پھر یہ لوگ آسان شرائط پر اپنی آزادی ہر وقت خرید سکتے ہیں (بلکہ ان کے آزاد کرنے کی فضیلتیں اور اس کے لیے طرح طرح کی ترغیبات خود قرآن مجید ہی میں درج ہیں اور حدیث میں تو اور زائد ہیں حیرت ہے کہ ایسے صاف سیدھے، شریفانہ، حکیمانہ قانون سے شرمانے اور غیروں سے چھپانے کی ضرورت بعض تجدد زدہ مسلمان بھی محسوس کرنے لگے ہیں، اس کی نفسیاتی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا ذہن (معاً انگریزی کے لفظ (Slave) اور ان ساری سختیوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، جو اس لفظ کے تخیل کے ساتھ بجا طور پر وابستہ ہیں، حالانکہ ہمارے یہاں تو غلاموں اور غلام زادوں نے بارہا بادشاہتیں تک کی ہیں، اور امراء تو ان میں

کثرت سے ہوئے ہیں یہ تو دنیوی حیثیت ہوئی، باقی دینی حیثیت سے بڑے بڑے علماء، فقہاء وائمہ فن ان ہی غلاموں اور غلام زادوں میں تابعین ہی کے زمانے سے پیدا ہونے لگے تھے، کنیز شرعی کے حقوق بی بی سے کمتر ہوتے ہیں اس لیے ان کا ادا کرنا بھی قدرۃ سہل تر ہے۔

جن مفسرین جدید نے شرط عدل کے نہ پائے جانے کی صورت میں جائز وحدت ازواج کو مانا ہے وہ اپنی تحریروں میں خدا معلوم آیت کے اس ٹکڑے کو کیوں ہضم کر جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ایک ہی کے ساتھ نباہ کرنا ہوگا تو ظلم اور زیادتی کے امکانات بھی بہت گھٹ جائیں گے۔

ذلک یعنی یہی ایک پر قناعت/ اشارہ الی اختیار الواحدة (مدارک)

الا تعولوا - عول کے معنی ایک طرف جھک جانے اور جور کرنے کے ہیں لاتعولو کے معنی ہوئے کہ ظلم اور زیادتی نہ کرو۔

العول هو ترک النصفة باخذ الزيادة (راغب) من قولهم عال الميزان عولاً اذا مال وعال الحاكم فى حكمه اذا جاز (كشاف) معناه لا تجورو ولا تميلوا وهذا هو المختار عند اكثر المفسرين (كبير) لاخلاف بين السلف و كل من روى عنه تفسير هذه الاية ان معناه ان لا تميلوا وان لاتجوروا (جصاص)

مولانا اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں:

وَلَن تَسْتَطِيْعُواْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ النِّسَاء وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلاَ تَمِيْلُواْ كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيْماً. (النساء:۱۲۹)

(اور تم سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرو خواہ تم اس کی (کیسی ہی) خواہش رکھتے ہو تم تو بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھلک جاؤ اور اسے ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اپنی اصلاح کرو اور تقوی اختیار کرو تو اللہ بے شک بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔)

سو یہ حد تمہارے اختیار سے باہر ہے، اس لیے تم اس حد کے مکلّف بھی نہیں۔

ان تعدلوا بين النساء - برابری ہر چیز میں یہاں تک کہ رغبت قلب اور امور غیر اختیاری میں بھی، شروع سورت میں جہاں چار تک کی تعدد ازواج کی اجازت صراحت کے ساتھ مرحمت ہوئی تھی **فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع** وہاں معاً یہ بھی اشارہ ہوا تھا کہ ان کے درمیان عدل رکھنا اور اگر عدل نہ کر سکو تو ایک ہی پر قناعت رکھنا **وان خفتم الا تعدلوا فواحدة** اس موقع پر عدل سے مراد تھی عدل معاملات میں، عدل امور اختیاری میں، یعنی ہر بیوی کی ضروریات کا، مزاج و مذاق کا لحاظ رکھنا، بہ خلاف اس کے یہاں جس عدل کی نفی کی جارہی ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ ایسے عدل پر تم قادر ہو ہی نہیں سکتے چاہے لاکھ اس کی تمنا کرو **ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء** اس عدل سے مراد ہے مساوات امور غیر اختیاری میں، کیفیات قلب میں، مثلاً محبت و رغبت میں اور ایسی مساوات کامل تو والدین عادۃً اپنی ساری اولاد کے درمیان نہیں رکھ سکتے۔

لفظ عدل دونوں جگہ مشترک ہے لیکن مفہوم الگ الگ ہے اور اس اسلوب بیان کی مثالیں قرآن مجید میں کثرت سے ملتی ہیں۔

اخبر تعالىٰ ينفى الاستطاعة فى العدل بين النساء وذلک فى ميل الطبع فى المحبة و الجماع والخط فى القلب (قرطبى) الميل القلبى وهو مما لايملكه المرء ولا يحيط به اختياره (المنار) المراد بغير المستطاع من العدل هو العدل الكامل الذى يحرص عليه اهل الدين والورع (المنار) روى عن ابى عبيدة قال يعنى المودة وميل الطباع و كذلک روى عن ابن عباس والحسن وقتاده. (جصاص)

پس بعض جدید محرفین نے اس آیت سے یہ جو نکالنا چاہا ہے کہ قرآن مجید نے عدل بین الازواج کو ناممکن بتایا ہے اور تعدد ازواج کی اجازت عدل کے ساتھ دی ہے تو اس طرح اس اجازت کو ایک بار دے کر پھر واپس لے لیا ہے تو ایسے لوگوں نے نادانستہ سہی، لیکن بہرحال

قرآن پر بڑا ظلم کیا ہے اور اس کی جانب بے تکلف اس عیب کو منسوب کر دیا ہے کہ وہ جس چیز کو روکنا چاہتا ہے اسے براہِ راست منع کر دیتا بلکہ اس کے لیے خوامخواہ ایک پر پیچ راستہ اختیار کرتا ہے۔

فتذروھا۔ میں ضمیر مونث مظلوم بیوی کی جانب ہے۔

ای لا هی مطلقة ولا ذات زوج قاله الحسن (قرطبی) التی لیست ذات بعل ولا مطلقة . (بیضاوی)

شریعت نے اس ادھر میں پڑی رہنے والی کی حالت کو بدترین قرار دیا ہے، شوہر کو چاہیے کہ اپنے امکان بھر پوری کوشش حسن معاشرت کی اور تعلق زوجیت کے حق کی کرے لیکن جب دیکھے کہ کوئی صورت اس میں کامیابی کی نہیں تو پھر صاف طور پر شرعی قاعدہ کے مطابق طلاق دے دے، یہ ظالمانہ صورت بہر حال نہ اختیار کرے کہ عورت بہ ظاہر سہاگن اور شوہر دار ہو لیکن حقیقتاً اپنے کسی حق سے بھی متمتع نہیں ہو رہی ہے۔[۳۱]

سرسید احمد خاںؒ

تعدد ازدواج کے بارے میں سرسید احمد خاں اپنے خیالات ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

اس بات کا خیال کرنا ایک بڑی غلطی ہے کہ مذہب اسلام میں ایک سے زیادہ جورواں کرنی اسلام لانے والوں پر لازمی قرار دی گئی ہیں یا کچھ زیادہ ثواب کی بات ٹھہرائی ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے عموماً ایک سے زیادہ جورواں کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ صرف ان لوگوں کو اجازت دی ہے جن کو وجوہات طبعی سے ایسا کرنے کی ضرورت ہو۔ لیکن اگر یہ عذر نہ ہو تو ایک سے زیادہ جورواں کرنی ان نیکیوں اور اخلاق کے بالکل برخلاف ہے جن کی ہدایت اسلام نے فرمائی ہے۔

مگر افسوس یہ ہے کہ جو مخالفت عیسائی مصنفوں اور مسلمانوں کے طور وطریق دستورات وخیالات میں ہے وہ اس امر کا مانع قوی ہے کہ اس معاملہ میں سنجیدگی اور نیک نیتی

اور صفائی قلب سے غور کی جاوے۔ مثلاً کثرت ازدواج کے لفظ سے بھی عیسائی مصنفوں کے دل میں ایسے مکروہ خیالات گذرتے ہیں کہ وہ اس امر میں ہر بات کی نسبت پہلے ہی سے مصمم ارادہ کر لیتے ہیں کہ اس میں عیب نکالیں اور اس امر پر لحاظ نہیں کرتے کہ ملک کی آب وہوا اور مرد وعورت کی تعداد اور مختلف طبعی وجوہات اور معاشرت کے لحاظ سے وہ کس حالت میں اور کس حد تک جائز ہو سکتی ہے۔ ہم اس معاملہ کی نسبت تین امر یعنی قانون قدرت اور باہمی معاشرت اور مذہب کے لحاظ سے بحث کریں گے۔ چنانچہ پہلے امر پر غور کرنے کے لیے ہم اس بات کا دریافت کرنا (بشرطیکہ ممکن ہو) ضرور سمجھتے ہیں کہ اس امر میں تمام ذی روح مخلوقات کے پیدا کرنے والے کی مرضی اور ارادہ کیا تھا۔ یعنی اس نے انسان کثیر الازواج ذی روح بنایا ہے یا نہیں۔ خالق کائنات کا ارادہ جو کچھ کہ ہو صاف صاف بلا کسی حجت وتکرار کے قدرت کے تمام کاموں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر صریح ناممکن ہے کہ اس کی مرضی ان چیزوں کے برخلاف ہو جو اس کی مرضی سے پیدا ہوئی ہیں۔

بس ہم قانون قدرت کی بے خطا نشانیوں سے پاتے ہیں کہ جن ذی روح کی نسبت ان کے خالق کا یہ منشا تھا کہ ان کے صرف ایک ہی مادہ ہو ان کی نسل ہمیشہ جوڑا جوڑا پیدا ہوتی ہے جن میں سے ایک نر وایک مادہ ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جن ذی روح کے متعدد مادائیں ہونی مقصود ہیں ان کے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس بات کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا کہ نر و مادہ کی تعداد میں باہم ایک ہی نسبت ہو اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو جاندار زمین پر رہنے والے اور چلنے والے ہیں وہ اکثر بلکہ قریباً کل کے اسی قسم کے ہیں۔ پس اس قانون قدرت کے بموجب انسان بھی اسی دوسری قسم میں داخل ہے مگر جو کہ رتبہ میں بوجہ اس بیش بہا و نادر وعجیب قوت کے جس کو عقل ونطق بمعنی مدرک کلیات وجزئیات کہتے ہیں اور اس کے خالق نے اس میں ودیعت کی ہے اور تمام مخلوقات سے اشرف ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ جو قوتیں اور حقوق مثل اور ذی روحوں کے جو اس کے گرد پیش رہتے ہیں قدرت نے اس کو عطا کئے ہیں ان کو احتیاط سے اور موقع بموقع بلحاظ امورات طبعی اور حسن معاشرت اور انتظام خانہ داری یا نظم ملکی وقوانین حفظان صحت اور ملک کے تاثیرات آب وہوا کے کام میں لاوے

ورنہ اس میں اور دیگر حیوانات میں جو اس کے آس پاس پھرتے ہیں کچھ فرق نہیں ہے اور ایک بکری یا مرغی سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتا ہے پس جیسے کہ کثرت ازواج اکثر حالتوں میں قابل نفرت ہے ویسے ہی قطعی التزام ایک سے زیادہ نہ ہونے کا خلاف فطرت ہے۔

دوسرے امر کی نسبت یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ انسان اپنی سرشت سے مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ اسی بات کو توریت میں یوں بیان کیا ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ کو یہ خیال آیا کہ انسان کا اکیلا ہونا اس کے حق میں اچھا نہیں ہے تو اس نے اس کے واسطے ایک ساتھی پیدا کیا۔ اور وہ عورت ہے جو اس واسطے پیدا کی گئی ہے کہ انسان کی زندگی کے تفکرات وتر ددات۔ لطف وفرحت۔ رنج وراحت میں شریک ہو۔ اپنی مجانست سے اس کی خوشی کو بڑھاوے اور اپنی محبت اور الفت کی بھری ہوئی ہمدردی سے اس کی تکلیف کو کم کرے اور سب سے اخیر غرض جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے یہ ہے کہ انسان کے ساتھ شریک ہو کر خدا کے اس بڑے حکم کی تعمیل میں کہ ''بڑھو اور پھلو اور زمین کو آباد کرو'' مدد دے مگر جب کبھی یہ مددگار کسی سبب سے اپنے ان قدرتی فرضوں کے ادا کرنے میں قاصر ہو تو اس دانش مند حکیم خالق زن ومرد نے اس نقصان کے رفع کرنے کی بالیقین کوئی تدبیر رکھی ہوگی اور وہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ یا ایسی حالتوں میں ایک سے زیادہ مگر کسی حد خاص تک ایک ہی وقت میں جورواں رکھنے کی اجازت ہو خواہ یہ ہو کہ پہلی زوجہ کے طلاق دینے کے بعد دوسری جورو کرے پچھلا حق عورت کو بھی حاصل ہونا چاہیے چنانچہ مذہب اسلام کی رو سے اس کو حاصل ہے۔ سیاست مدن کے لحاظ سے صرف اتنا فرق ہے کہ مرد جب چاہے اس علاج کو کرسکتا ہے لیکن عورت کو اول جج (قاضی) کی اجازت حاصل کرنی چاہیے۔ اگر اس تدارک کی انسان کو اجازت نہ ہوتی جس کی ضرورت ہم نے صاف صاف لفظوں میں ثابت کی ہے تو اس کے سبب سے حسن معاشرت میں نہایت نقصان پہنچتا کیونکہ ایسی سخت قطعی قید سے نہایت قبیح اور بدترین برائیوں اور گناہوں کی طرف انسان کو مائل ہونا پڑتا۔ اگرچہ اس نقصان کا تعلیم وتربیت کی ترقی سے کم ہونا ممکن ہے لیکن مٹنا محالات سے ہے پس جہاں اس کی ضرورت ہے وہاں اس کے عمل میں نہ لانے سے وہی تمام نقصان پیدا ہوتے ہیں جو حسن معاشرت کے لیے سم قاتل ہیں۔

مسٹر ہگنز صاحب نے جو اپنی رائے نسبت تعدد ازواج لکھی ہے اور جان ڈیون پورٹ نے جو مانٹسکیو کی رائے اس باب میں نقل کی ہے اس کا اس مقام پر بیان کرنا بے موقع نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بات افسوس کی ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے تعدد ازواج پر صرف ایک نظر سے نگاہ کی ہے یعنی امورات طبعی کے لحاظ سے مگر مذہب اسلام میں یہ خاص اجازت حالات خاص میں صرف امورات طبعی کے لحاظ سے نہیں دی گئی ہے بلکہ جیسا ہم نے اوپر بیان کیا اس عرض سے دی گئی ہے کہ تزوج کی تلخیوں کے واسطے اور مقاصد تزوج کے فوت ہوجانے کی حالت میں ایک تدارک حاصل ہو جو عین مرضی آدم وحوا کے پیدا کرنے والے کی اس کے قدرت کے کاموں کی نشانیوں سے معلوم ہوتی ہے۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے مانٹسکیو کی یہ رائے نقل کی ہے کہ ''گرم ملک میں عورتیں آٹھ نو یا دس برس کی عمر میں نکاح کے لائق ہوجاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہوجاتی ہیں۔ پس اس لیے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکوں میں جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو انسان ایک جورو کو طلاق دے کر دوسری جورو کرے اور تعدد ازواج کا قاعدہ جاری کیا جاوے''۔

مسٹر ہگنز صاحب لکھتے ہیں کہ علم قوائے انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسے دریافت کئے ہیں جو کثرت ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہوسکتے ہیں اور ہم شمالی ملکوں کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جانوروں سے متعلق نہیں ہوسکتے ہیں مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہوسکتے ہیں۔ علاوہ اس کے وہ بیان کرتے ہیں کہ سر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مشرقی مجموعہ صفحہ ۱۰۸ میں یہ بیان کیا گیا ہے ایشیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دونوں گروہ یعنی مرد وعورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب وہوا میں نہیں ہے جہاں دونوں برابر برابر اور بہ تدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہیں مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقتور رہتا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو بانی مذہب اسلام کے لیے اس بات کی کہ انہوں نے متعدد جوروؤں کی اجازت دی ایک وجہ بڑی تھی اور یہ ایک کافی سبب اس بات کا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اس

مضمون کی نسبت اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کہ بلکہ اس کو ملکوں کی گورنمنٹوں کے آئین پر چھوڑ دیا کیونکہ جو بات ایشیا کے واسطے مناسب ہوگی وہ یورپ کے واسطے نامناسب ہوگی"۔

اب ہم اس مقام پر ان بد عادتوں اور خراب اخلاق کا جو آنحضرتؐ سے پہلے ایام جاہلیت میں عموماً جاری تھے اس ناظر فدارانہ بحث میں ذکر نہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ ملک ایران اپنے اخلاق کی خرابی میں سب سے بڑھا ہوا تھا وہاں قوانین نکاح بالائے طاق رکھ دیے گئے تھے اور رشتہ داری کا گو وہ کیسی ہی قریب ہو یا بعید مطلق پاس ولحاظ نہیں تھا۔ بیٹے کو اس کی ماں ایسی ہی مباح تھی جیسے باپ کو اس کی بیٹی اور بھائی کو اس کی بہن۔ غرض کہ اس معاملہ میں فی الواقع ایک جانوروں کے گلہ سے مشابہت رکھتے تھے جو کسی قسم کے قانون کے پابند نہیں ہوتے۔ اور ان کے گوشہ شمال و مغرب میں یہودی بہ کثرت آباد تھے۔ ان کے ہاں کثرت ازدواج کی رسم بلا کسی قید اور حد کے بے روک ٹوک کے جاری تھی۔ اور زمانہ جاہلیت کے عرب کے حالات کو بہ نظر غور دیکھنے سے جہاں یہودیوں اور ایرانیوں کے دستورات خلط ملط ہو گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں یہ دونوں رسمیں یکساں جاری تھیں۔ تعداد ازواج کی کچھ انتہا نہ تھی۔ لوگ جس عورت کو چاہتے تھے پسند کرتے تھے۔ اپنے پسند میں کسی قسم کے قانون کے پابند نہ تھے۔ تمام عورتیں بغیر کسی امتیاز و رتبہ یا عمر یا رشتہ داری کے مردوں کی وحشیانہ خواہشوں کے پورا کرنے کا کام دیتی تھیں۔ عورتوں کی بنسبت بدنیتی کے وحشیانہ خیالات اور ان کے ساتھ وحشیانہ حرکات کا تفاخر صرف بے عیب ہی نہیں گنا جاتا تھا بلکہ شیخی اور عالی ہمتی اور بڑی بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا اس زمانہ کے عیسائی مذہب پر (اگر وہ مذہب عیسوی کہا جا سکے) جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اس کے معتقدوں کو ایک ایسے طریقہ کا پیرو پاتے ہیں جو اوپر کے دستوروں سے بالکل برخلاف ہے یعنی ایک بھی جورو کرنی کوئی نیکی نہیں گنی جاتی تھی بلکہ رہبانیت و تجرد محض کی عام ہدایت تھی اور مرد عورت دونوں کے لیے وہی نیکی گنی جاتی تھی۔ ایسے زمانہ میں جس میں عقل کی اور دل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور رسم و رواج اور اخلاق اور طرز معاشرت اس درجہ خراب ہو گیا تھا۔ بانی اسلام نے نہایت خوبی اور دانشمندی سے ایک ایسا عمدہ قانون بنایا جو بہ لحاظ اپنی اصلیت کے نہایت کامل اور عقل کامل کے بالکل مطابق اور انسان کی تندرستی اور

بہبودی اور حسن معاشرت کی ترقی کا نہایت عمدہ ذریعہ اور زن و مرد کی حالت زوجیت کے حق میں اور دونوں کے لیے اس کی تلخیوں کو دور کرنے میں نہایت ہی مفید ہے۔

تیسرے جب کہ ہم اس معاملہ پر بہ لحاظ مذہب کے بحث کرنا چاہتے ہیں تو ہم پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دو اور الہامی مذہبوں نے یعنی یہودی مذہب نے اور خصوصاً عیسائی مذہب نے جس کے پیرو مذہب اسلام کے اس مسئلہ پر نہایت طعن کرتے ہیں اس باب میں کیا کیا ہے اور اس کے بعد ہم دکھادیں گے کہ مذہب اسلام نے کیا کیا اور پھر اہل انصاف سے پوچھیں گے کہ مذہب عیسوی نے تعداد ازدواج کو روکا ہے یا مذہب اسلام نے۔

مذہب یہود تو ایک مخزن ہے جس میں بہ کثرت ازدواج بلاتعین حد موجود ہے عیسائی مذہب نے بھی تعداد ازدواج کی کہیں ممانعت نہیں کی چنانچہ ہم اپنے اس قول کی تائید میں چند مشہور و معروف عیسائی عالموں کی رائیں نقل کرتے ہیں جن سے تعداد ازدواج کی تائید ہوتی ہے۔ مسٹر بکنٹر بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد نے اس نہایت قدیم موسوی مذہب کے مقنن کی پیروی کر کے اپنی قوم کو جو اسماعیل کی اولاد ہے (جو مسلمانوں کے باپ کا بیٹا تھا) متعدد بیویوں کی اجازت دی اس واسطے عیسائی ہمیشہ اس پر عیب نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پیروؤں کی کمینہ خواہش کو پورا کیا لیکن میں نہیں جانتا کہ متعدد بیویوں کی اجازت کی نسبت ایسا سخت طعن کیوں کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان کی نظیر اور حضرت داؤد کی نظیر پر (جو خدا کی دلی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور جن کو خدا نے خاص اپنی شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیے بنایا تھا) یہ امر چنداں اعتراض کے لائق نہیں ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ عیسی مسیح نے بھی ان بیس انجیلوں میں سے جن کو ان کے معتقدوں کے گروہ میں سے کسی نہ کسی نے ان احکام کے قلمبند کرنے کے واسطے تحریر کیا تھا کسی انجیل میں اس کی ممانعت نہیں ہے"۔

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب میں بائیبل کی بہت سی آیتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ "تعداد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں ہے بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت دی ہے" نہایت مشہور و معروف عالم جان ملٹن تعداد ازواج کا ایک مشہور حامی ہے جس نے اس امر کی تائید میں بائیبل میں سے بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد یہ تحریر کیا

ہے کہ ”علاوہ اس کے خدا نے ایک تمثیلی صورت (حزقیل) میں مسما تان اہولا واہولیا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا طرز بیان ہے کہ اس کو خداوند تعالیٰ بالتخصیص اس طوالت کے ساتھ ایک تمثیل میں بھی ہرگز نہ اختیار کرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جس کی دلالت اس سے ہوتی ہے فی نفسہ معیوب یا مذموم ہوتی۔ پس جس رسم کا امتناع انجیل میں بھی کسی کو نہیں ہے وہ کیوں کر معیوب یا مذموم خیال کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ انجیل میں ان ملکی آئین میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہے جو انجیل سے پیشتر جاری تھے“۔

جان ملٹن یہ بھی کہتے ہیں کہ میں عبرانیوں کے خط کے باب ۱۳ ورس ۴ سے اس طرز سے جواز تعدد ازواج پر استدلال کرتا ہوں کہ تعدد ازواج کی رسم یا تو نکاح جائز ہے یا فجور ہے یا زنا ہے۔ پس اس مقدس رسول نے کوئی چوتھی صورت تسلیم نہیں کی۔ پس میں یقین کرتا ہوں کہ ان بہت سے بزرگوں کی تعظیم وتوقیر کے لحاظ سے جو کثیر الازواج تھے ہر ایک شخص اس کو فجور یا زنا خیال کرنے سے باز رہے گا۔ کیوں کہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کو سزا دے گا حالانکہ ان بزرگوں پر خدا کی خاص نظر تھی جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے۔ پس اگر متعدد نکاحوں کا کرنا ٹھیک نکاح ہو تو وہی جائز ہے اس حواری کا قول ہے کہ ”سب میں نکاح کرنا بھلا ہے اور تسپر ناپاک نہیں۔

یہ حال تو تعدد از دواج کی نسبت مذہب موسوی اور عیسوی میں تھا اب ہم کہتے ہیں کہ مذہب اسلام نے تمام مذہبوں سے بڑھ کر تعدد ازواج کو نہایت خوبی سے روکا ہے اور صرف ایک ہی بیوی کو پسند کیا ہے تعدد کو صرف ایک نہایت محدود و خاص حالت میں جائز رکھا ہے۔ ہم کو کچھ شبہہ نہیں ہے کہ سچا مسئلہ سچے مذہب کا جو اس کی مرضی کے موافق ہو جس نے مرد و عورت کا جوڑا پیدا ضرور ایسا ہوگا جو قانون قدرت کے تو برخلاف نہ ہو اور حسن معاشرت میں کوئی نقصان نہ پیدا کرے اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ عموماً قدرت کے تو برخلاف نہ ہو اور حسن معاشرت میں کوئی نقصان نہ پیدا کرے اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ عموماً کثرت ازواج کی ممانعت اور صورت ہائے خاص اور حالات مستثنیٰ میں اجازت ہو اور ٹھیک یہی مسئلہ اسلام کا ہے قرآن مجید نے اس نازک معاملہ اور دقیق اور پر پیچ مطلب کو نہایت فصیح و بلیغ دو لفظوں میں بیان کر دیا ہے جہاں

فرمایا ہے کہ ”فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ“ یعنی اگر تم کو خوف ہو کہ متعدد جوروؤں میں عدل نہ کر سکو گے تو صرف ایک ہی جورو رکھنی چاہیئے۔ اگر ان لفظوں پر کافی غور نہ کی جاوے اور صرف اوپری اوپری معنی لیے جاویں جیسے کہ اکثر علماء اور فقہاء نے لیے ہیں تو بھی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگوں کو بے اعتدالی سے باز رکھنے کی غرض سے (جو ہمیشہ بدتر اور بعض دفعہ خطرناک ہوتی ہے) اور اس بات کا یقین ہونے کی نظر سے کہ جس شخص نے ایک سے زیادہ جورواں کیں وہ ایک واقعی ضرورت کے سبب سے مجبور تھا بہت سخت قیدیں اور شرطیں لگائی گئیں ہیں مثلاً یہ کہ سب کو بالکل برابر حق حقوق دینے اور سب کے ساتھ برابر محبت رکھنی تا کہ عدل کے معنی متحقق ہوں۔ پس جو لوگ سچے دیندار اور درحقیقت مذہب کے تابع ہیں وہ از خود بجز ضرورت مجوزہ کے ایک سے زیادہ جورواں کرنے سے باز رہتے ہیں کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اس اجازت سے بغیر اس کی شرائط کے پورا کئے جن کا پورا کرنا نہایت مشکل ہے فائدہ اٹھانا اپنے مذہبی فرائض کو ٹھیک ٹھیک طور پر ادا کرنا نہیں ہے۔

لیکن اگر ان مختصر لفظوں پر بتعمق نظر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ شارع نے ایک سے زیادہ جورو کرنے کی اجازت کو نہایت محدود اور خاص حالت میں مخصوص کر دیا ہے کہ کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو خوف ہے کہ عدل نہ کر سکو گے تو صرف ایک ہی ہونی چاہیئے لفظ خوف عدم عدل ایک ایسا لفظ ہے کہ جب تک محل عدل ساقط نہ ہو خوف عدم عدل زائل نہیں ہو سکتا۔ گو اس وقت ہم کیسا ہی سچا ارادہ کر لیں کہ ہم دونوں جوروؤں میں عدل کریں گے (جو درحقیقت بحالت قیام محل عدل ناممکن ہے) تب بھی خوف عدم عدل اگر محل عدل قائم ہے زائل نہیں ہوتا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں اس کی بخوبی تفصیل ہے جہاں خدا نے ان لوگوں کی نسبت جن کے پاس متعدد جورواں تھیں صاف صاف فرما دیا ہے کہ تم ہرگز متعدد جوروؤں میں عدل نہ کر سکو گے گو تم عدل کرنے کی کتنی ہی حرص کرو پس مت جھک پڑو اندھا دھندی سے جھک پڑنا تا کہ چھوڑ دو ان کو لٹکتے ہوئے کہ نہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہے کہ دوسرا شوہر کر سکے اور نہ سہاگن ہے کہ خصم کے ساتھ خوشی سے زندگی بسر کرے پھر اگر تم صلح کر لو اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ

بخشنے والا اور مہربان ہے اور اگر تم دونوں جدا ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی وسعت رزق سے
بے پرواہ کرے گا اور اللہ بڑی وسعت والا ہے۔ اس آیت سے صاف ثابت ہو گیا کہ عدل غیر
ممکن ہے اور اس لیے خوف عدم عدل کبھی ساقط نہیں ہو سکتا جب تک کہ محل عدل باقی ہے اور اس
آیت میں طلاق کو مسقط محل عدل بتایا ہے اگرچہ اور بھی چند امور مثلاً امراض یا نقصان خلقت
سقط محل عدل ہو سکتے ہیں بس اجازت تعدد ازواج کی عدم و جود محل عدل میں منحصر ہو گی اور عدم و
جود محل عدل مستلزم عدم حسن معاشرت ہے پس کس دانائی اور احتیاط اور خوبی اور بے انتہا عمدگی
سے شارع نے قانون قدرت اور حسن معاشرت دونوں کو قائم رکھ کر اس باب میں حکم دیا ہے
اور ہر غیر متعصب شخص کا دل قبول کرے گا کہ بیشک یہ حکم اسی ذات شخص کا ہے جس نے مرد
وزن کا جوڑا پیدا کیا ہے۔

ہاں بلاشبہ اس اجازت سے اوباش اور شہوت پرست آدمیوں کو جن کی زندگی کا عین
منشاء کی اوچھل شکار کھیلنا ہے ایک حیلہ ہاتھ آ گیا ہے مگر اس عمدہ اور مفید قاعدہ کے بیجا عمل درآمد
کرنے سے وہ لوگ اس خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے جو انسانوں کے دلوں کا محرم راز ہے
اور وہ یقیناً ان کو اس قسم کی سزا دے گا جو ان کے گناہ کے لحاظ سے واجب ہو گی۔

ان تمام باتوں کے سمجھنے کے بعد ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے یقین کریں گے
کہ یہ جو تعدد ازدواج اس زمانہ میں رائج ہے کہ جہاں ذرا دولت ہوئی اور دو دو اور تین تین
اور چار چار جوروؤں کرنے لگے اور ایک بازار کی عورت کو داؤں پر چڑھایا اور نکاح کر مارا۔
جہاں مقدس بزرگ مولوی ہوئے اللہ میاں کے سانڈہ بنے اس مریدنی کو لے ڈالا وہاں وعظ
کہنے گئے اور سنت نکاح ثانی کو جاری کیا۔ قرآن پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبۃ النکاح کا
پڑھانے لگے۔ اور ہمارے دوسرے بھائیوں نے ایک حیلہ متعہ کا جو جاہلیت میں تھا اسلام میں
پیدا کر کے عورتوں کو کھنگالنا شروع کر دیا۔ ان سب باتوں کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں
ہے۔ یہ سب ایک قسم کی اوباشی کے ڈھنگ ہیں جن سے اسلام نفرت کرتا ہے اور وہ سب ہوا
پرست اوباش ہیں جن سے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے۔ پس ایسے شخصوں کے افعال پر اسلام کی
خوبی و حقیقت سے چشم پوشی کرنا چمگادڑوں کے لیے آفتاب کا سیاہ کرنا ہے۔ ۳۲؎

مولانا عمر احمد عثمانی

تعدد ازدواج کے سلسلے میں عمر احمد عثمانی فقہ القرآن میں اس طرح بحث کرتے ہیں
شوہر اور بیوی دونوں کو عربی زبان میں زوج کہتے ہیں پہلے اس لفظ کو سمجھ لینا چاہیے۔ دو چیزیں
جو ایک دوسرے کے مطابق ہوں (جیسے جوتے کے دونوں پاؤں یا ایک دوسرے کے مقابل
ہوں (جیسے دن اور رات) وہ زوجان کہلاتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی زوج ہوتی
ہے۔ (تاج العروس و محیط المحیط)

زوج کے اصلی معنی جوڑ کے ہیں فردٌ (اکیلا) کے خلاف لہٰذا زوج اس فرد کو کہتے ہیں
جس کا کوئی جوڑ یا ساتھی موجود ہو خواہ اس کے مثل یا اس کے مقابل۔

(ایضا و لسان العرب و راغب)

اسی زَوْجٌ سے اِزْدِوَاجٌ کا لفظ بنا ہے اِزْ دَوَجَ، تَزَاوَجَ وزن یا سجع بندی کے لیے کسی
فقرے کے دو ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے مشابہ کرنا یا دو قضیوں کا ایک دوسرے سے متعلق ہونا
(لین) زَوْجٌ (جمع اَزْواجٌ) رفیق۔ ایک دوسرے کے ساتھ (ایضاً) زَوْجٌ کے معنی شوہر یا بیوی
دونوں کے ہیں۔ شوہر بیوی کا زَوْجٌ ہوتا ہے اور بیوی شوہر کی زَوْجٌ (لطائف اللغۃ)

ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَۃً کے معنی ہیں۔ میں
نے ایک عورت سے شادی کی"۔ ان تصریحات کو ذہن میں رکھیے اور دیکھیے کہ زَوَّجَ اور تَزَوَّجَ
کے بنیادی معنوں ہی میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ دو فرد ہوں ایک مرد اور عورت اور وہ دونوں
ایک دوسرے کا جوڑ بننے کا معاہدہ کریں یہ نہیں ہے کہ ایک طرف تو صرف ایک فرد ہو اور دوسری
طرف چار پانچ یا دس افراد۔

قانون تخلیق: اس کے بعد ہمیں قرآن کریم سے خود قانون قدرت کا مطالعہ بھی کرنا
چاہیے۔ کیونکہ اسلام بہرحال دین فطرت ہے۔ وہ فطرت کے خلاف کوئی قانون نہیں دے
سکتا۔ سورۂ روم میں ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ؕ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. آیت ۳۰

اس کے بعد آپ دیکھیں کہ قانونِ قدرت بلکہ خدا کا قانونِ تخلیق کیا ہے۔ سورۂ نساء کی بالکل پہلی آیت ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِيْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِيْرًا وَّنِسَآءً (سورۃ النساء:۱)

اے افرادِ نسل انسانی! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر دیا اور پھر ان دونوں (نر اور مادہ) سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں پھیلا دیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ تخلیق انسانی کا سلسلہ نفس واحدہ سے شروع ہوا اور اس کا جوڑا اسی نفس واحدۃ سے پیدا کیا گیا اور پھر ان دونوں نر اور مادہ سے نسل انسانی کا سلسلہ روز افزوں ہوتا چلا گیا۔ ابتداء ایک نر اور ایک مادہ تھی ایک نر کے لیے، چند مادائیں پیدا نہیں کی گئی تھیں۔ حالانکہ اضافۂ نسل کے لیے اس وقت اس کی خصوصیت کے ساتھ ضرورت بھی تھی ہم یہاں نر اور مادہ کی تفصیل میں جانا نہیں چاہیے کہ وہ انسان تھے یا کچھ اور تھے۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جسے نکاح کے خطبوں میں ہمارے تمام علمائے کرام بڑے ذوق و شوق سے تلاوت فرماتے ہیں مگر غور نہیں فرماتے کہ آیت کریمہ سے کیا بات واضح ہو رہی ہے۔ مگر اس کے بعد سورۃ بقرہ میں قصہ تخلیق آدم پر غور فرمائیں۔

وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ؕ ۳۵

اور ہم نے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس باغ میں رہو اور وہاں بے روک ٹوک جہاں سے تم دونوں کا جی چاہے کھاؤ۔

یہ پہلا انسان ہے جسے اس کرۂ ارض پر بھیجا گیا تھا اس کے لیے حق تعالیٰ نے ایک ہی بیوی پیدا کی تھی اور پورے قصہ میں ان دونوں میاں بیوی ہی کو خطاب فرمایا جا رہا ہے۔ یہی مضمون الفاظ کی معمولی تبدیلی سے سورۂ اعراف میں بھی وارد ہوا ہے اس کے علاوہ سورۂ طٰہٰ

میں ہے:

فَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ فَلَا يُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى. (سورۃ طٰہٰ:۱۱۷)

تو ہم نے کہا، اے آدم! یقیناً یہ (ابلیس) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے سو وہ کہیں تم دونوں کو اس باغ سے نکال نہ دے پھر تم تکلیف اٹھاؤ۔

یہاں بھی آدم اور ان کی ایک ہی بیوی کا ذکر آیا ہے۔ حالانکہ نسلِ آدم کی افزائش کے لیے ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت تھی۔ علاوہ ازیں سورۂ النجم میں صحفِ موسیٰ اور صحفِ ابراہیم کی تعلیمات کا بیان فرماتے ہوئے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان تعلیمات میں یہ باتیں بھی تھیں:

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيٰى . وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰى.۴۴-۴۵

اور یہ بات بھی تھی کہ وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے اور یہ بھی کہ اسی نے جوڑے پیدا کئے ہیں نر اور مادہ۔

یہی مضمون سورۂ القیامہ میں بھی آیا ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَکَ سُدًى. اَلَمْ يَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى. ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى. فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰى. ۳۶-۳۹

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ یونہی شتر بے مہار کر کے چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ منی کی ایک بوند نہیں تھا جو ٹپکائی جاتی ہے۔ پھر وہ ایک لوتھڑا بن گیا پھر اللہ نے اسے انسان پیدا کیا اور اسے درست کیا۔ پھر بنا دیا اس کا جوڑا نر اور مادہ۔

سورۂ النجم اور سورۂ القیامہ کی ان دونوں آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ تخلیق کا سلسلہ ایک باقاعدگی اور نظم کے ساتھ کارفرما ہے۔ وہ جوڑے بنا کر پیدا کر رہا ہے۔ کہ ایک نر ہے تو اس کے مقابلے میں ایک عورت پیدا کی جا رہی ہے۔ زَوْجَيْنِ کے متعلق جو ہم نے عربی لغات کے حوالہ سے پہلے لکھا ہے اسے ایک مرتبہ پھر دہرا لیں بہر حال سلسلہ تخلیق یوں نہیں ہے کہ ایک مرد

پیدا کیا جاتا ہو تو اس کے مقابلے میں دس عورتیں پیدا کی جاتی ہوں۔ اس حساب میں اگر کہیں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو وہ حضرت انسان کی خود کاشتہ گڑبڑ ہوتی ہے بقول ملائکہ کے:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ط ۳۰

(اے بارالٰہا!) کیا آپ زمین میں اس ہستی کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو وہاں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا؟

اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ استثنائی یعنی ہنگامی حالات ہیں اور قرآن کریم نے ہمیں اس کا حل بھی بتادیا ہے لیکن عام حالات میں ایک مرد کے لیے قانونِ قدرت ایک ہی عورت پیدا کرتا ہے اور اسے ایک عورت پر ہی اکتفاء کرنا ہوگا اگر کہیں ایسی صورتِ حال پیش آجائے کہ کسی نے ایک عورت سے شادی کی لیکن تجربہ سے وہ ناپسندیدہ ثابت ہوگئی تو اس کا حل قرآن کریم نے یہ نہیں بتایا کہ ایک شادی اور کرلو۔ تمہیں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت تو دی ہی جاچکی ہے بلکہ یہ فرمایا کہ:

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ج وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا. وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ط اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا. النساء :۱۹-۲۱

اور تم انہیں اس لیے نہ روکے رکھو کہ جو کچھ تم انہیں (مہر یا تحفہ میں) دے چکے تھے اس میں سے کچھ واپس لے لو بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوچکی ہوں۔ اور ان کے ساتھ دستور کے ساتھ گزارہ کرو۔ پس اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کر رہے ہو مگر اللہ اسی میں بھلائی رکھ دے اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا ہی چاہو (کہ پہلی کو طلاق دے کر دوسری کرنا چاہو) اور تم نے ان میں سے

اس ایک کو (جسے طلاق دینا چاہتے ہو) سونے کا ایک ڈھیر دے رکھا ہو تو اس میں سے تم کچھ بھی واپس نہیں لے سکتے۔ کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کرے واپس لینا چاہتے ہو؟ اور یہ تم کیسے واپس لے سکتے ہو۔ حالانکہ تم ایک دوسرے کی تنہائیوں کے شریک رہ چکے ہو اور انہوں نے تم سے بڑا ہی سخت عہد لیا تھا؟

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اپنی بیوی اگر آپ کو ناپسند ہے تو بہتر تو یہی ہے کہ تم خود اپنے آپ کو سمجھاؤ اور اپنی اس ناپسندیدگی پر قابو پالو۔ کیونکہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اللہ نے اسی میں تمہارے لیے کوئی بہتری رکھ دی ہو۔ لہذا اپنی اس نفرت کو محبت میں بدلنے کی کوشش کرو۔ ہر آدمی میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں تو کچھ اچھے پہلو بھی تو ہوتے ہیں نہ کوئی شخص ہمہ خوبی ہوسکتا ہے۔ اور نہ کوئی شخص ہمہ عیب ہوسکتا ہے۔ اس بیوی میں یقیناً کچھ خوبیاں بھی ہوں گی ان کو دیکھو۔

لیکن اگر تم اپنے اوپر اتنا قابو نہیں پاسکتے تو دوسرا راستہ صرف یہی ہے کہ اسے چھوڑ کر یعنی طلاق دے کر اس کے بدلے میں کوئی دوسری بیوی لے آؤ۔ (غور فرمائیے کہ دوسری بیوی اس کی موجودگی میں نہیں لا سکتے بلکہ اسے چھوڑ کر اس کے بدلے میں لا سکتے ہو) تو یاد رکھو کہ جو کچھ تم اس بیوی کو دے چکے تھے خواہ مہر میں خواہ ویسے ہی تحفہ میں چاہے وہ سونے کا ایک ڈھیر ہی کیوں نہ ہو، اس میں سے ایک پائی بھی واپس نہیں لے سکتے یہ پھر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ اس صورت میں تمہیں کافی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ اپنے اس ارادہ سے باز رہو اور اس بیوی سے جو تمہیں نفرت ہوگئی ہے اس پر قابو پانے کی کوشش کرو اور بیوی کی تبدیلی کا ارادہ نہ کرو۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر بیوی آپ کو ناپسند ہے اور آپ کو اس سے نفرت ہوگئی ہے تو اس کا مداوا قرآن کریم نے یہ نہیں بتایا کہ اس کی موجودگی میں جو عورت تمہیں پسند ہو اس سے مزید شادی کرلو بلکہ یہ بتایا ہے کہ اگرچہ اس میں تمہارا شدید نقصان ہوگا مگر اسے طلاق دو اور پھر اس کی جگہ دوسری بیوی لے آؤ مگر جتنا کچھ اسے دے چکے ہو اس میں سے ایک

پائی بھی واپس نہیں لے سکتے۔ بہرحال عام حالات میں اسلام کا قانون یہی ہے کہ ایک مرد کو ایک ہی بیوی رکھنی ہوگی ایک سے زیادہ بیویاں نہیں رکھی جاسکتیں۔

لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے قومیں ایسے حالات سے بھی دوچار ہوسکتی ہیں اور ہوتی ہیں کہ فتنہ وفساد، خون ریزی، جنگ وجدال کی وجہ سے معاشرہ میں مرد کثیر تعداد میں مارے جائیں اور یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوجائے۔ خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کو ایسے حالات سے دوچار ہونا لازمی امر ہے بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہوں کیونکہ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ ان کی تو زندگی یہ ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہ اشْتَرٰی مِن الْمُوْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃُ یُقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ. (سورۃ التوبۃ:۱۱۱)

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے اس کے بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہوگی۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہتے ہیں۔ وہ (کفار کو) قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل کئے جاتے ہیں۔

لہٰذا جس قوم کی زندگی ہی حرب وضرب ہو، جس امت کی تقدیر ہی شمشیر وسنان ہو وہ تو ایک لمحہ کے لیے بھی یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے دشوار مسئلہ سے آزاد نہیں ہوسکتی قرآن کریم نے اس مشکل مسئلہ کا حل بھی دے دیا ہے اور ہمیں اپنے خود ساختہ قانون ساز اداروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا۔

چنانچہ سورۂ نساء کی ابتدائی آیات ہیں:

واٰتُوا الیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ ولاَ تَتَبَدَّلُوْا الخبیثَ بالطَّیِّبِ وَلاَ تاْکُلُوْا اَمْوَالَھُمْ اِلیٰ اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا. وَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ تُقْسِطُوْا فِی الیَتٰمٰی فانْکِحُوْا ماطَابَ لَکُمْ مِنَ النِساۤءِ مَثْنٰی وَثُلٰث وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلاَّ تَعُوْلُوْا. (سورۃ النساء:۲-۳)

اور یتامیٰ کو ان کے اموال دے دیا کرو اور حلال اور پاکیزہ چیزوں کے بدلے حرام اور ناپاک مال نہ بدل لو۔ اور یتامیٰ کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ (خلط ملط کرکے) ہڑپ نہ کرجاؤ۔ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتامیٰ کے ساتھ تم انصاف کا سلوک نہ کرسکو گے تو ان میں جو پسندیدہ عورتیں ہوں ان سے دو دو، تین تین، چار چار کی تعداد میں تم نکاح کرلیا کرو۔ پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو ایک پر کفایت کرو یا جو ملک یمین تمہیں حاصل ہوا اس پر بس کرو یہ بات اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم کے مرتکب نہ ہوجاؤ۔

آیاتِ مذکورہ بالا کے ترجمہ میں ہم نے یتامیٰ کے لفظ کا ترجمہ ارادۃً نہیں کیا ہے کیونکہ یہی لفظ ان آیات میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ پہلے اس لفظ کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ ان آیات میں سلسلۂ کلام یتامیٰ کے متعلق چلا آرہا ہے سب سے پہلے یتامیٰ کا مفہوم ہی متعین کرنا ہوگا عربی زبان کی لغت کی تمام کتابیں اس پر متفق ہیں کہ یَتَامیٰ کے معنی صرف یتیم بچوں اور بچیوں کے نہیں ہیں بلکہ بے باپ کی جوان لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے بھی ہیں۔ لیکن ہم یہاں لغت کی کتابوں کا حوالہ نہیں دیں گے بلکہ فقہ حنفی کے مشہور امام شیخ الاسلام امام ابوبکر جصاص رازیؒ کی مشہور کتاب احکام القرآن سے اقتباس نقل کرتے ہیں۔ وہ مستند فقیہہ، مفسر اور امام ہیں وہ فرماتے ہیں:

""یتیم کا لفظ کبھی اس بچہ پر بولا جاتا ہے جو اپنے باپ، (کے مرجانے) سے تنہارہ جائے اور اس عورت پر بھی بولا جاتا ہے جو اپنے شوہر (کے مرجانے یا اس سے طلاق ہوجانے) سے تنہارہ جائے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ یتیم لڑکی سے اس کی شادی کے بارے میں رائے معلوم کی جائے حالانکہ لڑکیوں سے اسی وقت رائے معلوم کی جاسکتی ہے جب وہ بالغ ہوچکی ہوں (نابالغ لڑکیوں سے رائے معلوم کرنے کے تو کوئی معنی ہی نہیں) ایک شاعر کا قول بھی ہے۔ ے

اِنَّ الْقُبُوْرَ تَنْکِحُ الْاَیَامٰی   النِسْوَۃَ الْاَرَامِلَ الیَتَامیٰ

''درحقیقت قبریں ہی بیواؤں یعنی بے سہارا یتیم عورتوں کا نکاح کراتی ہیں ،
کہ ان کے شوہر مرکر قبروں میں چلے جاتے ہیں اور ان کا قبروں میں پہنچ جانا
ان عورتوں کے نکاح ثانی کا سبب بن جاتا ہے''۔

اس شعر سے ظاہر ہے کہ یتامیٰ سے مراد بیوہ جوان عورتیں ہیں پھر یہ بھی معلوم ہے کہ مرد جب بوڑھا یا ادھیڑ ہوجاتا ہے تو اُسے یتیم نہیں کہتے ۔ خواہ وہ کتنا ہی ضعیف العقل اور ناقص الرائے کیوں نہ ہو۔

لہذا مرد کے سلسلے میں اس کا بچپن کی عمر سے قریب العہد ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن بڑی بوڑھی عورتیں جب کہ وہ اپنے شوہروں سے جدا ہوجائیں برابر یتیمۃ کہلاتی ہیں۔

واضح رہے کہ بوڑھا مرد اس وجہ سے کہ اس کا باپ نہیں رہا کبھی بھی یتیم نہیں کہلاتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ صرف چھوٹے نابالغ بچوں کا ولی اور ان کی ضروریات کا کفیل ہوتا ہے ان کی حفاظت کرتا اور اپنے سایۂ عاطفت میں ان کی پرورش کرتا ہے لہذا ان بچوں کا اگر باپ نہ رہے اور وہ تنہا رہ جائیں تو انہیں یتیم کہتے ہیں یہ بچے بالغ ہوجانے کے بعد بھی محض اس وقت تک یتیم کہے جاسکتے ہیں جب تک وہ کمزور اور ناقص الرائے ہیں یعنی جب تک انہیں معاملات کے لیے کسی مربی، نگراں، محافظ اور کفیل کی ضرورت باقی رہے۔

لیکن عورتوں کو اس بناء پر برابر یتیم کہا جاتا ہے کہ ان کے وہ شوہر باقی نہیں رہے جن کے نکاح اور حفاظت میں وہ تھیں لہٰذا عورتیں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوجائیں یہ لقب (یتیمۃ) ان کے ساتھ برابر لگا رہتا ہے۔ کیونکہ اس حالت میں ان کے لیے شوہر کا وجود ہی حیثیت رکھتا ہے جو چھوٹے بچوں کے لیے باپ کا وجود رکھتا ہے۔ کیونکہ عورتوں کے لیے ان کے شوہر ہی معاشی طور پر ان کے ذمہ دار اور وہی ان کے محافظ اور نگراں ہوتے ہیں لہذا جب وہ اپنے شوہروں سے محروم ہوجائیں تو عورتوں کو یتیمۃ کہا جائے گا جیسا کہ اپنے مربی، نگراں، محافظ اور کفیل سے محروم ہوجانے پر چھوٹے بچوں کو یتیم کہا جاتا تھا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: الرجال قوامون علی النساء مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ (یعنی ان کے محافظ، نگراں کفیل اور ذمہ دار ہیں) اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتَامىٰ بِالْقِسْطِ ط

اور خدا اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم یتیموں کی نگرانی اور کفالت انصاف کے ساتھ کرو۔

ملاحظہ فرمایئے کہ قرآن کریم نے مرد کو عورت کا اسی طرح قیّم قرار دیا ہے جیسا کہ یتیم کے ولی کو اس کا قیم قرار دیا ہے۔ (احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۵۷-۵۸ ج ۲)

شیخ الاسلام امام ابوبکر جصاص رازیؒ فقہ حنفی کے مسلمہ امام اور تفسیر قرآنی کے بڑے جلیل القدر مقتدا تسلیم کیے جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کی ان تصریحات کے بعد کسی کو مجالِ انکار نہیں ہونی چاہیے اور اسی لیے میں نے اس مسئلہ میں ائمہ لغت کے حوالے نہیں دیئے۔

آیت کا صحیح ترجمہ ان تصریحات کی روشنی میں آیت نمبر ۳-۴ کا ترجمہ یوں ہوگا:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۔ (سورۃ النساء:۳)

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ بن باپ کی جوان لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ تم انصاف کا سلوک نہ کرسکو گے تو مذکورہ عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے دو دو، تین تین، چار چار کی تعداد میں تم نکاح کرلو اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر ایک پر ہی اکتفاء کرو یا جو ملک یمین تمہیں حاصل ہو اس پر بس کرو۔ یہ بات اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم کے مرتکب نہ ہوجاؤ۔

واضح رہے کہ انصاف کا سلوک کرنے کا حکم تمام یتیموں کے لیے ہے۔ اس میں نابالغ بچے بھی شامل ہیں۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اس میں جوان بن باپ کی لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ اس میں بیوہ عورتیں بھی شامل ہیں جن کے شوہر مر گئے ہیں یا ان کو طلاق ہوگئی ہے ان سب کے ساتھ انصاف کا سلوک کرنے کا حکم ہے ان کی خبر گیری، حفاظت اور کفالت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔ اگر یہ اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ انصاف کا سلوک نہیں ہو سکے

گا تو اس کا حل یہ تجویز فرمایا گیا ہے کہ ان میں سے جو شادی کے قابل عورتیں ہوں یعنی جوان بن باپ کی لڑکیاں ہوں یا بیوہ عورتیں ہوں ان سے دو دو، تین تین، چار چار کی تعداد میں نکاح کرلیا جائے چونکہ یتامیٰ میں نابالغ لڑکے اور لڑکیاں بھی شامل تھے اور ان سے نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس لیے نکاح کے سلسلے میں مِنْهُنَّ یا مِنَ الیتامیٰ (ان سے یا یتیموں سے) نہیں فرمایا گیا بلکہ مِنَ النِّسَآءِ کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے نیز چونکہ یہ عورتیں وہی ہیں جو الیتٰمٰی میں شامل تھیں ان سے الگ عورتیں نہیں ہیں اس لئے مِنَ النِّسَآءِ فرمایا گیا ہے۔ مِنْ نِسَاءٍ نہیں فرمایا گیا النِّسَاء پر الف لام تعریف کا ہے کیونکہ یہ عورتیں متعین ہیں اور الیتٰمٰی کے ذیل میں ان کا ذکر آچکا ہے اگر یہاں یتامیٰ کے علاوہ کچھ دوسری عورتیں مراد ہوتیں تو مِنْ نساءٍ غَیرِ هِنَّ، مِنْ نِسَآءٍ سِوَاهُنَّ یا مِنْ نِسَآءٍ اُخْرٰی فرمایا جاتا۔ اگر یہ کچھ نہیں فرمایا گیا تھا تو کم از کم بغیر الف لام کے مِنْ نِسَاءٍ تو کہا جاتا اور ان عورتوں کو غیر متعین چھوڑ دیا جاتا لیکن ایسا بھی نہیں کہا گیا بلکہ الف لام لگا کر تصریح کردی گئی کہ یہ خاص اور متعین عورتیں ہیں اور ان کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔

لیکن حیرت ہے کہ ہمارے ہاں اس کا ترجمہ بالکل ہی اُلٹ کیا جاتا ہے جس سے آیت کا مفہوم ہی کچھ سے کچھ ہوگیا ہے ترجمے تو بے شمار ہیں یہاں نمونہ کے طور پر مولانا ابو الکلام آزاد کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ کم و بیش یہی مفہوم دیگر تراجم کا بھی ہے مولانا آزاد فرماتے ہیں۔

> ''اور (دیکھو) اگر (تم نکاح کرنا چاہو اور) تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف نہ کرسکو گے تو (انہیں اپنے نکاح میں نہ لاؤ بلکہ) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو (یعنی دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں نکاح کرلو۔ ایک وقت میں) دو دو، تین تین، چار چار تک کرسکتے ہو (بشرطیکہ ان میں انصاف کرسکو یعنی سب کے حقوق ادا کرسکو اور سب کے ساتھ ایک ہی طرح کا سلوک کرسکو) اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر چاہیئے کہ ایک بیوی سے زیادہ نہ کرو یا پھر جو عورتیں (لڑائی کے قیدیوں میں

> سے) تمہارے ہاتھ آگئی ہیں (انہیں بیوی بنا کر رکھو) بے انصافی سے بچنے کے لیے ایسا کرنا زیادہ قرین صواب ہے (بمقابلہ اس کے کہ یتیم لڑکیوں کے حقوق کے لیے اللہ کے حضور جواب دہ ہو۔'' (ترجمان القرآن)

مولانا آزاد کے اس ترجمہ میں جو قوسین کے درمیان الفاظ بڑھائے گئے ہیں وہ الفاظ مولانا آزاد کے اپنے ہیں جن کا انہوں نے اپنے خیال میں آیت کی توضیح کے لیے اضافہ فرمایا ہے وہ الفاظ قرآن کریم کے نہیں ہیں مہربانی فرما کر ان الفاظ کو الگ کردیجئے اور اَلنِّسَآءَ کے ترجمہ میں مولانا آزاد نے صرف ''یتیم لڑکیوں کے معاملے میں'' تحریر فرمایا ہے۔

امام ابوبکر جصاص رازیؒ کی تصریحات کے مطابق اس میں اور ''بیوہ عورتوں'' کے لفظ کا اضافہ فرمالیجئے اور النِّسَآءِ پر الف لام کی وجہ سے ''جو عورتیں'' کے بجائے ''جو مذکورہ عورتیں'' پڑھیئے تو آیت کا ترجمہ خود مولانا آزاد کے الفاظ میں یوں ہوگا:

> ''اور (دیکھو) اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے معاملہ میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو مذکورہ عورتوں میں سے تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار تک کرسکتے ہو۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر چاہیئے کہ ایک بیوی سے زیادہ نہ کرو۔ یا جو عورتیں (جنگ میں) تمہارے ہاتھ آگئی ہیں بے انصافی سے بچنے کے لیے ایسا کرنا زیادہ قرین صواب ہے''۔

ہم نے صرف نمونے کے طور پر مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمہ پیش کیا ہے کم و بیش یہی حال دیگر تمام تراجم کا بھی ہے ان پر بھی اسی نہج سے غور فرمالیں۔

اذا فات الشرط فات المشروط:

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے تعدد ازدواج کی اجازت کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ مسلم معاشرہ میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ انصاف کا سلوک نہ ہوسکنے کا اندیشہ پیدا ہوجائے ان کی خبرگیری، حفاظت اور کفالت نہ ہوسکتی ہو تو تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ اصول کا مشہور قاعدہ ہے۔

اذا فات الشرط فات المشروط

جب شرط ہی نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جاسکتا۔

جس مسلم معاشرہ میں جس وقت بھی یہ پیچیدہ سوال درپیش ہوگا اس وقت تعدد ازدواج کی اجازت ہوگی اور جب یہ سوال درپیش نہیں ہوگا تعدد ازدواج کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ مشروط ہے۔ جو حضرات اس حکم کو غیر مشروط اور عام مانتے ہیں ان سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ آیت میں

وان خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ط

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامیٰ کے ساتھ انصاف کا سلوک نہیں کرسکو گے۔

کی شرط آخر کیوں لائی گئی ہے حیرت ہے کہ اسی آیت میں

وان خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو۔

بھی آرہا ہے اس شرط کو سب تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک سے زیادہ شادیاں اسی وقت کرسکتے ہیں جب سب بیویوں کے ساتھ انصاف کا یکساں سلوک کرسکو۔ اگر ایسا نہ کرسکو تو پھر اجازت نہیں ہے اور ایک سطر پہلے وہی لفظ وان خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فی الیَتٰمٰی آجاتا ہے تو اسے سب گول کرجاتے ہیں اور لغو اور بے اثر قرار دے دیتے ہیں۔ اگر پہلی شرط کو لغو اور بے اثر بنایا جاسکتا تو کیا وجہ ہے کہ لوگ اس دوسری شرط کو بھی لغو اور بے اثر قرار نہ دے دیں اور اس سے انکار نہ کردیں اور کہہ دیں کہ فان خفتم الا تعدلوا کی شرط کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ شرط لغو اور بے اثر ہے اس کے بعد جو کچھ قرآن کریم نے فرمایا ہے وہ تو فَوَاحِدَةً ہے (یعنی ایک ہی بیوی کرو) لہٰذا قرآن کریم کی رو سے صرف ایک بیوی کرنے کی اجازت ہے۔

اِنْ خِفْتُمْ کی شرط کے ساتھ قرآن کریم میں اور بھی بہت سے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ پھر تو ہمیں ہر جگہ سے شرط کو اڑا دینا چاہیے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ والصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً اَوْ رُکْبَاناً ج ۲۳۸-۲۳۹

تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑے ہوا کرو۔ پھر اگر تمہیں کوئی اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے نماز پڑھ لیا کرو۔

یہاں فرمادیجئے کہ فَاِنْ خِفْتُمْ کی شرط لغو اور بے اثر ہے رکوع اور سجدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہر حال میں کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے اشارہ سے نمازیں پڑھ لینا جائز ہے، سورۂ بقرہ میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ط ۲۲۹

پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں (اس مال کے لینے دینے میں) جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔

یہاں بھی شرط کو لغو اور بے اثر قرار دے کر فرمادیجئے کہ عورت بلاوجہ بھی جب چاہے شوہر سے خلع لے کر نکاح سے آزاد ہوسکتی ہے سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَماً مِّنْ اَھْلِہٖ وحَکَماً مِنْ اَھْلِھَا ۳۵

اور اگر تمہیں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث شوہر کے خاندان سے اور ایک ثالث بیوی کے خاندان سے مقرر کردو۔

یہاں بھی شرط کو لغو اور بے اثر قرار دے کر فرمادیجئے کہ میاں بیوی کے کشاکش کے اندیشہ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اچھے خاصے سلوک اور محبت کے ساتھ رہتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان بھی کمیشن بٹھا سکتے ہیں اور نکاح فسخ کرا سکتے ہیں۔

غور تو فرمائیے کہ یہ بات کیا ہوئی کہ قرآن کریم اپنی اجازت کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کرتا ہے اور آپ اس شرط کو یوں ہضم کرجاتے ہیں جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اگر یہ اصول مان لیا جائے تو نصف قرآن کو بے اثر بنایا جاسکتا ہے پھر تو نہ کوئی قانون، قانون رہے گا۔ اور نہ کوئی حکم، حکم رہے گا۔

شانِ نزول

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ نساء کی یہ آیت کریمہ بظاہر اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ یہ اجازت ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ لیکن ہمارے تمام علماء، فقہاء اور مفسرین نے آخر اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں اتنی بڑی غلطی کیسے فرمائی۔ یہ ساری باتیں جو آپ نے تحریر فرمائی ہیں کیا ان کو معلوم نہیں تھیں۔ یا انہوں نے ان پر غور کیوں نہیں فرمایا؟ جہاں تک ہمارے متقدمین کا تعلق ہے انکا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ انہیں یہ سب باتیں معلوم تھیں اور وہ خوب جانتے تھے کہ یہ حکم ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ عام حکم نہیں ہے۔ لیکن ان کے زمانہ میں یہ شرط موجود تھی۔ ہنگامی حالت برقرار تھی۔ اس لیے یہ حکم بھی برقرار تھا۔ صحابہ کے دور میں برابر جہاد فی سبیل اللہ ہوتا رہا۔ (اس کے بعد فتنوں کا دور شروع ہوگیا خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔ بنو امیہ کے خلاف جنگیں ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ بنو امیہ کی خلافت کا تختہ الٹ گیا بنو عباس برسر اقتدار آئے۔ ان کے خلاف مسلسل بغاوتیں ہوتی رہیں) بنو امیہ اور بنو عباس بھی کفار کے خلاف جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ عباسی خلافت کو زوال شروع ہوا اور طوائف الملوکی شروع ہوگئی۔ آج ویلم برسر اقتدار ہیں تو کل سلجوق برسر اقتدار ہیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کو جنگ کر کے ہی زیر کرتا تھا حتیٰ کہ تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ پھر مسلمانوں میں نئے نئے فرقے ابھرتے رہے اور فرقہ وارانہ فسادات روزمرہ کا معمول بن گئے آپ مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں۔

ہمارے اسلاف اور متقدمین کے زمانہ میں اسلامی حکومتوں میں مکمل امن وامان تو کبھی بھی نہیں رہا جنگیں ہوتی رہیں۔ اور مرد برابر مرتے کٹتے رہے۔ اور ہنگامی حالات بدستور قائم رہے۔ لہٰذا شرط موجود تھی اور حکم علیٰ حالہ باقی تھا۔ اسی بناء پر انہیں نہ نظر ثانی کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی اور نہ انہوں نے حکم میں کوئی تبدیلی فرمائی۔

رہ گئے ہمارے متأخرین علمائے کرام تو ان تک نوبت پہنچنے سے صدیوں پہلے اجتہاد کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ نہ ان میں متقدمین کی فہم وبصیرت تھی نہ

ندرت فکر اور جدت کردار تھی۔ وہ غریب لکیر کے فقیر بنے رہے اور آج تک بنے ہوئے ہیں، ان سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی کہ جو کچھ صدیوں سے ہوتا چلا آرہا تھا وہ اس پر غور وفکر فرما کر اس پر نظر ثانی فرماتے اور اس میں کسی تبدیلی کی سوچتے۔ لہٰذا انہیں عاقبت اسی میں نظر آئی کہ جو کچھ ہوتا چلا آرہا ہے اسے کسی نہ کسی طور سے حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

شان نزول کی روایت

زیر بحث مسئلہ میں انہیں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہاتھ لگی انہوں نے اسی کو غنیمت سمجھا اور اس پر ایک عمارت کھڑی کرنے کی سعی نامشکور فرمائی۔ روایت یہ تھی۔

زہری نے عُروہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا وَاِن خفتم اَلَّا تُقْسِطُوْا فی الیتٰمیٰ الآیتہ. تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا بھانجے! یہ یتیم لڑکی ہوتی تھی جو اپنے ولی کی نگرانی میں ہوتی تھی اسے لڑکی کے مال اور حسن و جمال کی وجہ سے اس کی جانب رغبت ہوتی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اس کو کم سے کم مہر دے کر خود ہی اس سے نکاح کر لے تو ان کو ان لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا بجز اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں۔ (اور پورا مہر ادا کریں) اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں (احکام القرآن لابی بکر الجصاص الرازیؒ) یہ روایت بخاری اور دیگر صحاح کی کتابوں میں بھی آ گئی ہے۔ اس روایت کے متعلق ہمیں ذرا تفصیل سے بحث کرنی پڑے گی۔

حدیث شان نزول پر بحث

اس شان نزول کا حاصل یہ ہے کہ آیت کے الفاظ دراصل یوں ہونے چاہئیں تھے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الیَتٰمٰی فَلَا تَنْکِحُوْھُنَّ وانکِحُوْا سِوَاھُنَّ مِنَ النِساۤءِ مَثْنیٰ وثُلٰث ورُبٰعَ

اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف کا سلوک نہیں کر سکو گے تو ان سے نکاح نہ کرو۔ اور ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح

کرو۔ دودو، تین تین، چار چار۔

خود روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ (جن کا ترجمہ ہم نے اوپر نقل کیا ہے) کہ

ھی الیتیمة تکون فی حجر ولیھا فیرغب فی مالھا وجمالھا ویرید ان ینکحھا بادنی من صداقھا فنھوا ان ینکحوھن الا ان یقسطوا لھن وامروا ان ینکحوا سواھن من النساء الخ

وہ یتیم لڑکی ہوتی تھی جو اپنے ولی کی نگرانی میں ہوتی تھی۔ اسے لڑکی کے مال اور جمال کی وجہ اس کی جانب رغبت ہوتی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اسے کم سے کم مہر دے کر خود ہی اس سے نکاح کرلے تو ان کو ان لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کردیا گیا بجز اس صورت کے کہ وہ اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں (اور پورا پورا مہر ادا کریں) اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں۔ الخ

اس کا حاصل یہ ہوا کہ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی جملہ شرطیہ تھا۔ مگر اس کی جزاء قرآن کریم نے بیان نہیں فرمائیں۔ اس کی جزاء یہ روایت بیان کررہی ہے۔ یعنی فَلاَ تَنْکِحُوْھُنَّ اس جزا کو روایت نے فَنُھُوْ اَنْ یَنْکِحُوْھُنَّ (انہیں منع کردیا گیا کہ وہ ان سے نکاح کریں) سے تعبیر کیا ہے۔ یہ شرط اور جزاء مل کر جملہ مکمل ہوگیا اور ختم ہوگیا اس کے بعد فانکحوا ماطاب لکم من النسآء ایک الگ بات ہے۔ یہ دوسرا جملہ ہے۔ یہ شرط کی جزاء نہیں ہے اور فانکحوا پر "فا" جو جزاء کی علامت ہے، حق تعالیٰ نے غلطی سے لگادی ہے۔ اصل میں وانکحوا یا صرف اِنکحوا ہونا چاہیے تھا اور دوسری چوک حق تعالیٰ سے یہ بھی ہوگئی کہ سواھنّ کا لفظ حق تعالیٰ لگانا بھول گئے جس کے بغیر بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس بھول چوک کا تدارک بھی اس شان نزول کی روایت نے فرمادیا کہ اب بات واضح ہوگئی۔

یہ سارے پاپڑ تو بیلے گئے مگر وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی کا لفظ پھر بھی قرآن کریم سے محو نہ کرسکے۔ جب یہ دونوں باتیں الگ الگ تھیں۔ تو دونوں باتوں کو الگ

الگ بیان کرنا چاہیے تھا۔ ایک ہی آیت میں ایک بات کی شرط بیان کردی اور جزاء غائب فرمادی اور دوسری بات کو پہلی بات کی جزاء بنا کر لے آئے معلوم نہیں حق تعالیٰ کو سیدھی طرح بات کردینے میں کون سا تکلف مانع تھا۔

یہ قرآن کریم کی آیت میں سخت قسم کی تحریف ہے۔ اور حد یہ ہے کہ یہ تحریف حضرت عائشہؓ کے سر تھوپی جارہی ہے۔ ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ حضرت عائشہؓ اس قسم کی تحریف کا تصور بھی فرماسکتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب اس روایت کو شاید اس آیت کے شانِ نزول کی طرف منسوب کیا جاسکے جو سورۂ نساء میں آگے چل کر آئی ہے:

وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِسآءِ ط قُلِ اللّٰہُ الخ ۱۲۷

اور لوگ آپ سے (اے پیغمبر اسلام!) عورتوں کا بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں حکم دیتا ہے اور وہ آیت بھی حکم دیتی ہے جو یتیم اور بیوہ عورتوں کے بارے میں کتاب اللہ میں تلاوت کی جاتی ہے جنہیں وہ، وہ مہر نہیں دیتے جوان کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت بھی، رکھتے ہو اور کمزور و ناتواں بچوں کے بارے میں بھی حکم دیتا ہے اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ یتیموں کی کفالت انصاف کے ساتھ کرو اور جو کچھ تم نیک کام کرتے ہو تو اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

شان نزول کی وہ روایت، اگر اس آیت کریمہ کے متعلق بیان کی جاتی تو ایک بات بھی تھی لیکن پچھلی آیت کے متعلق تو یہ دعویٰ کسی طرح تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ اس کے متحمل ہی نہیں ہیں جب تک اپنی طرف سے جملے کے جملے نہ بڑھائے جائیں بات ہی نہیں بنتی۔

عجیب بات ہے کہ امام بخاریؒ نے ہی شان نزول کی اس روایت کو اپنی کتاب التفسیر میں آیت کے تحت بھی درج فرمادیا ہے یعنی وہ اس کے بھی مدعی ہیں کہ آیت نمبر ۴/ ۱۲۷ کا شانِ نزول بھی یہی ہے۔ نیز تفسیر ابن کثیر میں بھی شانِ نزول کی اس روایت کو آیت نمبر (۴/ ۱۲۷) کے تحت ہی درج فرمایا گیا ہے۔ اور یہ شان نزول اسی آیت کا بتلایا ہے۔

ہم کسی کی نیت پر حملہ کرنا نہیں چاہتے۔ ہوسکتا ہے کہ نادانستہ طور پر کسی سے یہ چوک ہوگئی ہو کہ ایک ہی روایت کو آیت نمبر ۴/ ۱۲۷ کے ساتھ ساتھ غلطی سے کسی نے آیت نمبر ۴/ ۳ کے ساتھ بھی چسپاں کردیا ہو اور پھر مفسرین نے بے سوچے سمجھے دونوں آیتوں کا شانِ نزول ایک ہی قرار دیتے ہوئے اس روایت کو دونوں جگہ نقل کردیا ہو۔ واللہ اعظم

بہرحال آیت نمبر ۴/ ۳ کا یہ شان نزول نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کے الفاظ اس کا قطعاً ساتھ نہیں دے رہے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ غلطی کسی راوی سے نادانستہ طور پر صادر ہوئی ہے۔ یا دانستہ طور پر کسی نے حضرت عائشہؓ پر یہ تہمت دھرنے کی جسارت کی ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

ویسے اس روایت کے بنیادی راوی حدیث کے مشہور امام محمد ابن شہاب زہری ہیں جن پر ہمارے بعض ائمہ حدیث نے تشیع کا شبہ ظاہر کیا ہے میں اس ناخوشگوار بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کا ترجمہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

بر سبیل تنزل :- تاہم بر سبیل تنزل اس روایت کو تھوڑی دیر کے لیے اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو ہم چند باتیں مزید عرض کرنا چاہیں گے۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شانِ نزول کی روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا علمائے اصول کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ:

العِبْرَۃُ لِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لا لِخُصُوْصِ المَوْرِدِ

اعتبار الفاظ کی عمومیت کا ہوتا ہے شان نزول کی خصوصیت کا نہیں ہوتا۔

کسی آیت کا شان نزول کیا بیان کیا گیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ آیت کے الفاظ کو دیکھا جائے گا۔ جو مطلب آیت کے الفاظ سے نکلتا ہوا سے تسلیم کرنا ہوگا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے جس کا حکم بھی اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے۔ ایک آیت کے متعدد شانِ نزول بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوا کرتا کہ آیت کسی خاص واقعہ کے متعلق ہی نازل ہوئی تھی ہر فقیہہ صحابی اپنے اپنے

علم کے مطابق اس واقعہ کو بیان کردیتا ہے جس کا حکم اس آیت سے معلوم اور مستنبط ہوتا ہو، اصول تفسیر کی کتابوں میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے ان واقعات کا حوالہ دے دیا ہے جو اس آیت کے ذیل میں آتے ہیں اور ان کا حکم اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے یہ قطعاً نہیں فرمایا ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت غیر مشروط اور عام تھی ان کے بیان سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حکم مشروط تھا۔ کیونکہ وہ خود بتارہی ہیں کہ یتیم اور بیوہ لڑکیوں کا مسئلہ موجود تھا۔ اور ان کے سلسلہ میں ان کے اولیاء کی طرف سے ناانصافیاں ہوا کرتی تھیں جس پر ان کے اولیاء کو تنبیہہ کی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ اگر یہ ناانصافیاں کرنی ہیں تو تم ان یتیم اور بیوہ لڑکیوں سے شادی نہیں کرسکتے جو تمہاری نگرانی میں ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور یتیم اور بیوہ لڑکی سے شادی کرو۔ اس وقت کے اسلامی معاشرہ میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ کیا ضروری تھا کہ ہر آدمی اسی لڑکی سے شادی کرے جو اس کی نگرانی میں ہو اور بھی تو بیوہ عورتیں اور یتیم لڑکیاں موجود ہیں۔ تم کہیں اور شادی کرلو اور ان کی شادی ایسے لوگوں سے ہونے دو جو ان کی حق تلفی نہ کرسکیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہمارے علماء کرام کے حلقوں میں ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ آیت مذکورہ بالا نے ہنگامی حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ تعدد ازدواج کی تحدید فرمائی ہے تعدد ازدواج کی اجازت تو بغیر کسی تحدید کے پہلے سے موجود تھی۔ چنانچہ خود آنحضرت اور صحابۂ کرام کے گھروں میں دس دس بیس بیس بیویاں موجود تھیں، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابۂ کرام کو چار سے زیادہ بیویاں چھوڑنی پڑی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عربوں میں قدیم الایام سے تعدد ازدواج کا رواج چلا آرہا تھا اور یہ بات ان کے معاشرتی حالات کے عین مطابق تھی قبائلی عصبیت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ لوٹ مار اور خانہ جنگی ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ یہ خانہ جنگیاں سو سو سال تک

مسلسل چلتی رہتی تھیں اور ان کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا تھا لہٰذا عورتوں کی بہتات اور مردوں کی قلت ان حالات کا ایک فطری نتیجہ تھا اور تعدد ازدواج ہی اس کا ایک فطری حل تھا۔

اس لوٹ مار اور غارت گری کے نتیجہ میں عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لونڈیاں اور غلام بنالیا جاتا تھا جن سے نکاح کے بغیر ہی تمتع کی اجازت تھی۔ ان لونڈیوں کی بھی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جو جتنا بڑا سورما اور بہادر تھا اس کے حرم میں عورتوں کی اتنی ہی بڑی تعداد تھی۔ قبائلی سرداروں کے حرم میں دس دس، بیس بیس بیویاں اور چالیس چالیس، پچاس پچاس لونڈیاں ہوا کرتی تھیں۔ لیکن دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو بیوی کے نام کو بھی ترستے تھے عورتوں کی بہتات کتنی ہی سہی مگر لازماً اتنی تو نہیں ہوسکتی تھی کہ انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح گھروں میں بھرلیا جائے۔ لہٰذا قدرتی طور پر اس کا دوسرا نتیجہ یہ بھی نکلنا تھا کہ غریب لوگوں کی بڑی تعداد محرومی کی زندگی بسر کرے۔

اسلام آیا تو اس نے عرب کی تمام برائیوں کو بیک جنبش قلم موقوف نہیں کردیا بلکہ تدریجی طور پر اس نے آہستہ آہستہ اصلاحات نافذ فرمائیں۔ ہر نیا دین بتدریجی اصلاح ہی کے طریقہ کو اپناتا ہے۔ چنانچہ اسلام کے بعد بھی طویل عرصہ تک مسلمان گھرانوں میں یہی کیفیت باقی رہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ عربوں کا معاشرہ جہاں ایک طرف عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کی وجہ سے تعدد ازدواج کے جواز کا متقاضی تھا وہیں دوسری طرف اس میں ضروری تحدید کا بھی متقاضی تھا۔ تعدد ازدواج کا رواج جو عربوں میں صدیوں سے چلا آرہا تھا اسے موقوف بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ وہ معاشرتی حالات برابر باقی تھے جن کی بناء پر عربوں میں تعدد ازدواج کا رواج ہوا تھا بلکہ ان حالات میں اور شدت آچکی تھی جنگیں اب بھی ہورہی تھیں اور ہوتی رہتی تھیں مسلمان عورتوں کی شادی غیر مسلم گھرانوں میں نہیں ہوسکتی تھی۔ انہیں بہرحال اپنے ہی معاشرہ میں کھپانا تھا ہنگامی صورتِ حال شدید صورت میں موجود تھی۔ قدرت الٰہیہ نے جب محسوس کیا کہ اب اس کی اصلاح کا وقت آگیا ہے کیونکہ اسلام صرف عربوں ہی کے لیے

نہیں آیا وہ پوری دنیا کے لیے آیا تھا اور ضروری نہیں تھا کہ ساری دنیا میں وہی حالات ہوں جو جزیرہ نمائے عرب میں تھے۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت نازل فرمادی جس سے معاشرہ کی سہ گونہ اصلاح مقصود تھی۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے چند الفاظ کے ذریعہ تین عظیم الشان اصلاحات کا اعلان فرمادیا۔

۱۔ تعدد ازدواج کو جواز کی سند عطا فرمائی گئی تاکہ عورتوں کی اس کثرت کا مناسب بندوبست ہوسکے جو اس وقت معاشرہ میں موجود تھی۔ (واضح رہے کہ تعدد ازدواج کے جواز کے لیے قرآن کریم میں اس آیت کے سوا اس سے پہلے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔)

۲۔ اس تعدد ازدواج کی تحدید کردی گئی تاکہ مالدار اور سردار لوگ اپنے گھروں میں لاتعداد بیویاں نہ ڈال سکیں اور اسی طرح ان محروم لوگوں کو بھی بیویاں میسر آسکیں جو اپنی غربت وفلاکت اور کمزوری کی وجہ سے ایک بیوی حاصل کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

۳۔ تعدد ازدواج کی اس اجازت کو ہنگامی صورتِ حالات کے مشروط کردیا گیا تاکہ یہ حقیقت ہر وقت پیش نظر رہے کہ یہ اجازت کن حالات میں قابل عمل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اسلام نہ کسی خاص قوم کے لیے ہے نہ کسی خاص وقت کے لیے۔ وہ پوری دنیا کے لیے ہے اور ہر زمانہ کے لیے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی معاشرہ میں جو حالات آج موجود ہیں وہ ہر معاشرہ میں پائے جائیں اور ہر زمانہ میں پائے جائیں۔

قرآن کریم میری یا کسی دوسرے انسان کی کتاب نہیں ہے وہ تو خدائے علیم وبصیر کی کتاب ہے جسے خوب معلوم ہے کہ مسلم معاشروں کو کن کن حالات سے گزرنا ہوگا اور کیا کیا صورتیں انہیں پیش آنی ہیں۔ [۳۳]

حواشی ومراجع

۱۔ احزاب، آیت ۵۰ تا ۵۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ج ۲، ص ۷۱۸

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی، ۱۹۸۲ء ۱۴۰۲ھ، اعظم گڑھ

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۷م، بیروت، ج سوم

۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فیمن اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع ج ۱، ص ۳۰۴

۸۔ ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ، ج اول

۹۔ تفسیر ابن کثیر اردو، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، سوئی والان دہلی ۲، ج اول، ص ۷۶

۱۰۔ الرازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، طبعہ ثالثہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، جلد ۹، ص ۱۷۱

۱۱۔ گیلانی، سید مناظر احسن، حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۳۱۶

۱۲۔ تفسیر کبیر، ص ۱۷۶

۱۳۔ آلوسی، سید محمود، روح المعانی، ادارہ الطباعۃ المصطفائیہ، دیوبند، جزء رابع، ص ۱۹۷

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ تفسیر کبیر، ص ۱۷۷

۱۸۔ تفسیر کبیر، ص ۱۷۳

ابوطیب صدیق بن حسن، فتح البیان، ادارۃ احیاء التراث الاسلامی، قطر، جزء ثالث، ص ۱۷

۱۹۔ فتح البیان، ص ۱۷

۲۰۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، مکمل بیان القرآن، تاج پبلشرز، بیری والا باغ، دہلی، ج ۱ تا ۶، ص ۹۱

۲۱۔ شفیع، مولانا محمد، معارف القرآن، ربانی بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ۶، ج ۲، ص ۲۸۵

۲۲۔ مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ۱۹۷۱ء، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند، دہلی، ج ۱، ص ۳۲۰

۲۳۔ آزاد، مولانا ابوالکلام، ترجمان القرآن، ۱۹۶۴ء، ساہتیہ اکادیمی، رابندرا بھون، نئی دہلی، ج ۲

۲۴۔ تفسیر ابن جریر، ج ۴، ص ۱۴۳

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۴۴ و ص ۱۴۵

۲۶۔ ایضاً، ص ۱۴۶

۲۷۔ ایضاً، ص ۴۴

۲۸۔ تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس علی البیضاوی المصری، ج ۲، ص ۷

۲۹۔ عثمانی، مولانا محمد تقی، ہمارے عائلی مسائل، دار الاشاعت مولوی مسافر خانہ کراچی

۳۰۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ۱۹۸۹ء، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ دہلی، ج ۲، ص ۲۵۱

۳۱۔ دریابادی، مولانا عبدالماجد، تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ج ۱

۳۲۔ خاں، سر سید احمد، خطبات احمدیہ، سرسید اکیڈمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۳۳۔ عثمانی، مولانا عمر احمد، فقہ القرآن، ۱۹۸۴ء، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ دہلی

☆☆☆

تقابلی مطالعہ

الف: عیسائیت، ہندوازم اور اسلام میں تعددازدواج کا تقابلی مطالعہ

ب: تعدّدِ ازدواج سے متعلق سروے رپورٹ

ج: تعدّدِ ازدواج سے متعلق ماہرین کی آراء

(الف)
مماثلت

نسبت اولاد

ہندو مذہب میں اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ا

اسلام مذہب میں بھی اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔۲

عیسائیت میں بھی باپ کی طرف اولاد کی نسبت ہے۔۳

عورت ومرد کی تمثیل

ہندوازم میں عورت کو کھیت اور مرد کو بیج مانا گیا ہے اور انہیں دونوں کے ملنے سے نسل انسانی وجود میں آتی ہے۔۴

اسلام میں بھی عورت ومرد کے تعلق کو کھیت اور بیج کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔۵

عیسائیت میں اس طرح کی کوئی تمثیل نہیں ہے۔۶

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک

ہندوازم میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے خواہ وہ بیٹی ہو، بیوی ہو یا بھابھی ہو ان کی خدمت، ان کے ساتھ خوش گفتاری اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل فرض کے برابر ہے ان کے ساتھ بدکلامی اور لڑائی جھگڑا سخت منع ہے۔۷

اسلام میں بھی عورت کے ساتھ حسن سلوک کی اتنی ہی تاکید ہے۔۸

عیسائیت میں بھی عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔۹

عورتوں کے ساتھ برتاؤ کا خاندان پر اثر

ہندو مذہب کا خیال ہے کہ جس گھر میں عورت کا احترام اور عزت ہوتی ہے وہاں دیوتا رہتے ہیں اور اعلیٰ سیرت وکردار کے حامل بچے پیدا ہوتے ہیں اور جس گھر میں عورت کے ساتھ بے عزتی اور بدسلوکی ہوتی ہے وہاں سارے کام بے کار ہو جاتے ہیں۔۱۰

اسلام میں بھی عورت کے ساتھ یہی رویہ اپنایا گیا ہے اور نیک عورت کو قیمتی سرمایہ کہا گیا ہے حتیٰ کہ ماں کی خدمت کے صلے میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔۱۱

عیسائیت میں بھی عورت کے ساتھ احترام وعزت کا رویہ ہے۔۱۲

کس طرح کے مرد کے ساتھ شادی کی جائے:

بدکردار مرد کے ساتھ شادی کرنے سے بہتر ہے کہ لڑکی تاحیات بغیر شادی اپنے والدین کے پاس رہے۔۱۳

اسلام میں شادی کے وقت والدین کا چار باتیں دیکھنا ضروری ہے جو کہ خوشگوار زندگی کی ضامن ہیں۔ دینداری، حسب ونسب، پیشہ، حسن وجمال دینداری کو ہر دور میں اہمیت رہی ہے باقی میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔۱۴

عیسائیت میں لڑکی کو مکمل اختیار دیا گیا ہے وہ اپنی رضامندی سے جس کے ساتھ چاہے شادی کر سکتی ہے۔۱۵

لڑکی کے باپ کو لڑکی کے شوہر سے مال لینے کی ممانعت

ہندوازم میں ہے اپنی لڑکی کی شادی کے موقع پر والدین کو ذرا سا بھی مال ودولت نہیں لینا چاہیے ایسا کرنے کا مطلب خرید وفروخت ہے۔۱۶

اسلام میں بھی لڑکی کی شادی پر والدین کا داماد سے کسی بھی طرح کا لین دین منع ہے۔۱۷

عیسائیت میں بھی منع ہے۔۱۸

علیحدگی کے اسباب

ہندوازم میں ہے کہ اگر کسی بدکردار وبداطوار لڑکی کی دھوکے سے کسی شریف شخص کے شادی کر دی جائے تو شوہر کو اسے جدا کرنے کا حق حاصل ہے۔۱۹

اسلام میں بھی ایسا ہی تصور ہے۔۲۰

عیسائیت کے مطابق بھی ایسا ہی ہے۔۲۱

رشتۂ ازدواج کا تقدس

ہندوازم میں ہے کہ شوہر بیوی کی پوری کوشش سدا ساتھ رہنے کی ہونی چاہیے یہی مذہب کا تقاضا ہے۔۲۲

اسلام میں بھی طلاق کو ابغض المباحات کہا گیا ہے جسے بحالت مجبوری ہی استعمال کیا جاسکتا ہے۔۲۳

عیسائیت میں بھی تاحیات میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی تلقین ہے۔۲۴

علیحدگی کی شرائط

ہندوازم میں ہے کہ شراب پینے والی، بیمار، بدکار، گناہگار، بانجھ، مال کو ضائع کرنے والی بدکلامی کرنے والی اور شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورتوں سے علیحدگی جائز ہے۔۲۵

اسلام میں بھی کم وبیش ان ہی شرائط کی بنیاد پر علیحدگی ہوسکتی ہے۔۲۶

عیسائیت میں بھی چند مذکورہ وجوہات کی بناء پر علیحدگی ہوسکتی ہے۔۲۷

شریف اور رذیل مردوں کے لیے عورتوں کی نوعیت

ہندوازم میں ہے کہ شریف مردوں کے لیے اپنی ذات کی عورتوں سے شادی کرنا افضل ہے البتہ رذیل مردوں کے لیے نچلی ذات کی عورتوں سے بھی شادی سہی ہے۔۲۸

اسلام میں پاکیزہ مردوں کے ساتھ پاکیزہ عورتیں اور خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں بہتر بتائی گئی ہیں۔۲۹

عیسائیت میں ذات پات کا کوئی تصور نہیں ہے۔۳۰

شادی میں مرد وعورت کا رول

ہندو مذہب کے مطابق نسل انسانی کو وجود بخشنے میں میاں بیوی دونوں ذمہ دار ہیں۔۳۱

مذہب اسلام میں بھی انسانیت کے وجود کا ذمہ دار مرد وعورت کو قرار دیا گیا ہے۔۳۲

عیسائیت میں بھی دونوں ہی ذمہ دار ہیں۳۳

منتروں ودعاؤں کی فضیلت اور شوہر کے بیوی پر حقوق کی ابتداء

ہندو مذہب کے مطابق شادی میں منتر وغیرہ پڑھنا میاں بیوی کی بھلائی کے لیے کیا جاتا ہے علاوہ ازیں شادی کے بعد ہی شوہر بیوی کے حقوق کا ذمہ دار ہے پہلے نہیں۔۳۴

اسلام میں بھی ایجاب وقبول کے بعد دعاؤں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور شادی کے بعد ہی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کے پابند ہوتے ہیں۔۳۵

عیسائیت میں بھی شادی کے وقت بائیبل کی آیات پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور تمام ارکان کے بعد ہی ایک دوسرے کے حقدار ہوتے ہیں۔۳۶

کثرت زوج کی ممانعت

ہندوازم میں ایک مرد دو بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن کوئی عورت دو شوہر نہیں رکھ سکتی۔۳۷

اسلام میں ایک مرد بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن کوئی عورت ایک سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔۳۸

عیسائیت کے عہد نامہ قدیم کے مطابق ایک مرد زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن عہد نامہ قدیم وجدید کے مطابق ایک عورت زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔۳۹

بیوی کی جنسی ضرورت پوری نہ ہونے پر دوسرے شوہر کا جواز

ہندوازم میں ہے کہ اگر کوئی مرد کسی دوسری عورت کی جنسی ضرورت کو پورا کرسکتا ہے لیکن اپنی بیوی کی نہیں تو اس صورت میں بیوی دوسرا شوہر حاصل کرسکتی ہے۔۴۰

مذہب اسلام میں اگر شوہر اپنی بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو زوجہ کو اسلامی عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے حاکم شرعی تحقیق حال کے بعد تفریق کرسکتا ہے۔

حقوق زوجیت میں یہ چیزیں شامل ہیں۔

(۱) جنسی تعلق قائم نہ رکھے (۲) اپنی استطاعت کے مطابق اس کی ضروریات زندگی پوری نہ کرے (۳) زوجہ پر ظلم وتعدی کرے۔۴۱

عیسائیت کے مطابق مذکورہ صورت حال میں شادی منع ہے۔۴۲

پہلے شوہر کی موجودگی میں دوسرے مرد کا تصور غلط

ہندو ازم میں شریف اور خاندانی شوہر کو چھوڑ کر جو عورت مزید اچھے شوہر کا تصور کرتی ہے اسے لوگ بری نظر سے دیکھتے ہیں۔[۴۳]

اسلام میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔[۴۴]

عیسائیت میں بھی ممنوع ہے۔[۴۵]

بیٹی کو ایک شخص سے شادی کرنے کے بعد دوسرے کی تحویل میں دینے کی ممانعت

ہندو ازم میں ہے کہ ایک مرتبہ کنیادان کر کے عقلمند دوسرے کو نہ دے ایسا کرنا بڑی غلطی ہے۔[۴۶]

اسلام میں بھی ایسا کرنا گناہ کا موجب ہے۔[۴۷]

عیسائیت میں منگنی ختم ہو سکتی ہے۔ اگر میاں بیوی راضی ہوں ورنہ نہیں۔[۴۸]

ازدواج ثانی کا جواز

ہندو ازم میں ہے اگر کوئی عورت پینے والی، بدچلن، شوہر کی نافرمان، مارنے والی اور مال و دولت کو ضائع کرنے والی ہو تو اسے چھوڑ کر دوسری شادی کر لینی چاہئے۔[۴۹]

اسلام میں بیوی سے علیحدگی اور دوسری شادی کے مذکورہ اسباب ہو سکتے ہیں۔[۵۰]

عیسائیت میں مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر علیحدگی ہو سکتی ہے۔[۵۱]

زنا کی ممانعت

ہندو مذہب کے مطابق زنا انتہائی بری اور قابل سزا جرم ہے۔[۵۲]

اسلام میں ہے کہ زنا کے قریب جانا سخت منع ہے۔[۵۳]

عیسائیت میں بھی زنا کو انتہائی برا سمجھا گیا ہے۔[۵۴]

سزائے زنا

ہندو ازم میں زنا کی سزا بدن پر داغ لگانا، جلاوطنی، اور زانی کو لوہے کے گرم پلنگ میں سلا کر چاروں طرف لکڑی رکھ کر آگ لگانا ہے۔[۵۵]

اسلام میں اگر زانی یا زانیہ شادی شدہ ہیں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے گا اور اگر دونوں بغیر شادی شدہ ہیں تو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔[۵۶]

عیسائیت میں ہے کہ زنا اگر آنکھ کے ذریعہ ہو یا ہاتھ کے ذریعہ تو اسی عضو کو نکال دینا چاہئے تاکہ سارا بدن جہنم سے بچ جائے۔[۵۷]

کثرت شوہر کی ممانعت

ہندو ازم میں چند شوئی (ایک عورت کے کئی شوہر) منع ہے۔ (لیکن ابنائے پانڈو ...... یدھشٹر، ارجن، سہدیو، نکل، بھیم) اور دروپدی کا واقعہ کثرت شوئی کو ظاہر کرتا ہے۔[۵۸]

اسلام میں چند شوئی منع ہے۔[۵۹]

عیسائیت میں بھی چند شوئی کی ممانعت ہے۔[۶۰]

مرد کی بیوی پر قوّامیت

ہندو مذہب میں مرد عورت کے نگراں ہیں۔[۶۱]

اسلام میں مرد عورت پر قوام ہیں۔[۶۲]

عیسائیت میں مرد عورت کے نگراں ہیں۔[۶۳]

شوہر کی بیوی سے محبت کی تلقین

ہندو مذہب میں عورت بالخصوص بیویوں سے محبت کے ساتھ رہنے کی تاکید ہے۔[۶۴]

اسلام میں بیوی کے ساتھ مودت و محبت کا درس دیا گیا ہے۔[۶۵]

عیسائیت میں بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آنے کی تاکید ہے۔[۶۶]

میاں بیوی کے باہمی حقوق اور الٰہی حقوق

ہندو ازم میں زوجین کے باہمی حقوق اور الٰہی حقوق دونوں کی تلقین ہے۔[۶۷]

اسلام میں میاں بیوی کے درمیان حسن معاشرت کی تلقین کی گئی ہے اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی پرزور تاکید ہے۔[۶۸]

عیسائیت میں بھی میاں بیوی کے باہمی حقوق اور الٰہی حقوق پر زور دیا گیا ہے۔[۶۹]

تضاد

عورت کی حیثیت

ہندوازم میں ہے کہ عورت جس حیثیت میں ہو کبھی آزاد نہیں رہ سکتی عمر کے ہر دور میں کسی نہ کسی کی نگرانی میں رہتی ہے۔ ۷۰

اسلام میں ہے کہ عورت بعض معاملات میں بلوغت سے قبل آزادانہ حیثیت نہیں رکھتی ولایت کا ہونا ضروری ہوتا ہے البتہ بلوغت کے بعد ہر معاملہ میں آزاد ہے۔ ۷۱

عیسائیت میں عورت ہر وقت ہر دور میں آزاد ہے۔ ۷۲

لڑکی کے لیے شادی کا وقت

ہندوازم میں ہے کہ لڑکی کو حیض آنے کے تین سال بعد شوہر کی تلاش کرنی چاہیے۔ ۷۳

اسلام میں لڑکی کی شادی کے لیے کوئی متعین وقت نہیں ہے البتہ بلوغت سے پہلے ولی کا ہونا ضروری ہے۔ ۷۴

عیسائیت میں شادی کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے۔ ۷۵

شادی کی عمر

ہندوازم میں لڑکا اور لڑکی دونوں کے لیے شادی کی عمر متعین ہے تیس سال کا نوجوان بارہ سال کی لڑکی، چوبیس سال کا لڑکا آٹھ سال کی لڑکی ہونی چاہیے۔ ۷۶

اسلام میں لڑکے اور لڑکی کی عمر کی کوئی تخصیص نہیں ہے لڑکا عمر میں لڑکی سے بڑا اور لڑکی عمر میں لڑکے سے بڑی ہو سکتی ہے۔ ۷۷

عیسائیت میں بالغ ہونا ضروری ہے۔ ۷۸

ولایت نکاح

ہندوازم میں شادی کے معاملے میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے باپ جس کے حوالے کردے یا پھر باپ کی مرضی سے بھائی جس سے شادی کردے اس کی ساری زندگی خدمت کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ ۷۹

اسلام میں اس طرح کا جبر وزبردستی نہیں ہے۔ ۸۰

عیسائیت میں بھی شادی کے معاملے میں عورت پر زور وزبردستی نہیں ہے۔ ۸۱

بھائی کی شرط

ہندوازم میں لڑکی کی شادی کے لیے باپ کا یا بھائی کا ہونا ضروری ہے۔ ۸۲

اسلام میں باپ یا بھائی نہ ہونے کی صورت میں کوئی دوسرا قریبی رشتہ دار ولی ہوسکتا ہے۔ ۸۳

عیسائیت میں باپ یا بھائی کا ہونا ضروری نہیں ہے ولی کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ ۸۴

نااہل شوہر کی فرمانبرداری وخدمت

ہندو مذہب میں ہے شوہر چاہے کتنا بھی بداطوار وبدکردار ہو لیکن عورتوں کو ہمیشہ اس کی دیوتاؤں کی مانند خدمت کرنی چاہیے۔ ۸۵

اسلام مذہب میں عورتوں پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے وہ مجبوراً اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ ۸۶

عیسائیت میں شوہر کی تابعداری کی پرزور تاکید ہے۔ ۸۷

پتی لوک کی خواہش مند عورتوں کی ذمہ داری

ہندوازم میں خیال کیا جاتا ہے کہ جو عورت پتی لوک کی خواہش مند ہو وہ ہر حال میں شوہر کی اطاعت کرے اور اس کا خیال رکھے شوہر خواہ زندہ ہو یا مردہ۔ ۸۸

اسلام میں عورتوں کو شوہروں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے جب وہ زندہ ہو مرنے کے بعد عورت آزاد ہے۔ ۸۹

عیسائیت میں بھی شوہر کی زندگی میں حقوق کی ادائیگی ضروری ہے شوہر کے مرنے کے بعد عورت شوہر کی پابند نہیں ہے۔ ۹۰

دوسری شادی کی ممانعت

ہندو مذہب میں ہے کہ شوہر کے مرنے پر عورت اپنے کو فنا کرنے کا کوئی بھی طریقہ استعمال کرے لیکن دوسری شادی نہ کرے۔ ۹۱

مذہب اسلام میں ہے شوہر کے مرجانے پر عورت چار ماہ دس دن عدت کرے پھر یہ مدت عدت گزرنے کے بعد وہ جس کے ساتھ چاہے شادی کرے۔۹۲

عیسائیت میں شوہر کے مرجانے پر دوسری شادی کی اجازت ہے۔۹۳

دولہا کو دھوکا دے کر شادی کے بندھن میں باندھنا

ہندوازم میں ہے کہ اگر شادی کے معاملے میں دولہا کو دھوکا دیا جائے لڑکی کوئی دکھائی جائے شادی کسی اور لڑکی سے کی جائے تو دولہا اسی قیمت میں دونوں کو بیاہ کر لے جائے۔۹۴

مذہب اسلام میں ہے کہ شوہر یا بیوی دونوں میں سے کسی کو بھی دھوکا نہ دیا جائے لیکن جوروزبردستی کسی پر نہیں کی جائے گی کیونکہ جب تک دونوں کی مرضی نہ ہو نکاح نہیں ہوگا۔۹۵

عیسائیت میں بھی لڑکے اور لڑکی کی مرضی سے شادی مکمل ہوگی۔۹۶

قانون ذات کی مخالفت

ہندو مذہب میں ہے کہ اگر کوئی برہمن شودر عورت کے ساتھ صحبت کرے اور اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی برہمنیت داغدار ہو جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔۹۷

مذہب اسلام میں ذات پات کے نتیجے میں برتری اور کمتری کا کوئی تصور نہیں ہے۔ البتہ تقویٰ کی بنیاد پر برتری و کمتری ہے۔۹۸

عیسائیت میں ذات پات کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۹۹

متوفی منگیتر کے بھائی کے ساتھ شادی

ہندو مذہب میں ہے اگر منگنی کے بعد کسی لڑکی کا منگیتر مرجائے تو اس لڑکے کے چھوٹے بھائی کو اس لڑکی سے شادی کرنی چاہیے۔۱۰۰

اسلام میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے منگیتر کے چھوٹے بھائی سے بھی ہوسکتی ہے کسی اور سے بھی ہوسکتی ہے سوائے محرم رشتہ داروں کے۔۱۰۱

عیسائیت کے مطابق اگر لڑکی متوفی کے بھائی سے رضامند ہے تو اس سے ہوسکتی ہے ورنہ دوسرے سے بھی ہوسکتی ہے۔۱۰۲

فرماں بردار، خوش کلام مگر بیمار عورت کی موجودگی میں دوسری شادی

ہندوازم میں ہے اگر عورت بیمار ہے لیکن فرمانبردار اور خوش کلام ہے تو شوہر کی دوسری شادی کرنے سے پہلے بیوی کی اجازت لینی چاہیے اور اس کو بھی تکلیف نہ پہنچائے۔۱۰۳

اسلام میں ہے کہ اگر بیوی بیمار ہے یا ایسی کوئی حالت ہے جس کا حل صرف دوسری بیوی کر لینے میں ہے تو شوہر کو دوسری بیوی کرنے کی اجازت ہے پہلی بیوی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ شادی کر لینے کے بعد دونوں کے مابین عدل قائم کرنے کی کڑی شرط ہے۔۱۰۴

عیسائیت کے مطابق پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔۱۰۵

بیوی کا تعلق شوہر کے بھائیوں کے ساتھ

ہندوازم میں بھائی کی بیوی کے ساتھ بغیر مجبوری نیوگ ناجائز ہے۔۱۰۶

اسلام میں نیوگ ناجائز ہے خواہ مجبوراً ہو یا بغیر مجبوری۔۱۰۷

عیسائیت میں نیوگ کا کوئی تصور نہیں ہے۔۱۰۸

نیوگ کی مشروط اجازت

ہندوازم میں ہے اگر شوہر سے بچے نہ ہوں تو عورت دیور، اپنی ذات یا اپنے سے اونچی ذات اور شوہر کی چھ پیڑیوں میں شوہر کے چھوٹے یا بڑے بھائی سے نیوگ کر کے بقدر ضرورت بچے پیدا کرسکتی ہے۔۱۰۹

اسلام میں نیوگ کا کوئی تصور نہیں ہے۔۱۱۰

عیسائیت میں بھی نیوگ ممنوع ہے۔۱۱۱

بیوہ سے بذریعہ نیوگ اولاد کی تعداد

ہندوازم میں ہے کہ بیوہ عورت سے نیوگ کے ذریعہ صرف ایک بیٹا پیدا کرنا چاہیے۔۱۱۲

اسلام میں سخت منع ہے۔[۱۱۳]

عیسائیت میں سخت ممانعت ہے۔[۱۱۴]

دوسری عورت سے شادی یا نیوگ کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

ہندو ازم میں ہے اگر عورت بانجھ ہو تو آٹھ سال، بچے ہو کر مر جائیں تو دس سال، مسلسل لڑکی ہی ہو لڑکا نہ ہو تو گیارہ سال انتظار کریں اور دوسری عورت سے نیوگ کے ذریعہ بچے پیدا کریں اور اگر عورت بدکلام ہو تو اس صورت میں عورت کو فوراً چھوڑ دیں اور نیوگ سے بچے پیدا کریں۔[۱۱۵]

اسلام میں نیوگ منع ہے۔[۱۱۶]

عیسائیت میں نیوگ ممنوع ہے۔[۱۱۷]

مختلف طبقات کے مرد وعورتوں کو بیویاں یا شوہر رکھنے کی حد

ہندوازم میں ہے کہ ایک برہمن دوسری ذاتوں کی ترتیب وار تین بیویاں رکھ سکتا ہے اسی طرح ایک شودر عورت بھی ذاتوں کی ترتیب سے تین شوہر رکھ سکتی ہے چھتری دوسری ذات کی دو بیویاں رکھ سکتا ہے ایک ویش عورت دو شوہر رکھ سکتی ہے اور چھتری عورت دوسری ذات کا ایک شوہر رکھ سکتا ہے۔[۱۱۸]

اسلام میں ذات پات کا کوئی تصور نہیں ہے اور اس بنیاد پر بیویوں کی تعداد کے سلسلے میں کوئی حد بندی نہیں کی گئی ہے۔ البتہ آزاد اور غلام کے سلسلے میں ائمہ میں اختلاف ہے۔ امام مالک کے نزدیک آزاد کی طرح غلام بھی چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے البتہ امام شافعی اور امام حنیفہ اور بعض ائمہ کے نزدیک غلام صرف دو عورتوں سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔[۱۱۹]

عیسائیت میں ذات پات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی ہے علاوہ ازیں چند زنی و چند شوئی دونوں ناپسندیدہ ہیں۔[۱۲۰]

مختلف طبقات کی عورتوں کے مابین مذہبی امور کی انجام دہی

ہندو مذہب میں ہے کہ اگر ایک مرد کی مختلف ذاتوں کی کئی بیویاں ہوں تو مذہبی امور میں اپنی ذات کی بیوی سے رجوع کرے۔[۱۲۱]

اسلام میں ذات پات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔[۱۲۲]

عیسائیت میں چندزنی پسندیدہ نہیں ہے۔[۱۲۳]

عوام وخواص کے لیے تعداد ازدواج کی حدود

ہندو مذہب میں ذات پات کے لحاظ سے بیویوں کی تعداد متعین ہے شودر کے لیے ایک، ویش کے لیے دو، چھتری کے لیے تین، برہمن کے لیے چار کی اجازت ہے لیکن بادشاہ کے لیے کوئی حد بندی نہیں ہے۔[۱۲۴]

اسلام میں ہر شخص کے لیے خواہ کسی قوم کسی طبقہ یا کسی خاندان کا ہو بحالت ضرورت بیک وقت چار رکھنے کی اجازت ہے البتہ نبی کریم کا معاملہ اس سے استثناء تھا۔[۱۲۵]

عیسائیت میں بھی عوام وخواص کے لیے یکساں قانون ہے۔[۱۲۶]

تعداد ازدواج کی حدود

ہندو مذہب کے بعض علماء کے مطابق برہمن کو تین، چھتری کو دو، ویش اور شودر کو ایک رکھنے کی اجازت ہے۔[۱۲۷]

اسلام میں عامۃً چار کی اجازت ہے۔[۱۲۸]

عیسائیت میں ایسا نہیں ہے۔[۱۲۹]

دوسری شادی کی صورت میں پہلی بیوی کو کیا کچھ دیا جائے

ہندو مذہب میں ہے کہ اگر کوئی مرد دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو پہلی بیوی کو نان نفقہ اور گزارہ دے کر دوسری شادی کر سکتا ہے۔[۱۳۰]

اسلام میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔[۱۳۱]

عیسائیت میں یک زوجیت پسندیدہ ہے۔[۱۳۲]

مذہبی امور میں بیوی کا ساتھ دینے کی اہلیت

ہندوازم میں ہے کہ اگر اپنی ہی قوم کی بہت سی بیویاں ہوں تو سب سے بڑی یا سب سے پہلی بیوی کے ساتھ مرد مذہبی کام انجام دے گا۔[۱۳۳]

اسلام میں اس صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعہ منتخب کیا جائے گا۔[۱۳۴]

عیسائیت میں چند زوجیت وذات پات پسندیدہ نہیں ہے۔[۱۳۵]

شوہر کی غیبت میں بیوی کے انتظار کی حد

ہندومذہب کے مطابق شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں بیوی کو چھ سال انتظار کرنا چاہیے اگر اس مدت میں شوہر کا پتہ چل جائے تو بیوی شوہر کے پاس چلی جائے۔[۱۳۶]

اسلام میں بھی چار سال کے انتظار کی حد ہے مفتی بہ مدت انتظار چار سال ہی ہے ویسے حنفی مسلک میں زیادہ مدت ہے۔[۱۳۷]

عیسائیت میں ۸ یا دس سال ہے۔[۱۳۸]

متعدد بیویوں کے مابین تقسیم وراثت میں ترجیحات

ہندومذہب میں ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں پہلی بیوی کے بیٹے کو ملکیت کا زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔[۱۳۹]

اسلام میں ہر معاملے میں عدل ومساوات کی تلقین کی گئی ہے۔[۱۴۰]

عیسائیت میں یک زوجیت ہے۔[۱۴۱]

شادی میں کفاءت کا مسئلہ

ہندوازم میں ذات پات بڑی اہمیت کی حامل ہے شادی کے معاملے میں ویش کی

بیوی شودر اور اپنی دونوں ذاتوں میں سے ہوسکتی ہے۔ چھتری کی بیوی شودر یا ویش ذات اور اپنے ویش ذات کی ہوسکتی ہے برہمن کی شودر، ویش، چھتری سبھی ذاتوں کی ہوسکتی ہے برہمن بھی اس طرح چاروں ذاتوں میں شادی کرسکتا ہے۔[۱۴۲]

اسلام میں ذات پات کفائت میں شامل نہیں ہے۔[۱۴۳]

عیسائیت میں بھی ذات پات نہیں ہے۔[۱۴۴]

بیوہ کی شادی

ہندوازم میں بیوہ کی شادی ممنوع ہے۔[۱۴۵]

اسلام میں بیوہ کی شادی جائز ہے۔[۱۴۶]

عیسائیت میں بیوہ کی شادی جائز ہے۔[۱۴۷]

دوسری شادی کے سبب پہلی ناراض بیوی کے ساتھ برتاؤ

ہندوازم میں ہے کہ دوسری شادی کرنے پر جو عورت غصہ میں آکر گھر سے نکل جائے اسے تبھی روک کر رکھے اور اس کے خاندان والوں کے پاس چھوڑ آئے۔[۱۴۸]

اسلام میں ہے کہ میاں بیوی میں کسی طرح کی رنجش ہوجائے تو ذمہ داران کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔[۱۴۹]

عیسائیت میں بیوی کے لیے جدائی منع ہے۔[۱۵۰]

شادی کی فرضیت

ہندومذہب کے مطابق شادی فرض ہے کیونکہ مرد وعورت بغیر شادی کے مذہبی امور انجام نہیں دے سکتے۔[۱۵۱]

اسلام میں شادی کرنا بہتر ہے اگر زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو مجرد بھی رہ سکتے ہیں۔[۱۵۲]

عیسائیت میں شادی نہ کرنا زیادہ اچھا ہے اگر زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی کرنا بہتر ہے۔[۱۵۳]

پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی رکھنے کی خواہش پر پہلی کو دئے گئے مال ومتاع کی مقدار

ہندو مذہب میں ہے کہ اگر شوہر کی دوسری شادی کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کو عقد نکاح سے خارج کر دیا گیا ہے تو وہ اس امر کی حقدار ہے کہ وہ اپنے سابق شوہر سے اتنے ہیرے جواہرات اور زیور وغیرہ حاصل کرے جتنے شوہر نے دوسری شادی میں دوسری بیوی کو دئے جب تک یہ مال ودولت اسی کو نہیں دی گئی ہو اور اگر پہلے سے دیدی گئی ہو تب اس کو (پہلی بیوی) دوسری کے مقابلے آدھی جائداد دی جانی چاہیے۔۱۵۴

اسلام میں بیوی کو عقد نکاح کے خارج کرنے کی صورت میں مہر کی ادائیگی ضروری ہے اگر نہ کی گئی ہو۔۱۵۵

عیسائیت میں شادی کے بعد فریقین کے لیے جدائی نہیں ہے۔۱۵۶

عورت کے لیے دوسرے کی شرائط

پانچ حالات میں کوئی عورت دوسرا شوہر حاصل کرسکتی ہے۔

اس کا پہلا شوہر ختم ہوگیا ہو، برباد ہوگیا ہو یا فطری انداز میں مرگیا ہو یا پردیس میں چلا گیا ہو یا وہ نامرد ہو یا وہ اپنی ذات کھو چکا ہو۔۱۵۷

اسلام میں شوہر کے پردیس چلے جانے کی صورت کے علاوہ دیگر صورتوں میں عورت دوسرا شوہر کرسکتی ہے۔ پردیس جانے کے بعد اگر شوہر چار سال لاپتہ رہے تب عورت دوسرا شوہر کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔۱۵۸

عیسائیت میں شوہر کے مرجانے کی صورت میں عورت کو دوسرا شوہر کرنے کی اجازت ہے۔۱۵۹

پردیس میں گیا شوہر

ہندو مذہب کے مطابق ایک برہمن عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کا آٹھ سال

انتظار دیکھے اور اگر اس کے اولاد نہ ہو تو چار سال تک اور تب ان شرائط کے پورا ہونے پر اپنے آپ کو دوسرے مرد کے حوالے کرسکتی ہے ایک چھتری عورت کو اگر شوہر غائب ہے تو چھ سال انتظار دیکھنا چاہیے اور اگر وہ لاولد ہے تو تین سال ایک ویش عورت کو اپنے غائب شوہر کے لیے بچوں کی موجودگی میں چار سال انتظار دیکھنا چاہیے اور اگر وہ لاولد ہے تو دو سال وہی مدت انتظار قانوناً اس شودر عورت کے لیے ضروری ہے جس کے شوہر غائب ہیں اور اگر اس کا کچھ احساس ہو کہ اس کا (شودر) شوہر زندہ ہے تو شودر عورت کے لیے دگنی مدت انتظار کی ضرورت ہے یہ قانون پرجاپتی کا وضع کیا ہوا ہے ان عورتوں کے لیے جن کے شوہر واپس نہیں آتے ہیں مذکورہ بالا مدت کے گزرنے کے بعد یہ عورتیں (تکمیل حاجات جنسیہ) کے لیے دوسرے مردوں کے پاس پہنچ جائیں۔۱۶۰

اسلام مذہب میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کو چار سال تک انتظار کا حکم دیا جائے یہی رائے سعید بن المسیب، زہری نخعی، عطاء، مکحول اور شعبی کی ہے۔ امام مالک نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے اور امام احمد بن حنبل کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعود کی رائے میں اس کی بیوی کو اسی کی واپسی یا موت کی تحقیق ہونے تک صبر کرنا چاہیے۔ سفیان ثوریؒ، امام حنیفہ، امام شافعی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔۱۶۱

عیسائیت میں شوہر و بیوی کو ہمیشہ ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے الا یہ کہ شوہر کا انتقال ہوجائے۔۱۶۲

مثالی بیوی کو جدا کرنے پر شوہر کی سزا

ہندو مذہب میں ہے کہ جو اپنی بیوی کو فرمانبردار، گھریلو نظم ونسق میں ہوشیار اور محنتی لائق بیٹے کی ماں، خوش کلامی کی مالک وعادی ہونے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اس کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی جائیداد کا ایک تہائی حصہ اپنی اس بیوی کو چکائے اور اگر غریب ہو تو اس کی روزمرہ ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری لے۔۱۶۳

اسلام میں ہے کہ میاں بیوی حتی المقدور ساتھ رہنے کی کوشش کریں بحالت مجبوری طلاق کی صورت میں مہر کی ادائیگی ہے۔۱۶۴

عیسائیت میں زوجین کے مابین جدائی سخت منع ہے۔۱۶۵

محرمات نکاح

ہندوازم میں ہے کہ جو عورت ماں کی چھ پیڑھی اور باپ کے گوتر کی نہ ہو وہی دجوں کے لیے شادی کرنے میں بہتر ہے۔۱۶۶

اسلام میں جن مردوں اور عورتوں کا آپس میں نکاح حرام ہے ان کی دو صورتیں ہیں ایک حرمت ابدیعنی وہ جس سے کبھی نکاح درست نہ ہو دوسرے حرمت موقت یعنی کسی عارضی سبب سے نکاح حرام ہو اور جب وہ سبب دور ہو جائے تو نکاح جائز ہوگا۔

حرمت ابد کی تین صورتیں ہیں (۱) نسب وقرابت کے ذریعہ (۲) سسرالی رشتے کے ذریعہ (۳) رضاعت کے ذریعہ۔ موقت جیسے ایک بہن کی موجودگی میں اسی کی دوسری بہن کو نکاح میں لانا۔۱۶۷

عیسائیت میں مرد مندرجہ ذیل عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا:

دادی، بیوی کی دادی، اپنی پھوپھی، خالہ، تائی یا چچی، ممانی، بیوی کی پھوپھی، بیوی کی خالہ، اپنی ماں، سوتیلی ماں، ساس، بیٹی، بیوی کی بیٹی، بہو، بہن، سالی، بھابھی، پوتی، نواسی، پوتے کی بہو، نواسے کی بہو، بیوی کی پوتی، بیوی کی نواسی، بھتیجی، بھانجی، نواسے کی بہو، بھانجے کی بہو، سالے کی لڑکی، سالی کی لڑکی۔

اسی طرح عورت مندرجہ ذیل مردوں سے نکاح نہیں کرسکتی:

دادا، شوہر کا دادا، سسر، دادا کا بھائی، ماموں، پھوپھا، خالو، سسر کا بھائی، ساس کا بھائی، اپنا باپ، سوتیلا باپ، سسر، بیٹا، سوتیلا بیٹا، داماد، بھائی، دیور یا جیٹھ، نواسا، پوتا، پوتی کا شوہر، شوہر کا پوتا، بھتیجا، نواسا، بھتیجی کا شوہر، بھانجی کا شوہر، شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا۔ ۱۶۸

(ب)

تعدّدِ ازدواج سے متعلق سروے رپورٹس

مختلف طرق اور ذرائع ابلاغ کے حوالے سے یہ پروپیگنڈے سامنے آتے رہتے ہیں سارے مذاہب کے مقابلے اسلام کے ماننے والوں میں تعدد ازدواج زیادہ رائج ہے اور سارے مذاہب کے مقابلے مسلمانوں کی آبادی کثرت سے پائی جاتی ہے اور اس بڑھتی ہوئی آبادی کا بڑا ذریعہ تعدد ازدواج ہے، اگر تعدد ازدواج پر قابو پالیا جائے تو بہت سے ملکی مسائل با آسانی حل ہو سکتے ہیں لہٰذا اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کچھ سروے رپورٹس پیش کی جارہی ہیں جن سے موجودہ حقیقت سامنے آجائیگی۔

۱-ہندوستان میں تعدد ازدواج

	1931/40	1941/50	1951/60
قبائلی برادریاں	9.53	17.53	17.98
ہندو	6.79	7.15	5.06
مسلم	7.29	7.06	4.31

تعدد ازدواج کے رجحان میں کمی سے یہ اشارے بھی ملے کہ مرد وعورت کے تناسب میں فرق ہے۔۱۶۹

۱۹۹۱ سے ۲۰۰۱ کے شماریات سے پتہ چلا کہ مردوں کی تعداد ہند میں عورتوں سے زیادہ ہے۔

1901	1000 مردوں کے مقابلے میں عورتیں	972
1911		964
1921		955

1931	950
1941	945
1951	946
1961	941
1971	930
1981	934
1991	927
2001	933

ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں بھی مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل جدول سے ظاہر ہو رہا ہے۔

ریاست	کل تعداد	مرد	%	عورتیں	%
ہندوستان	1027015247	531277078	51.7	495738169	48.3
جموں اور کشمیر	10069917	5300574	52.6	4769343	47.4
ہماچل پردیش	6077248	3085256	50.8	2991992	49.2
پنجاب	24289296	12963362	53.4	11325934	46.6
چنڈی گڑھ	900914	508224	56.4	392690	43.6
اترانچل	8479562	4316401	50.9	4163161	49.1
ہریانہ	21082989	11327658	53.7	9755331	46.3
راجستھان	56473122	29381657	52	27091465	48
اترپردیش	166052859	87466301	52.7	78586558	47.3
بہار	82878796	43153964	52.1	39724832	47.9
سکم	540493	288217	53.3	252276	46.7
اروناچل پردیش	1091117	573951	52.6	517166	47.4
ناگالینڈ	1988636	1041686	52.4	946950	47.6
منی پور	2388634	1207338	50.5	1181296	49.5
میزورم	891058	459783	51.6	431275	48.4
تریپورہ	3191168	1636138	51.3	1555030	48.7
میگھالیہ	2306069	1167840	50.6	1138229	49.4
آسام	26638407	13787799	51.8	12850608	48.2
مغربی بنگال	80221171	41487694	51.7	38733477	48.3
جھارکھنڈ	26909428	13861277	51.5	13048151	48.5
اڑیسہ	36706920	18612340	50.7	18094580	49.3
چھتیس گڑھ	20795956	10452426	50.3	10343530	49.7
مدھیہ پردیش	60385118	31456873	52.1	28928245	47.9
گجرات	50596992	26344053	52.1	24252939	47.9
دمن اور دیو	158059	92478	58.5	65581	41.5
دادرا اور نگر حویلی	220451	121731	55.2	98720	44.8
مہاراشٹرا	96752247	50334270	52	46417977	48
آندھرا پردیش	75727541	38286811	50.6	37440730	49.4
کرناٹکا	52733958	26856343	50.9	25877615	49.1
گوا	1343998	685617	51	658381	49
لکشدیپ	60595	31118	51.4	29477	48.6
تامل ناڈو	62110839	31268654	50.3	30842185	49.7
پانڈیچری	973829	486705	50	487124	50

۲- سماجی اعتبار سے ہندو اور مسلم کے مابین تعدد ازدواج کی شرح کتنی ہے؟ اس سلسلے میں Malika B.Mistry,Puna کا خیال ہے کہ تعدد ازدواج کی شرح ہندوؤں میں زیادہ ہے جب کہ مسلمانوں میں کم ہے اور اس کے ثبوت کے لیے ''عورتوں کے مقام سے'' متعلق

ایک رپورٹ کو پیش کرتے ہیں جو کہ 1931 -1941 , 1941 - 1951 اور 1951-1961 کے دور کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ہندوؤں میں تعدد ازدواج کی شرح بالترتیب 7.15,6.79 اور 5.06 ہے جب کہ مسلمانوں میں 7.29 4.31.7.06 ہے اور قبائل میں یہ تناسب 17.53,9.53 اور 17.98 ہے۔

اس طرح سے قبائل میں یہ تناسب سب سے زیادہ تھا جب کہ مسلمانوں میں یہ رجحان ہندوؤں سے کم تھا۔ ا؎

۳- ایک دوسرا سروے جو کہ 1961 میں ایک (Census Authorities) شماریاتی ادارے کی نگرانی میں کیا گیا اس کا نتیجہ یہ تھا۔

قبائل میں تعدد ازدواج	15.25%
بدھشٹ " "	7.97%
جین " "	6.72%
ہندو " "	5.8%
مسلم " "	5.7%

K.C Seal اور P.P.Talwar انہیں تحریروں سے استدلال کرتے ہیں جہاں جہاں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج ہوگا وہاں افزائش نسل کی شرح کم ہوگی۔

Pakrasi کا خیال ہے کہ مسلمان دوسری شادی میں عام طور پر سن رسیدہ عورتوں کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ ہندو زیادہ جوان عورتوں کو، اس طرح مسلمانوں کی دوسری بیویوں کی اولاد پہلی بیوی کی اولاد سے تعداد میں کم ہوتی ہے ہندوؤں میں یہ صورت حال برعکس ہے۔ ۲؎

۴- 1969 میں The Indian Statistical Institute کے ایک محقق کے ذریعہ رپورٹ جو Hindustan Times میں شائع ہوئی تھی۔

"ایک غیر مسلم اسکالر کے ذریعہ کیے گئے سروے کے مطابق غیر مسلموں میں کثرت ازواج کی شرح 7.2% ہے حالانکہ غیر مسلموں میں قانونی اعتبار سے دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے۔ مسلمانوں میں یہ شرح صرف 2% ہے جب کہ مسلمانوں کو قانونی اعتبار سے دوسری

شادی کی اجازت ہے۔ رپورٹ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عامۃً مسلمان دوسری شادی کے لیے معمر بیواؤں کا انتخاب کرتے ہیں جب کہ ہندو اکثر و بیشتر جہیز کے حصول کے لیے نوجوان عورتوں سے دوسری شادی کرتے ہیں۔" ۳؎

صرف ایک سال کے بعد ایک دوسرے مشہور و معروف روزنامے The South نے یہ رپورٹ شائع کی تھی۔

"بلاشک وشبہ یہ امر حق ہے کہ کثرت ازواج کے واقعات ہندوستانی مسلمانوں میں دوسروں سے کم ہیں۔" ۴؎

۵- خواتین کی صورتحال سے متعلق 1974 میں جو رپورٹ شائع ہوئی، اس سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ تعدد ازدواج کا چلن صرف مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ مختلف سطحوں پر اس کا رواج ہندوستان کے دیگر فرقوں میں بھی ہے۔

شماریات مندرجہ ذیل ہیں۔

قبائلی برادریاں	15.25٪
بدھ مت	9.07٪
جین	6.72٪
ہندو	5.08٪
مسلم	5.07٪

اس طرح تعدد ازدواج کا رواج مسلمانوں میں سب سے کم پایا گیا۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ مسلمانوں میں اس کا رجحان برابر کم ہو رہا ہے۔ ۵؎

۶- 1981ء میں چند زوجگی سے متعلق سمنتا بنرجی کے ذریعہ کئے گئے سروے کی رپورٹ:

ہندو	5.6%
قبائل	15.25%
مسلم	4.31% ۶؎

۷- The Statesman اخبار میں 1984ء میں طبع شدہ رپورٹ کے مطابق تامل

ناڈو میں مسلمانوں کے مقابلے اکثریتی سماج (ہندو) میں چند زوجگی زیادہ ہے مسلمانوں میں صرف 4.2% لوگ ہی ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں جب کہ ہندوؤں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والوں کی شرح 5-5% ہے اس حالت کے اسباب تلاش کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ AIADMK نامی سیاسی پارٹی جس کے رہبر جناب M.G.RAMACHANDRA ہیں انہوں نے کثرت زوجگی کا رواج قائم کردیا ہے۔ ۱۷۷

۸- World Development Report 1984

1991 کے اعداد وشمار کے مطابق کئی بیویاں رکھنے والے ہندو 5.80% پھر مسلمان 5.73% ہیں قبائلی 15:25% ہیں بدھ 7.97% ہیں۔ ۱۷۸

۹- اسی ضمن میں اتر پردیش کے ہندو مسلم خاندانوں کا جائزہ لیا گیا جو کہ Center for the study of Developing Societies, Delhi کی جانب سے ہے۔ یہ سروے اتر پردیش کے چار اضلاع بہرائچ، کانپور، لکھنؤ، اور سہارنپور پر مشتمل ہے۔ اوراس میں ۵۶۱ خاندانوں کا احاطہ کیا گیا ہے، جس میں ۳۴۳ مسلم اور ۱۱۸ ہندو خاندان ہیں اس جائزے میں مختلف سماجی، تعلیمی، معاشی، خاندانی پہلوؤں کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلامی قانون نے طلاق اور تعدد ازدواج کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں ان دونوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان دونوں کا عام رواج ہے۔

اس سروے میں یہی بات نوٹ کی گئی ہے کہ اکثریت ضابطوں کی پابند ہے کہیں کہیں تعدد ازدواج کا بھی رواج ہے یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ تعدد ازدواج کا ہندوؤں میں بھی رواج ہے جب کہ قانوناً ان کے ہاں یہ ممنوع ہے تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ 106٪ ہندو ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں اور اس کا رواج بھی دیہی علاقوں میں ہے یہی حال مسلمانوں کا بھی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے 80٪ حضرات (ہندو مسلم دونوں ہی) ایک ہی بیوی رکھتے ہیں اور شادی یہاں ایک مضبوط، مستحکم اور محترم ادارے کی حیثیت سے موجود ہے۔ ۱۷۹

۱۰- اسی ضمن میں کیرالا کے مسلمانوں کا سروے کیا گیا جو کہ جواہر لال نہرو یونیورسٹی کی

طرف سے Dr.PRG Mathur,Chairman,South Indian Regional Centre, Commission on Urgent Anthropolgical Research. کی نگرانی میں کیا گیا ہے یہ جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کی اکثریت کے ہاں ایک بیوی کا رواج ہے کسی کے ہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اس کی مثال شاذونادر ہی ملتی ہے۔ ۱۸۰

۱۱- پنجاب کے جائزے سے بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہاں پر بھی تعدد ازدواج کا رواج ہے وجہ چاہے جو ہو۔ وہاں پر اس طرح کے آٹھ واقعات رپورٹ کئے گئے جہاں کسی مرد نے دوسری شادی کی تا کہ اس کے ہاں نرینہ اولاد پیدا ہو سکے۔ یہاں کی دیہی آبادی میں اس طرح کی شادیاں معیوب نہیں ہیں اور یہاں اس کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ ۱۸۱

۱۲- مسلمانوں میں تعدد ازدواج — محض ایک خیالی قصہ

سروے رپورٹ جو کہ Rathin Das کے ذریعہ کرائی گئی۔

گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی نے اپنی ''گورویاترا'' سفر فخر کے دوران نفرت آمیز الفاظ میں مسلمانوں کے سلسلہ میں دعویٰ کیا کہ ترقی کے سارے ثمرات ان لوگوں کے ذریعہ ختم کئے جارہے ہیں جو (مسلمان) اس نعرے پر یقین رکھتے ہیں کہ Hum Paanch,hamar Pachchis (ہم ۵، ہمارے ۲۵) شاید وہ اس امر سے بالکل ناواقف ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ چکے ہیں صرف اور صرف ایک خیالی بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں احمد آباد کے مسلم اکثریتی علاقوں کے سروے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان میں تعدد ازدواج کا رجحان ہے جیسا کہ سنگھ پریوار یعنی متشدد ہندو کی جماعت دعویٰ کرتی رہتی ہے۔

''۱۹۹۳ میں کئے گئے سروے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف دو مردوں کے یہاں چار چار عورتیں تھیں ان دو کے علاوہ دیگر دو مردوں کے یہاں تین تین عورتیں تھیں اور ۲۷۹ مردوں کے یہاں دو دو عورتیں تھیں اس سروے میں قدیم شہر کے آٹھ بلاکوں کا اور ان کے علاوہ کچھ علاقوں کا احاطہ کیا گیا تھا جو تقریباً احمد آباد کی پوری آبادی پر مشتمل تھا۔''

اس سلسلے میں مسلمانوں کا کتنا ہی مذاق اڑایا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو بھی

تعدد ازدواج میں ملوث ہیں۔

''اس وقت یعنی 2003 کے دوران ضلع کلکٹریٹ دفتر میں 29,951,Maitri Karar یعنی عہد مودت کا اندراج پایا گیا تھا جو تقریباً مسلمانوں کی ساری آبادی کے برابر تعداد میں تھے۔''

میتری کرار ایک شادی شدہ ہندو مرد اور اس کی دوسری عورت کے درمیان ایک عہد تھا جس کا مقصد ہندو قانون شادی کی دفعات کے اثرات سے بچنا تھا کیونکہ یہ قانون پہلی بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری سے شادی کرنے کو منع کرتا ہے جیسا کہ قانونی بھائی چارگی (Legal,Fraternity) کے ذرائع نے دعویٰ کیا ہے یہ میتری کرار یعنی عہد مودت قانوناً تو نافذ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا مقصد شادی شدہ آدمی کی دوسری عورت کو حفاظت کا احساس دلانا ہے جیسا کہ گریش پٹیل نامی وکیل نے کہا تھا۔ مسلمانوں میں بھی سروے کے مطابق (جو کہ 'Gujarat affiliate of Marg' نے کرایا تھا) پایا گیا کہ دوسری شادیوں سے اکثر کا تعلق شادی کے علاوہ تعلقات سے تھا جن کو شریعت کے قوانین کی رو سے قانونی شکل دے دی گئی تھی۔

سابق کا رپورٹر J.V.Momin کے مطابق کچھ واقعات میں دوسری شادی اس وقت کی گئی تھی جب پہلی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مومن نے بابری مسجد کی شہادت کے فوراً بعد سنگھ کی بے جا تنقید کے پیش نظر یہ سروے کرایا تھا۔

دوسری شادی کے کچھ واقعات اپنی بیوہ بہن کو تحفظ دلانے کی ضرورت کے پیش نظر بھی منظر عام پر آئے ہیں۔ ۱۸۲؎

خلاصہ بحث یہ ہے کہ موصوف وزیر اعلیٰ نریندر مودی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ مسلمانوں میں تعدد ازدواج کی شرح زیادہ ہے کیونکہ سروے سے مسلمانوں میں تعدد ازدواج کی شرح کم ثابت ہو رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ تعدد ازدواج کے جو واقعات سامنے آئے ہیں اولاد کے اضافے ہی کے لیے نہیں بلکہ بیوہ عورتوں کو احساسِ تحفظ دلانے کی غرض سے بھی کئے گئے ہیں۔

Polygamy and Polyandry/By Ausaf -۱۳

اس سال بین الاقوامی یوم خواتین عورتوں کی مستقل بڑھتی ہوئی بیماری یعنی ایڈز کے امراض میں مبتلا ہونے سے چھٹکارا پانے کے مقصد کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے دستیاب اعداد و شمار کے مطابق جو NACO(National Aids Control Organisation) کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں اس جان لیوا خطرناک بیماری میں مبتلا لوگوں میں تقریباً نصف یعنی ٪49 فیصد عورتیں ہیں یونیورسٹیز اور کالجوں میں یعنی ان کے اطراف Naco کے ذریعہ حالات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

لیکن کیا خطرناک بیماریاں ہی ہندوستانی عورتوں کا واحد مسئلہ ہے یوم خواتین یعنی ۸/ مارچ سے بالکل ایک ہفتہ پہلے انگریزی زبان کے ایک اہم اخبار نے چار کالم والا رنگین فوٹو گراف چھاپا جس میں دکھایا گیا تھا کہ ایک سالہ شیوانی کی شادی ایک سالہ کتے سے (منڈا ڈھوورا جھارکھنڈ میں) کر دی گئی۔ بیوی کی فاخرہ ہنستی ہوئی ماں DikaMai Munda تیس سالہ کو بھی دکھایا گیا ہے۔

عورتوں کے دہلی کمیشن کے مطابق بھارت میں آدھی ملین یعنی پانچ لاکھ لڑکیاں پیدا ہونے سے پہلے ہی اسقاط حمل کی شکار ہو جاتی ہیں 2000 کے اعداد و شمار کے مطابق ایک ہزار مردوں کے مقابلے صرف 814 عورتیں دہلی میں پائی جاتی تھیں اگر آپ ماضی کے پس منظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ 1998 سے لے مارچ 2006 تک تقریباً 10 ملین یعنی ایک کروڑ لڑکیاں دنیا میں آنے سے پہلے ہی غائب ہو چکیں۔

National Crime Records Bureau کے مطابق زنا بالجبر کی شرح نابالغ لڑکیوں کے ہاتھ بیس فیصدی بڑھ چکی ہے جاننے والے، دوست، پڑوسی اور رشتہ دار خاص مجرم ہیں۔

اب ہماری حکومت زنا کی شکار عورتوں کو معاوضہ دینا چاہتی ہے کیا زنا معاوضہ کے قابل چیز ہے کیا بکارت کے نقصان کا کوئی معاوضہ ممکن ہے۔ حکومت مجھ جیسے انجان لوگوں کو مناسب جواب دینے کی ذمہ دار ہے زنا کی شکار عورتوں کو معاوضہ کی شکل میں نوکریاں یا مالی

امداد حکومت کے ذریعہ دی جائے گی تا کہ یہ عورتیں اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکیں NCW کی تجویز یہ ہے کہ زنا کی عورتوں کو مالی مدد کے علاوہ کم از کم تین ماہ تک خرچہ دیا جائے تا کہ مجرم کے خلاف کیس کو چلایا جاسکے زنا کی شکار عورتوں کو مجرم کے اقبال جرم یا سزا کے وقت تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا وہ راحت کی حقدار اسی وقت سے ہوجائے گی جب سے اس کے اوپر جبر ثابت ہوجائے کیا پاکستانی صدر پرویز مشرف کا موقف ہندوستانی پس منظر میں صحیح تھا جبکہ ۱۳/ستمبر 2005 کو انھوں نے کہا تھا (یہ زنا کے معاملات پیسہ کمانے کے معاملات بن چکے ہیں بہت سے لوگ کہتے یں کہ اگر آپ باہر جانا چاہتے ہیں یا آپ کناڈا کا ویزا یا وہاں کی شہریت وغیرہ اور لکھ پتی بننا چاہتی ہیں تو اس کے لیے آسان طریقہ ہے کہ زنا کرالیجئے) جنرل امریکا میں ایک اخباری نمائندے یا میڈیا کے شخص کو مختاران مائی کے سلسلے میں جواب دے رہے تھے جس کے ساتھ 2002 میں واقع ہونے والی ایک قبائلی پنچایت میں فیصلہ لیا گیا تھا کہ اس کے ساتھ بہت سے لوگ زنا کریں کیونکہ اس کا بھائی ایک دوسرے قبائل کی عورت کے ساتھ عاشقانہ تعلق رکھتا تھا۔

لوگوں کا یہ سوچا سمجھا جھوٹ ہے یہ مسلمان ہندوؤں کی کثرت کو اقلیت پر بدلنے میں تلے ہوئے ہیں اس سلسلے میں RSS کے صدر کے ایس سدرشن نے ۲۰/نومبر 2006 کو اپنے محبین کو کم از کم تین سے لے کرے اتک بچے پیدا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

مسلمان بنا کسی قابل وثوق گواہی کے Bigamy اور Polygamy کے مجرم قرار دیئے جاتے ہیں فرانس میں واقع ہونے والے مسلمانوں کے خلاف جھگڑوں کا سبب کثرت ازدواج بتایا ہے لیکن تعدد ازدواج صرف مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ غیر مسلم چین، کمبوڈیا، ہندوستان دیہی علاقہ، انڈونیشیا (ہندو علاقے) لاؤس، ملیشیا (ہندو علاقے) اور ویتنام میں بھی کثرت ازدواج رائج ہے۔

Polygamy کا تو کہنا ہی کیا جنوبی مشرقی ہندوستان اور شمالی مشرقی ہندوستان، نیپال اور چائنا کے کچھ علاقوں میں Polyandry بھی پائی جاتی ہے۔

Polyandry صرف دروپدی پر نہیں رک گئی اگر میں اس کو سلام کروں تو کیا آپ

برا مانیں گے۔ Anthropological Vol.xii نقشہ کے مطابق ہمارے ملک میں اس وقت بھی Polyandry دو شکلوں میں پائی جاتی ہے۔ پہلی برادرانہ یعنی یہاں پر شوہر آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دوسری غیر برادرانہ جہاں پر شوہر آپس میں بھائی بھائی نہیں ہیں۔ اروناچل پردیش، ہماچل پردیش، جموں اور کشمیر، ہریانہ، یوپی، تامل ناڈو، ویسٹ بنگال، سکم، دہلی، پنجاب اور کیرلا میں ۲۳ برادریوں میں Polyandry کی رسم آج بھی جاری ہے۔ مرحومہ اندرا گاندھی جب ایک بار شمالی مشرق کے دورے پر گئی تھیں تو وہاں ایک عورت نے مرحومہ اندرا گاندھی سے پوچھا تھا تمہارے کتنے شوہر ہیں مرحومہ نے جواب دیا ایک، سائلہ نے پوچھا کیوں؟ سائلہ نے پھر پوچھا صرف ایک مرحومہ نے جواب دیا ایک ایک سائلہ نے کہا نہایت ہی غریب عورت ہے!!! ۱۸۳

۱۴- چیچنیا کو تعدد ازدواج کی ضرورت ہے۔

چیچنیا میں روس کے نہایت ہی وفادار، قوت کے منبع رمضان کدی رو (RAMAZAN KADYROV) کا سخت موقف ہے کہ چیچنیا جو کہ ایک مسلم ملک ہے اور روس کے ساتھ 1994 سے جنگ میں الجھا ہوا ہے اسے تعدد ازدواج کی سخت ضرورت ہے تا کہ جنگ سے متاثرہ آبادی کی تکمیل کی جاسکے۔

چیچن وزیر اعظم رمضان کدی رو کی 14/جنوری 2006 سے متعلق اخبارات میں یہ خبر آئی تھی میرا خیال ہے تعدد ازدواج ہمارے لیے ضروری ہے کیونکہ ہم لڑ رہے ہیں اور یہ چیچن لوگوں کے لیے بہت اہم ہے۔ اس نے کہا ہر ایک چیچن آدمی چار بیویاں رکھ سکتا ہے بشرط یہ کہ وہ ان کی خیر خبر رکھ سکے قانون شریعت اس کی اجازت دیتا ہے یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے اس لیے ہر چیچن آدمی جو چار عورتوں کو سنبھال سکتا ہے اس کو ایسا کرنا چاہیے اسلام مسلمانوں کو ایک سے زیادہ چار عورتوں تک شادی کی اجازت دیتا ہے تا کہ شدید انسانی وسائل (ذاتی، سماجی) کو سلجھایا جاسکے کدی رو نے کہا کہ جنگ کی وجہ سے جو مرد عورتوں کا تناسب بگڑ گیا ہے اس کے لیے کثرت ازدواج کو بڑھاوا دینا ضروری ہے اس نے کہا کہ چیچنیا میں ۹ سے ۱۸ فیصدی عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ کدی رو نے مزید کہا۔

کدی رونے مزید کہا چیچنیا کے صدر Alu Alkhanov اور قانون ساز (پارلیمنٹ) اس کے خیالات کی تائید کر چکے ہیں کہ تعدداز دواج کے اس موقف کو روسی پالیمنٹ دوما کے نائب اسپیکر Vladimir Zhirinovsky نے بھی خوشی کے ساتھ منظور کیا ہے اس نے کہا ہمیں اس خیال کو خوشی سے قبول کرنا چاہئے اور پورے روسی ملک میں اس کو نافذ کرنا چاہئے کیونکہ ہمارے پاس ایک کروڑ غیر شادی شدہ عورتیں ہیں۔۱۸۴؎

۱۵- ہندوؤں میں قانونی شادی کے علاوہ ۳۶ لاکھ عورتیں غیر قانونی طور پر شادی کے بندھن میں مربوط (ٹائمس آف انڈیا کا باطنی گروپ Chirdeep Bagga)

ہندوستان میں بچوں کی شادی کا عام رواج ہے ہندوستانی آبادی پر ایک نظر اس خیال کی تائید کرتی ہے۔ Bigamy اور Polygamy عورتوں کی تعداد جو قانونی شادی کے علاوہ بندھن میں مربوط ہیں ان میں سے ۳۶ لاکھ ہندو ہیں دس لاکھ مسلمانوں میں ہیں ۲۴ لاکھ عیسائی ہیں جب کہ دوسری قوموں کی تعداد دس ہزار میں ہے جب کہ اس سلسلے میں مسلمانوں کا حصہ ان کی آبادی کے لحاظ سے زیادہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ واحد قوم ایسی ہے کہ جس میں شادی کی یہ قسم رائج ہے اور ریاستوں کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ خراب ریکارڈ ہندی بولنے والی ریاستوں کا ہے مثلاً راجستھان میں تقریباً ہر ۱۸ آدمیوں میں سے ایک شادی کی قانونی عمر سے پہلے ہی شادی کے بندھن میں بندھ جاتا ہے مدھیہ پردیش، بہار، اتر پردیش، جھارکھنڈ اور ہریانہ میں یہ نسبت 1:27 اور 1:37 ہے اس منظر نامہ کے دوسرے کنارے کا حال یہ ہے کہ کیرلا میں شادی کی قانونی عمر سے پہلے ہی شادی کی بندھن میں بندھنے کی نسبت 1:23 ہے۔۱۸۵؎

۱۶- زویا حسن ZOYA HASAN (جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں ماہر لسانیات) اور ریتومنن "RITU MIENON" (پبلشر اور رائٹر) کی زیر نگرانی کل ہند پیمانہ پر یہ سروے کرایا گیا۔ اس سروے میں مسلم خواتین کا مختلف میدان ہائے کار کا احاطہ کیا گیا ہے مثلاً خوانگی، سماجی واقتصادی صورت حال، شادی، تعلیم، فیصلہ سازی، سیاسی بیداری وغیرہ۔

اس سروے نے اس عالم تأثر کی نفی کی کہ مسلم خواتین پردہ اور تعدداز دواج اور ایک

مجلس میں تین طلاق کی قیدی بن چکی ہیں۔

اس ''جائزے'' میں ۱۲ ریاستوں کے ۴۰ اضلاع کا احاطہ کیا گیا، ۹۶۴۱ خواتین کی آرائی لی گئیں جس میں ٪80 مسلم اور ٪20 ہندو تھیں ــــ اور ان خواتین میں ٪60 دیہی اور ٪40 شہری علاقوں سے تعلق رکھتی تھیں ــــ

اس ''جائزے'' میں بہت سے حقائق ابھر کر سامنے آئے مثلاً:

طلاق کا تناسب مسلمانوں میں	٪0.41
طلاق کا تناسب ہندوؤں میں	٪0.47
تعدداز دواج کی شرح مسلمانوں میں	٪2.9
تعدداز دواج کی شرح ہندوؤں میں	٪4 to 5 ۱۸۶؎

۱۷- **امتیاز احمد**

سماجی علوم کے ماہر امتیاز احمد کے مطابق تعدد از دواج کا رواج مسلمانوں میں اتنی مضبوطی کے ساتھ رواج پاچکا ہے (زمانہ ماضی سے ہی) کہ قانونی حلقوں میں بھی یا قانونی کتابوں میں بھی اس کو قانونی درجہ دئے جانے کے خلاف بہت سے لوگوں نے قلم اٹھایا ہے اور اپنے غصہ کا اظہار کیا ہے بلا شک وشبہ اسلامی شریعت تعدداز دواج کی اجازت دیتی ہے لیکن (کچھ شرطوں کے ساتھ) حقیقت یہ ہے کہ زمیندارانہ نظام میں مسلم اور ہندو دونوں طرح کے زمینداروں میں تعدداز دواج کی رسم مساوی طور پر رائج ہے لیکن اس سلسلے میں دستیاب شہادت سے اس امر کو تقویت نہیں ملتی کہ تعدداز دواج کا رواج مسلمانوں میں بہت زیادہ عام ہے یا اس سلسلے میں مسلمان عورت بالکل ہی غیر محفوظ ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے مسلمانوں میں تین یا چار شادی والی مثالوں کو بہت تلاشا لیکن ایک بھی مثال ایسی نہیں ملی لیکن دو بیویوں والے کیس ملے ہیں اس طرح کی ۳۶ مثالوں میں (دو بیویوں والے) مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱- ان تمام مثالوں میں ایک بھی مثال ایسی نہیں تھی جہاں پر دوسری بیوی کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے (کمرے) رہتی ہوں۔ ان میں سے ۳۲ مثالیں ایسی تھیں جن میں بیوی نے ہی میاں کو چھوڑ دیا تھا باقی چار مثالوں میں بیویوں کو شوہر کے ذریعہ الگ الگ

گھروں میں رکھا گیا تھا۔

۲۔ بارہ مثالوں میں دوسری شادی تب کی گئی تھی جب کہ پہلی بیوی سے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی تھی۔

۳۔ ان میں سے ۲۸ مثالیں مسلم معاشرے کے نہایت ہی چھوٹے طبقات سے تعلق رکھتی ہیں بڑے طبقات سے متعلق صرف ۸ مثالیں دستیاب ہوئی ہیں۔

۴۔ ان میں سے زیادہ تر مثالوں میں دوشادیوں والے شوہر تیس ۳۰ سے پینتالیس ۴۵ سال کی عمر کے لوگ تھے ان میں سے صرف ایک مثال ایسی تھی جہاں پر شوہر ذرا کم عمر تھا اور دو مثالیں معمر شوہروں کی تھیں۔

۵۔ ان میں آدھی سے زیادہ مثالیں یعنی ۱۸ سے زیادہ کا تعلق دیہی یا نیم دیہی علاقوں سے تھا۔ ۱۸۷

۱۸-پرتاپ اگروال کی رپورٹ راجستھان کے مسلمانوں کے متعلق

میوقوم میں زیادہ تر شادیاں یک زوجگی کی ہیں لیکن کثرت ازدواج کی بھی اجازت ہے چوندی کلاں نامی بستی میں صرف ایک تعدد ازدواج کا کیس ہے جب میں نے اس خاندان کے سردار سے بات چیت کی تو اس نے اپنی دوشادی کی حقیقت کو نہیں بتلایا لیکن بعد میں اس نے منظور کیا کہ اس نے اپنی بھائی کی بیوہ سے شادی کر لی تھی تا کہ اس کو دوسری بیوی کی حیثیت سے رکھا جا سکے دو اہلیہ کے معاملے کو ہچکچاہٹ سے منظور کرنا اس بات کی علامت ہے کہ تعدد ازدواج ناپسندیدہ ہے عام طور سے اگر پہلی بیوی بانجھ ہے تو شوہر دوسری کر سکتا ہے لیکن تعدد کا صرف یہی سب نہیں ہے لیکن بہت کم امیر میواتی اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کر لیتا ہے (دوسری بیوی کی حیثیت سے) اگر یہ شادی کرنا فیملی کے لیے مفید ہوتا ہے۔ تو عام طور سے تعدد ازدواج کے حامل لوگوں کی عزت معاشرے میں زیادہ نہیں ہوتی ہے اور یہ کہ عورت کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے اس طرح کے معاملات میوات میں بہت ہی کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ ۱۸۸

۱۹-ریاست گجرات کے علاقے میں سورت کے ورہرا کے مسلمانوں سے متعلق حالیہ سروے رپورٹ

سورت کی وہرا مسلم قوم میں قابل قبول طریقہ ازدواج ایک شادی کا ہے حقیقت میں

ایک مسلم ایک سورتی وہرا تعدد ازدواج پر عمل کر سکتا ہے اور بعض مثالیں ایک شوہر کی دو بیویوں کی دستیاب ہیں لیکن عام طور سے ایسی مثالیں بہت ہی کم دستیاب ہیں اور عام طور سے دوسری اہلیہ والا معاملہ تب ہوتا ہے جب کہ پہلی بیوی کوئی اولاد یا بچہ نہیں جن پاتی یا اس کی پہلی بیوی کا طور طریقہ اپنے مرد کے ساتھ غیر معین و مددگار کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے میاں دوسری بیوی حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے (پہلی شادی کو ختم کیے بغیر) کبھی کبھی عشق کا معاملہ بھی دوسری شادی میں منتج ہوتا ہے ۵۵۷ افراد پر مشتمل ایک گاؤں کی آبادی میں سے دو مثالیں ایک شوہر کے ساتھ دو بیویوں کی ملی ہیں ان میں سے ایک مثال عشق کے معاملے کی ہے جس میں شوہر دونوں بیویوں کو اکٹھے رکھتا ہے دوسری مثال اس آدمی کی ہے جو اکثر و بیشتر ہندوستان و ساؤتھ افریقہ کے درمیان سفر کرتا رہتا ہے اور اس نے دوسری شادی یوں کی ہے تا کہ وہ اس کے مال و متاع کی ہندوستان میں حفاظت کر سکے عام طور سے جیسی ایک شخص دوسری اہلیہ کو لاتا ہے یا دوسری شادی کی سوچتا ہی ہے تو اس کی پہلی بیوی طلاق کی مانگ کرنے لگتی ہے صرف مخصوص حالات میں جب کہ مرد یا عورت بڑی عمر کے بچے رکھتے ہیں یا عورت کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا تو وہ عورت دوسری شادی کو برداشت کر لیتی ہے۔ ۱۸۹

۲۰-مہاراشٹر کے کونکن علاقے کی روئیداد مرحوم اے. آر. سید کے مطابق (ماہر سماجیات)

موجودہ حالات اور خاندانی زندگی کے عام اصول کے مطابق ازدواجی تفکرات کو کم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے طلاق اور تعدد ازدواج کی شرح بہت ہی کم ہے حتی کہ بیوی کا بانجھ پن بھی شاید ہی دوسری شادیوں میں منتج ہوتا ہو اور ایک لونڈی کے مطابق دوسری شادی تب وجود میں آتی ہے جب بانجھ عورت دوسری شادی کی کارروائی شروع نہ کر دے۔ ۱۹۰

۲۱-مشہور وکیل طیب کاملہ کے مطابق دو زوجگی کا مسلمانوں میں مندرجہ ذیل حال ہے۔

۱۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسری شادی اس وقت ہوتی ہے جب شوہر پہلی بیوی اور اس کے بچوں کو بنا کسی طلاق کے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اکثر و بیشتر دوسری بیوی کو پہلی بیوی اور اس کے بچوں کے سلسلے میں اندھیرے میں رکھا جاتا ہے۔

۲۔ جب کبھی پہلی بیوی حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے اپنے والدین کے پاس واپس

آ جاتی ہے اس وقت دوسری شادی کی جاتی ہے۔

۳۔ اقتصادی اور سماجی پسماندگی کے سبب دو بیویوں سے شادی ایک کے بعد دوسری سے ہونا اور دونوں کا ساتھ ساتھ شوہر کے پاس رہنا۔

۴۔ غیر مسلم شادی شدہ مرد کا دوسری شادی اپنے آپ کو دھوکے سے مسلمان ظاہر کر کے کرنا۔

طیب کاملہ نے اپنی تحقیق کا خلاصہ اس طرح کیا ہے۔

اس طرح سے ہمارے پاس ایک بہت چھوٹی سی اور مستقل کم ہونے والی تعداد رہ جاتی ہے، جن میں عورت اپنے شوہر کی دوسری شادی پر اعتراض نہیں کرتی کیونکہ یا تو خود وہ بیمار ہوتی ہے یا بہت زیادہ بوڑھی ہوتی ہے یا کوئی اور سبب جس کی وجہ سے وہ اپنے گھر میں دوسری عورت کو پسند کرتی ہے لیکن مصنفہ یا مقررہ کبھی بھی کسی ایسی عورت سے نہیں مل پاتی ہے جمیلہ برج بھوشن نامی مشہور ومعروف عالمہ نے ہندوستانی مسلمانوں میں تعدد ازدواج پر رائے زنی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رواج مسلمانوں میں بہت زیادہ نہیں ہے دوزوجگی کے کچھ معاملات جن سے ان کا واسطہ پڑا ہے ان کے سلسلے میں فرماتی ہیں۔ حقیقت میں ایسا واقع ہوتا نظر آتا ہے کہ لڑکوں پر بچپن میں ہی جب کہ وہ مشکل سے اپنی تعلیم کے ہائی اسکول کی منزل پر ہی ہوتے ہیں دباؤ ڈال کر ان کی شادیاں کرائی جاتی ہیں بعد میں وہ یونیورسٹی میں جاتے ہیں جہاں وہ اپنی ہم درجہ (لڑکی) سے دوستی کر بیٹھتے ہیں دونوں اپنی تعلیم پوری کرتے ہیں اور اکثر وبیشتر شادی کر ڈالتے ہیں عام طور سے پہلی بیوی کو گاؤں میں چھوڑ دیا جاتا ہے، جس کی دیکھ بھال اہل خاندان کرتے ہیں بہت سے گھروں میں دونوں بیویوں کے بچوں کو صاف طور پر پہنچانا جاسکتا ہے۔

کچھ سروے، جن کا تعلق بطور خاص کچھ علاقوں یا گروہوں سے ہے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلمان عامۃً یک زوجگی پر عامل ہیں دوزوجگی والی مثالیں بہت ہی کم ہیں مثلاً لکشدیپ اور منی کوئے والے علاقے صد فی صد مسلمانوں سے آباد ہیں یہاں پر عامۃً یک زوجگی رائج ہے۔ [191]

(ج) تعدد ازدواج سے متعلق ماہرین کی آراء

Rev. Santosh Pandey

(Presbyter-IN-charge)

B.th. Allahabad Bible Seminasy

B.D. Satyaniketan Theological College, Allahabad.

س۔ عیسائیت میں شادی کا کیا تصور ہے؟

ج۔ شادی دائمی بندھن ہے یہ کسی صورت میں ختم نہیں ہوسکتا

س۔ عیسائیت میں شادی کا کیا طریقہ ہے؟

ج۔ عیسائیت میں سرپرستوں کے ذریعہ شادی کا رواج ہے ایک فریق دوسرے کو شادی کا پیغام بھیجتا ہے پیغام قبول کر لینے پر رشتہ طے پا جاتا ہے لڑکی کو انگوٹھی پہنادی جاتی ہے شادی کی تاریخ طے کرنے کے لیے پریسٹ کی اجازت لی جاتی ہے پریسٹ تین اتوار چرچ میں اعلان کرتا ہے کہ فلاں لڑکی کی شادی فلاں لڑکے سے ہونے جارہی ہے اگر آپ کو بائبل کے قانون یا ہندوستان کے قانون کے مطابق اعتراض ہے تو باخبر کردے اگر کسی کو اعتراض ہوتا ہے اور اس کے لیے ثبوت فراہم کردیتا ہے تو اس پر غور وخوض کیا جاتا ہے اور اگر اعتراض نہیں ہوتا ہے تو شادی کا دن مقرر ہوجاتا ہے ۔شادی کے دن پادری رسومات کی ابتداء سے پہلے پھر اسی کا اعلان کرتا ہے اور سب کی رضامندی پر شوہر بیوی سے کچھ وعدے لیتا ہے بیوی کے ہاتھ کے اوپر شوہر اپنا ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ:

मैं .... आप नाम को अपनी विधिवत विवाहित पत्नी स्वीकार करता हूं इसलिए परमेश्वर की पवित्र आज्ञा के अनुसार आज से लेकर जब तक मृत्यु हमे अलग न करें, दुख में सुख में, धन में और निर्धनता में,

रोग में और अरोग्य में,

आपको अपना बनाए रखूगां,

आपसे प्रेम करूंगा,

आपकी सुधि लूंगा,

और इसका मे परमेश्वर और इन गवाहों के सामने आपको यह वचन देता हूं।

پھر بیوی شوہر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہی الفاظ دہراتی ہے اس کے بعد پادری دونوں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر شادی ہوجانے کا اعلان کردیتا ہے کہ آج سے یہ شوہر بیوی ہیں۔

س۔ شادی کی اقسام کیا کیا ہیں؟

ج۔ ابتداء سے آج تک شادی کا یہی طریقہ رائج ہے۔

س۔ طلاق کے بارے میں عیسائیت کیا کہتی ہے؟

ج۔ عیسائیت میں شادی ایک دائمی رشتہ ہے اس میں طلاق کا کوئی تصور نہیں ہے الا یہ کہ فریقین میں سے کوئی زنا کا مرتکب ہوجائے اور زنا ثابت ہوجائے علاوہ ازیں دونوں میں سے اگر کوئی ایک دوسرے کو دھوکا دے کر شادی کرے بعد میں اگر ایک دوسرے کو معاف کردیں تو ٹھیک بصورتِ دیگر علیحدگی واقع ہوسکتی ہے۔

س۔ عیسائیت میں مہر کی مقدار کتنی ہے؟

ج۔ مہر عیسائیت میں بالکل نہیں ہے کیونکہ میاں بیوی دونوں یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔

س۔ کیا عیسائی کی کسی غیر عیسائی سے شادی ہوسکتی ہے؟

ج۔ نہیں، غیر عیسائی سے عیسائیت میں شادی جائز نہیں ہے۔

س۔ شادی کا تصور کہاں سے ہے؟

ج۔ شادی کا تصور عہد نامہ قدیم سے ہے۔

س۔ کیا عیسائیت میں تعدد ازدواج جائز ہے؟

ج۔ عیسائیت میں تعدد ازدواج کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ جب خدا نے آدم و حوا بنائے تو دو حوا بھی بنا سکتا ہے۔

س۔ عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے متعلق دس کنواریوں کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

ج۔ دس کنواریوں کا ذکر قیامت سے متعلق ہے اس لیے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔

س۔ عہد نامہ قدیم میں انبیاء کرام (حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ) کی مختلف بیویوں کا تذکرہ ہے ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

ج۔ عہد نامہ جدید میں تعدد نہیں ہے اسی لیے ہم اس کو نہیں مانتے۔

س۔ عہد حاضر کا قانون اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

ج۔ تعدد ازدواج پر قانونی اعتبار سے پابندی ہے۔

س۔ جنگوں وغیرہ میں مردوں اور عورتوں کی تعداد کا تناسب بگڑ جانے پر آپ کیا کریں گے؟

ج۔ جنگ کے حالات میں ہم کیا خدا کے اصول کو توڑ دیں گے اس کا انتظام خدا کرے گا۔

س۔ اگر کوئی شخص چرچ کے قانون کو توڑتا ہے اور غیر قانونی شادی کرتا ہے تو چرچ کا رویہ اس کے تئیں کیا ہوگا؟

ج۔ چرچ غیر قانونی شادی کو بالکل تسلیم نہیں کرتا اگر جرم کا ثبوت سامنے آجائے تو اس کو کچھ وقت کے لیے چرچ سے نکال دیا جائے گا اگر وہ چرچ میں سب کے سامنے غلطی کا اعتراف کرلے تو اس کو معاف کردیا جائے گا۔

س۔ عیسائی قانون اور دیگر قانون میں کس حد تک مطابقت ہے؟

ج۔ عیسائی قانون یونیفارم سول کوڈ کو نہیں مانتا کیونکہ اس کے آنے سے ہماری بائبل ختم ہوجائے گی۔

س۔ کیا بائبل میں کیا حواریین کی شادی کا کوئی تذکرہ ہے؟

ج۔ نہیں، اس طرح کا کوئی تذکرہ بائبل میں نہیں ہے۔

ستیہ پرکاش سنگھ

سابق چیرمین شعبۂ سنسکرت و ڈین فیکلٹی آف آرٹس، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی
پی ایچ ڈی و ڈی لٹ، بنارس یونیورسٹی

س۔ آپ کے یہاں شادی کا کیا تصور ہے؟

ج۔ ہمارے یہاں شادی کا تصور دائمی ہے شادی ہوگئی تو میاں بیوی کو ہمیشہ ساتھ رہنا ہے کیونکہ مرنے کے بعد دوسرا جنم ہے اس لیے مرنے کے بعد بھی دوبارہ دونوں میاں بیوی رہیں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا الّا یہ کہ موکش حاصل ہوجائے۔

س۔ شادی کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج۔ شادی کی آٹھ قسمیں ہے۔

۱۔ براہم شادی، ۲۔ دیو شادی، ۳۔ آرش شادی، ۴۔ پرجاپتیہ شادی، ۵۔ اسور شادی، ۶۔ گاندھرو شادی، ۷۔ راکچھش شادی، ۸۔ پیشاچ شادی۔

لیکن ان تمام اقسام میں براہم شادی سب سے بہتر مانی گئی ہے اور ہندو سماج میں اسی کا زیادہ رواج ہے۔

س۔ شادی کا کیا طریقہ ہے؟

ج۔ والدین کی مرضی سے رشتہ طے ہوتا ہے لیکن خیال رہے کہ لڑکے اور لڑکی کا گوتر (خاندان) ایک سا نہ ہو۔ اس کے بعد لڑکے اور لڑکی کی کنڈلی ملائی جاتی ہے اور یہ اہم کام جیوتش انجام دیتا ہے۔ کنڈلی ملنے پر لڑکے والے لڑکی کو انگوٹھی پہناتے ہیں ہندو سماج میں شادی کے معاملے میں ذات پات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں گھرانوں کی رضامندی سے شادی کا دن مقرر ہوجاتا ہے اور شادی کے لیے لڑکا والا بارات لے کر لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ بارات پہنچنے پر سب سے پہلے دوار پوجا ہوتی ہے دوار پوجا ہوجانے کے بعد پنڈال میں پہنچ کر ایک اور پوجا ہوتی ہے جس میں شادی کے لیے دیوتاؤں کو گواہ بنایا جاتا ہے انسان کی گواہی کی کوئی

اہمیت نہیں ہے۔ پھر لڑکے لڑکی کو اسٹیج پر بلایا جاتا ہے اور لڑکا بائیں اور لڑکی دائیں طرف بیٹھتی ہے پھر لڑکی کا سرپرست باپ ہو بھائی ہو یا اور کوئی ذمہ دار کنیادان کرتا ہے اس کے بعد لڑکا لڑکی کی مانگ میں سندور لگاتا ہے اور دونوں کی جگہ تبدیل ہوجاتی ہے لڑکا دائیں اور لڑکی بائیں طرف بیٹھتی ہے۔ اس کے بعد دونوں آگ کے چاروں طرف سات چکر لگاتے ہیں ابتدائی تین پھیروں میں لڑکا آگے لڑکی پیچھے اور باقی پھیروں میں لڑکی آگے اور لڑکا پیچھے ہوتا ہے اور اسی وقت فریقین کی طرف سے ایک بہتر زندگی کے لیے سات عہد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور رسم انجام پاتی ہے جس کو ''ہون'' کہا جاتا ہے ساری رسوم ادا کرتے ہوئے میاں بیوی ہوکر لڑکا اور لڑکی دیوتاؤں کے منتر پڑھتے ہوئے خوشبودار چیزیں آگ میں ڈالتے ہیں یہیں پر شادی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ شادی کی تمام رسوم میں پنڈت جی مستقل منتر پڑھتے رہتے ہیں۔

س۔ کیا ہندوازم میں مہر کی ادائیگی ہوتی ہے؟

ج۔ نہیں، ہندوازم میں مہر کی ادائیگی نہیں ہے۔

س۔ جہیز کی کیا حقیقت ہے؟

ج۔ ویدک کال میں یہ تصور تھا کہ لڑکی کے ماں باپ لڑکی کو سجا سنوار کر وداع کرتے تھے اسی سے جہیز کی ابتداء ہوگئی اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا گیا۔

س۔ طلاق کے بارے میں آپ کا مذہب کیا کہتا ہے؟

ج۔ طلاق کا کوئی مذہبی تصور نہیں ہے البتہ آج کل قانون کا سہارا لے کر علیحدگی ہوجاتی ہے۔

س۔ وراثت میں لڑکی کا کتنا حصہ ہے؟

ج۔ لڑکی کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ البتہ جو کچھ شوہر کا ہے اس پر اسے پورا اختیار ہے۔

س۔ کیا آپ کی مذہبی کتب میں تعدد ازدواج کا تذکرہ ملتا ہے؟

ج۔ ہاں، شت پت برہمن میں ایک منی یاگیہ ول کی دو بیویوں کا تذکرہ ہے جس میں پہلی

ستیہ پرکاش سنگھ

سابق چیرمین شعبۂ سنسکرت و ڈین فیکلٹی آف آرٹس ،علیگڑھ مسلم یونیورسٹی
پی ایچ ڈی و ڈی لٹ ،بنارس یونیورسٹی

س۔ آپ کے یہاں شادی کا کیا تصور ہے؟

ج۔ ہمارے یہاں شادی کا تصور دائمی ہے شادی ہوگئی تو میاں بیوی کو ہمیشہ ساتھ رہنا ہے کیونکہ مرنے کے بعد دوسرا جنم ہے اس لیے مرنے کے بعد بھی دوبارہ دونوں میاں بیوی رہیں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا الا یہ کہ موکش حاصل ہوجائے۔

س۔ شادی کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج۔ شادی کی آٹھ قسمیں ہے۔

۱۔ براہم شادی ،۲۔ دیو شادی ،۳۔ آرش شادی ،۴۔ پرجاپتیہ شادی ،۵۔ اسور شادی ،۶۔ گاندھرو شادی ،۷۔ راکچھش شادی ،۸۔ پیشاچ شادی۔

لیکن ان تمام اقسام میں براہم شادی سب سے بہتر مانی گئی ہے اور ہندو سماج میں اسی کا زیادہ رواج ہے۔

س۔ شادی کا کیا طریقہ ہے؟

ج۔ والدین کی مرضی سے رشتہ طے ہوتا ہے لیکن خیال رہے کہ لڑکے اور لڑکی کا گوتر (خاندان) ایک سا نہ ہو۔ اس کے بعد لڑکے اور لڑکی کی کنڈلی ملائی جاتی ہے اور یہ اہم کام جیوتش انجام دیتا ہے۔ کنڈلی ملنے پر لڑکے والے لڑکی کو انگوٹھی پہناتے ہیں ہندو سماج میں شادی کے معاملے میں ذات پات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں گھرانوں کی رضا مندی سے شادی کا دن مقرر ہوجاتا ہے اور شادی کے لیے لڑکا والا بارات لے کر لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ بارات پہنچنے پر سب سے پہلے دوار پوجا ہوتی ہے دوار پوجا ہوجانے کے بعد پنڈال میں پہنچ کر ایک اور پوجا ہوتی ہے جس میں شادی کے لیے دیوتاؤں کو گواہ بنایا جاتا ہے انسان کی گواہی کی کوئی

اہمیت نہیں ہے۔ پھر لڑکے لڑکی کو اسٹیج پر بلایا جاتا ہے اور لڑکا بائیں اور لڑکی دائیں طرف بیٹھتی ہے پھر لڑکی کا سرپرست باپ ہو بھائی ہو یا اور کوئی ذمہ دار کنیادان کرتا ہے اس کے بعد لڑکا لڑکی کی مانگ میں سندور لگاتا ہے اور دونوں کی جگہ تبدیل ہوجاتی ہے لڑکا دائیں اور لڑکی بائیں طرف بیٹھتی ہے۔ اس کے بعد دونوں آگ کے چاروں طرف سات چکر لگاتے ہیں ابتدائی تین پھیروں میں لڑکا آگے لڑکی پیچھے اور باقی پھیروں میں لڑکی آگے اور لڑکا پیچھے ہوتا ہے اور اسی وقت فریقین کی طرف سے ایک بہتر زندگی کے لیے سات عہد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور رسم انجام پاتی ہے جس کو ''ہون'' کہا جاتا ہے ساری رسوم ادا کرتے ہوئے میاں بیوی ہوکر لڑکا اور لڑکی دیوتاؤں کے منتر پڑھتے ہوئے خوشبودار چیزیں آگ میں ڈالتے ہیں یہیں پر شادی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ شادی کی تمام رسوم میں پنڈت جی مستقل منتر پڑھتے رہتے ہیں۔

س۔ کیا ہندو ازم میں مہر کی ادائیگی ہوتی ہے؟

ج۔ نہیں ،ہندو ازم میں مہر کی ادائیگی نہیں ہے۔

س۔ جہیز کی کیا حقیقت ہے؟

ج۔ ویدک کال میں یہ تصور تھا کہ لڑکی کے ماں باپ لڑکی کو سجا سنوار کر وداع کرتے تھے اسی سے جہیز کی ابتداء ہوگئی اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا گیا۔

س۔ طلاق کے بارے میں آپ کا مذہب کیا کہتا ہے؟

ج۔ طلاق کا کوئی مذہبی تصور نہیں ہے البتہ آج کل قانون کا سہارا لے کر علیحدگی ہوجاتی ہے۔

س۔ وراثت میں لڑکی کا کتنا حصہ ہے؟

ج۔ لڑکی کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ البتہ جو کچھ شوہر کا ہے اس پر اسے پورا اختیار ہے۔

س۔ کیا آپ کی مذہبی کتب میں تعدد ازدواج کا تذکرہ ملتا ہے؟

ج۔ ہاں ،شت پت برہمن میں ایک منی یاگیہ ول کی دو بیویوں کا تذکرہ ہے جس میں پہلی

کا نام Katyayani اور دوسری کا Maitreyi ہے Katyayani ایک گھریلو عورت ہے اور Maitreyi ایک عالمہ ہے۔

س۔ شری کرشن کی بیویوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج۔ شری کرشن کی بیوی صرف رکمنی ہے اور سب پریمیکا ہیں۔

س۔ راجاؤں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

ج۔ راجاؤں کی بیویوں کی کوئی تعداد نہیں ہے جتنی طاقت وحیثیت ہو اتنی کر سکتے ہیں۔

س۔ نیوگ کسے کہتے ہیں اور کیا ہندوازم میں نیوگ ہے؟

ج۔ جس کا شوہر مر گیا اس بیوہ سے بغیر شادی اولاد پیدا کرنا نیوگ کہلاتا ہے۔ اس کی مثال ویاس جی ہیں جنہوں نے وچترویر کی بیواؤں سے دھرت راشٹر، پانڈو اور وِدُر پیدا کیے۔

پروفیسر ستیہ پرکاش شرما
سابق چیرمین شعبۂ سنسکرت، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

س۔ آپ کے یہاں شادی کا کیا تصور ہے؟

ج۔ جب تک زندہ رہیں ایک ساتھ رہیں۔

س۔ آپ کے یہاں شادی کی قسمیں کیا ہیں؟

ج۔ پہلے آٹھ طرح کے بیاہ رائج تھے لیکن موجودہ وقت میں عموماً براہم وِواہ رائج ہے اور یہی پسندیدہ طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

س۔ کیا تعدد ازدواج کی اجازت ہے اگر ہے تو کن صورتوں میں ہے؟

ج۔ ہندوازم میں دوسری شادی کی اجازت ہے لیکن ضرورت کے تحت، بچہ نہ ہونے کی صورت میں پہلی بیوی کی اجازت ہو یا نہ ہو دوسری شادی کر سکتا ہے۔ ایکترئے برہمن میں تین شادیوں کی اجازت دی گئی ہے لیکن آج کل قانونی اعتبار سے تعدد ازدواج جائز نہیں ہے۔

س۔ آپ کے یہاں اوتار، راجاؤں میں تعدد ازدواج نظر آتا ہے اس کے بارے میں کیا خیالات ہیں؟

ج۔ جس وقت گرنتھ لکھے گئے اس وقت راجاؤں میں تعدد ازدواج عام تھا بنیادی بات ایک سے زیادہ بیویوں سے شادی کرنے میں یہ ہے کہ کون بیویوں کا خرچ برداشت کر سکتا ہے۔

س۔ طلاق کا کیا تصور ہے؟

ج۔ طلاق کا طریقہ وقتاً فوقتاً بدلتا رہا ہے اگر شوہر بیوی کے حقوق پورا کرنے پر قادر نہیں ہے تو طلاق دینا جائز ہے مثلاً شوہر نامرد ہے علاوہ ازیں اگر شوہر جسمانی اعتبار سے معذور ہے اندھا ہے کانا ہے بہرہ ہے وغیرہ وغیرہ تو ان صورتوں میں طلاق نہیں دی جاسکتی۔

س۔ کیا شادی میں مہر یا کوئی اور رقم دی جاتی ہے؟

ج۔ نہیں، مرد کی جانب سے عورت کے لیے کسی طرح کی رقم ضروری نہیں ہے شادی کے وقت مرد آگ کے سامنے عورت کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہتا ہے کہ میں تاحیات تمہاری تمام ضرورتوں کو بحسن وخوبی پورا کروں گا۔ اور اسی قسم کے اور وعدے کرتا ہے۔ البتہ والدین اپنی بیٹی کو جہیز دیتے ہیں اور کنیادان کرتے ہیں وہی لڑکی کا حق ہے اس کے بدل میں دولہا لڑکی کے باپ کو گائے کا جوڑا اور ایک چادر دیتا ہے۔

س۔ جنگ وغیرہ صورتوں میں تناسب قائم کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ج۔ بیواؤں کو سہارا دیا جاسکتا ہے لیکن شادی نہیں کی جاسکتی شادی کا مقصد بقائے نسل ہے نہ کہ تسکین جنس۔ جہاں ضرورتیں ہیں وہاں جنسی تسکین ہے جہاں ضرورتیں نہیں ہے وہاں جنسی تسکین نہیں ہے۔

س۔ نیوگ کی کیا حقیقت ہے؟

ج۔ بچہ کی طلب میں نیوگ جائز ہے جیسے ویاس نے کہا ہے ورنہ نہیں

س۔ ہندو کوڈ بل ہندو مذہبی قوانین سے کس حد تک میل کھاتا ہے؟

ج۔ ہندو کوڈ بل ہندو مذہبی قوانین سے بہت حد تک میل کھاتا ہے۔

پروفیسر فضل الرحمٰن گنوری

اسلامی اسکالر، کراچی (پاکستان)
سابق ڈین شعبۂ دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

س۔ اسلام میں شادی کا کیا تصور ہے؟

ج۔ اسلام میں شادی کا بنیادی تصور معاہدہ ہے لیکن صرف معاہدہ نہیں بلکہ اس کے اخلاقی پہلو بھی ہیں جو اسے ممتاز کرتے ہیں شادی کے مقاصد نسل انسانی کی افزائش، عفت وعصمت کو قائم کرنا اور مرد وعورت کے درمیان تعلقات کو قائم کرنا جو انسان کو فحاشی سے بچائے رکھیں ہیں یہ مقاصد عام سے ممتاز کرتے ہیں۔

س۔ اسلام میں شادی کی کتنی اقسام ہیں؟

ج۔ شادی کی ایک ہی قسم ہے جو والدین کی مرضی سے طے پاتی ہے اور ساتھ ہی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی بھی شامل ہوتی ہے۔ البتہ اس سلسلے میں ائمہ کی مختلف آراء ہیں حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک لڑکا ولڑکی بالغ ہو یا نابالغ ولی کی اجازت ضروری ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نابالغ کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے بالغ خود نکاح کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ کفو ہو اور گواہ موجود ہوں لڑکا لڑکی دونوں راضی ہیں والدین کی سرپرستی حاصل ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ہر مرد عورت کے لیے کفو ہے لیکن ہر عورت مرد کے لیے کفو نہیں ہے۔ زمانے کے لحاظ سے کفو بدلتا رہتا ہے کبھی نسب، کبھی علم، کبھی دولت کو اہمیت زیادہ دی جاتی ہے جتنا زیادہ کفو کا اہتمام کیا جائے گا اتنا ہی بہتر ہوگا عورت اگر اپنی حیثیت سے کمتر مرد سے شادی کرتی ہے تو کامیاب نہیں رہتی۔ کفو اسی لیے ہے تاکہ شادی کامیاب رہے۔

مختلف معاشروں میں مختلف حالات میں مختلف چیزوں کی اہمیت رہتی ہے اگر بغیر کفو شادی ہو بھی جاتی ہے تو فریقین میں مسلسل کشیدگی ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ نکاح کے ذریعہ مودت ورحمت اور باہمی سکون چاہتا ہے اگر کفو نہیں ہوتا ہے تو دونوں میں

سکون بھی نہیں ہوتا ہے ۔ اور شادی ناکام ہوجاتی ہے ۔ بچوں میں جرائم کے رجحانات پیدا ہونے کی اصل وجہ گھر کی کشیدگی ہے۔

س۔ قرآن مجید اور احادیث میں تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے یا حکم؟ اگر ہے تو کن صورتوں میں؟

ج۔ حکم کا مطلب کسی پر کوئی بات لازم کرنا ہے اور قرآن وحدیث دونوں میں عدل کی قید کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے مثلاً نان نفقہ کی پوری طرح ادائیگی ہو، ظلم وزیادتی نہ ہو، جنسی ضروریات کی تکمیل ہو وغیرہ وغیرہ۔ حنفیہ کہتے ہیں شادی کرنا ایک مسنون فعل ہی نہیں ہے بلکہ ایک عبادت کا پہلو ہے النکاح من سنتی فمن رغب من سنتی فلیس منی ۔ اور اگر زنا کا ڈر ہے تو شادی واجب ہے لیکن شافعی کہتے ہیں کہ اگر آدمی کو امن ہو تو بغیر شادی رہنا بھی صحیح ہے۔ شافعی کے نزدیک عبادت شادی سے بہتر ہے۔ اسی لیے ابن تیمیہ، زمخشری، نظام الدین اولیاء نے شادی نہیں کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شادی زنا کی حرکت سے باز رہنے کا ذریعہ ہے۔

س۔ حضرت محمدؐ کے لیے چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت کیوں تھی؟

ج۔ زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔

ایک پہلو گھر سے باہر کا ہے۔ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات نے نبیؐ کے قول وعمل کو پھیلانے میں حصہ لیا۔

دوسرا پہلو فیملی لائف ہے جو بہت اہم ہے اور اس ضرورت کو ازواج ہی پوری کرسکتی ہیں حضرت عائشہؓ سے بہت سی احادیث مروی ہیں حضرت ام سلمہؓ بھی بہت حدیث کی راوی ہیں ایک خاص بات یہ کہ اس زمانے میں نکاح اور نسلی تعلقات کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا تھا حضرت صفیہ جو کہ مال غنیمت میں آئی تھیں ان سے نکاح کرنے پر سارے قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ آپؐ کے سسرالی رشتے دار ہوگئے تھے غرض یہ کہ آپؐ کا ایک سے زیادہ بیویوں سے شادی کرنا بین القبائل اتحاد اور مخالفت کم کرنے کے لیے کارگر رہنما ثابت ہوا۔

ایک بات یہ کہ رسولؐ کو یہ بھی دکھانا تھا کہ آپ تمام بیویوں میں عدل قائم کیسے کرسکتے ہیں۔

س۔ احادیث کے مطابق تعدد ازدواج کی آیت کے نزول کے بعد آپؐ نے چار سے زیادہ بیویوں کو علیحدگی کا حکم دیا وہ کس بنیاد پر؟

ج۔ ابتدائی چار کو آپ نے زوجیت میں رکھا یا پھر بیویوں کی مرضی پر۔

س۔ موجودہ دور میں کیا شوہر قرآن مجید کے مطابق بیویوں کے مابین عدل قائم کرسکتا ہے؟

ج۔ کوشش کرے تو کرسکتا ہے اگر نہیں کرپائے تو ایک ہی کرے یوں تو اولاد میں بھی محبت کے سلسلے میں دلی تعلق کسی کسی سے ہوتا ہے۔ بیویوں کے مابین عدل تو قائم ہوسکتا ہے کیونکہ اچھی بیوی وہ ہے جس کو دیکھ کر دل خوش ہوجائے اور دل خوش کرنے میں سیرت فیصلہ کن ہوتی ہے اور سیرت کا اندازہ پہلے سے نہیں ہوتا اگر میاں بیوی شرعی حدود کے پاس دار ہیں تو تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی ہے بصورت دیگر شادی کے بعد بڑی تبدیلی آتی ہے۔

عورت کی عادت ہے کہ وہ دوسری عورت کو برداشت نہیں کرسکتی یہی وجہ تھی آپؐ کی بیویوں میں بھی کھٹ پٹ ہوجاتی تھی آپؐ جس مقصد کے لیے مبعوث کئے گئے وہ چیز حضرت عائشہ کے پاس دیگر بیویوں کے بالمقابل بہت زیادہ تھی اسی لیے آپؐ حضرت عائشہ کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے لیکن موجودہ صورتحال نے معاشرے کو پراگندہ کردیا ہے۔

پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی

معروف اسکالر
سابق چیرمین شعبۂ علوم اسلامیہ
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

س۔ اسلام میں شادی کا کیا تصور ہے؟

ج۔ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح بنیادی طور پر سماجی معاہدہ ہے اسی بناء پر اس کے لیے عقد کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ طرفین کے مابین ہوتا ہے ایجاب وقبول شرط ہے اور اس کا اعلان ضروری ہے۔

س۔ قرآن مجید اور احادیث میں تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے یا حکم؟ اگر ہے تو کن صورتوں میں؟

ج۔ اگر حیثیت ہے تو بنیادی طور پر ایک کی اجازت ہے اگر کسی وجہ سے دوسری کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں دو کڑی شرطیں ہیں ایک عدل دوسری احصان (محصنین غیر مسافحین) اگر بیوی بیمار ہے، اولاد کی ضرورت ہے یا شوہر طویل مدت کے لیے کہیں باہر چلا جاتا ہے تو دوسری شادی کی اجازت ہے۔ اگر بیوی پسند نہیں ہے یا بوڑھی ہے تو اس صورت میں دوسری کی اجازت نہیں ہے سورۂ مجادلہ میں اس سے متعلق بحث ہے۔

س۔ اسلام میں شادی کی کیا کیا اقسام ہے؟

ج۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں نکاح کی چار صورتیں تھیں۔

۱۔ ایک طریقہ تو یہی تھا جو آج کل رائج ہے کہ ایک شخص عورتوں کے سرپرستوں کے پاس پیغام بھیجتا سرپرستوں اور عورت کے راضی ہونے پر مہر ادا کرتا اور نکاح کرلیتا۔

۲۔ ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی سے کہتا کہ جب تو حیض سے پاک ہوجائے تو فلاں شخص

کے پاس جاکر اس سے ہم بستر ہوجانا، چنانچہ وہ ایسا ہی کرتی پھر شوہر اپنی بیوی سے اس وقت تک دور رہتا جب تک ''امید'' کے آثار نمایاں نہ ہوجاتے ایسا جاہلیت میں اس لیے کرتے تھے کہ لڑکا نجیب ہو اور یہ عام طور سے اچھے خاندان کے مردوں سے کیا جاتا تھا اس نکاح کا نام ''نکاح استبضاع'' تھا۔

۳۔ نکاح کی تیسری صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس متعدد مرد۔ دس سے کم۔ اکٹھا ہوکر یکے بعد دیگرے آتے اور لطف اندوز ہوتے اس کے نتیجے میں عورت حاملہ ہوجاتی اور ولادت کو چند دن گزر جاتے تب وہ ان سب کو بلا بھیجتی ان میں سے کوئی بھی انکار کی جرأت نہیں کرسکتا تھا چنانچہ جب سب جمع ہوجاتے تو یہ کہتی تم اس معاملے سے واقف ہو کہ میرے پاس مباشرت کے لیے آیا کرتے تھے، میرے بچہ پیدا ہوا ہے، اے فلاں شخص یہ تیرا بچہ ہے، تم اپنی پسند سے اس کا کوئی نام رکھو چنانچہ یہ لڑکا اس شخص کا ہوجاتا تھا جس کا عورت نام لیتی اور مرد کے اندر یہ ہمت نہ تھی کہ انکار کردے۔

۴۔ کچھ بازاری پیشہ ور عورتیں ہوتی تھیں جن کے دروازوں پر جھنڈے گڑے رہتے تھے جس کا دل چاہتا ان کے پاس چلا جاتا، جب وہ امید سے ہوجاتیں اور ولادت ہوچکتی تو تمام لطف اندوز ہونے والے جمع ہوتے اور قیافہ شناس بلایا جاتا جو علامات دیکھ کر اس شخص سے بچہ کا نسب جوڑ دیتا جس کو اپنے فن کی رو سے، بچہ کا باپ خیال کرتا تھا چنانچہ وہ بچہ اسی شخص کی طرف منسوب ہوجاتا اور اسی کا بیٹا کہلاتا اور مرد انکار نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ان صورتوں کو بیان کرکے فرماتی ہیں کہ نبیؐ نے تمام ناجائز صورتوں کو بند کردیا اور موجودہ اسلامی طریقۂ نکاح کو باقی رکھا۔

س۔ حضرت محمدؐ کے لیے چار سے زیادہ بیویوں کی تخصیص کیوں تھی؟

ج۔ آپؐ عام مومنین جیسے نہیں تھے ہر معاملے میں آپ کو فضیلت تھی خواہ دینی معاملات ہوں یا دنیوی معاملات ہوں۔ بقول حضرت عائشہؓ **کان فضل اللہ علیک عظیما**۔ عربوں کا نظام تھا کہ سسرالی رشتہ داروں کو تعاون کیا کرتے تھے چنانچہ دامادی قبیلہ کو ہمیشہ تعاون رہا رسولؐ نے بنو ہاشم سے شادی نہیں کی کیونکہ آپ اسی

قبیلہ سے تھے آپؐ نے بنوامیہ، بنومخزوم، بنوتمیم، بنوعدی، بنواسد سے شادیاں کیں
حضرت جویریہ بنت الحارث بنوخزیمہ کے سردار کی بیٹی تھیں غزوۂ بنومصطلق میں اسیر ہوکر آئی تھیں نبیؐ کے پاس مکاتبت کے لیے آئیں نبی کریم نے آپ کو اپنی زوجیت میں لے لیا چنانچہ شادی ہوتے ہی ۶۰۰ گھرانے آزاد کردیئے گئے۔
حضرت صفیہؓ سے شادی ہوتے ہی خیبر کا مسئلہ حل ہوگیا۔

س۔ موجودہ دور میں کیا شوہر قرآن مجید کے مطابق بیویوں کے مابین عدل کرسکتا ہے؟

ج۔ عدل کا مطلب نفقہ، مکان، شب باشی میں بیویوں کے درمیان برابری کرنا۔ اگر شوہر چاہے تو آج بھی عدل کرسکتا ہے جس طرح نبیؐ اپنی بیویوں کے درمیان کیا کرتے تھے آپؐ نے ہر بیوی کو الگ حجرہ میں رکھا حتی کہ اپنی بیٹی کو بھی الگ حجرہ دیا تھا۔ مسجد نبوی کے برابر حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ وغیرہ کے کمرے بنوائے تھے۔

س۔ تعدد ازدواج تمدنی، سماجی و اخلاقی مسائل کا حل ہے یا نہیں؟

ج۔ تعدد ازدواج تمدنی، سماجی اخلاقی مسائل کا حل ہے اسلام نے بہت سوچ سمجھ کر اس کی اجازت دی ہے بقول شاہ صاحب کہ ہر حکم کی علت ہوتی ہے عربوں کی عیاشی کا چرچا بہت ہے لیکن اس کے ذریعہ تمدنی مسائل حل ہوتے ہیں پورے خاندان کی سروس ہوجاتی ہے مالی امداد ہوتی ہے۔ بہار اور حیدرآباد میں ایک مسئلہ جہیز کا ہے عربوں سے شادی سارے مسائل کا حل ہے۔ اسی طرح پاکستان میں سیاست دان دوسری شادی کرتے ہیں۔

جہاں تک اخلاقی مسائل کا تعلق ہے اگر برداشت کرے گا تو تنگی ہوجائے گا نہیں تو غیر قانونی کام کرے گا۔ اس لیے حکم ایک کا ہے اجازت چار کی ہے۔

س۔ احادیث کے مطابق تعدد ازدواج کی آیت کے نزول کے بعد آپؐ نے چار سے زیادہ بیویوں کو علیحدگی کا حکم دیا وہ کس بنیاد پر؟

ج۔ آپؐ نے مشرک عورتوں سے علیحدگی اختیار کی۔

حواشی و مراجع

۱۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۳۲
۲۔ سورۃ البقرہ: ۲۳۳، سورۃ لقمان ۳۳
۳۔ انجیل متی، باب ۱، آیت ۱ تا ۱۷
۴۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۳۳
۵۔ سورۃ البقرہ: ۲۲۳
۶۔ روین سنتوش پانڈے، پریس بائیٹر انچارج (Presbyter Incharge)
۷۔ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے، شلوک ۵۵
۸۔ سورۃ البقرہ ۲۲۸، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المداراۃ مع النساء، باب الوصاۃ بالنساء، باب حسن المعاشرۃ مع الاہل، سورۃ النساء، ۱۹
۹۔ افسیوں، باب ۵، آیت ۲۸ تا ۳۳
۱۰۔ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے، شلوک ۵۶
۱۱۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب برالوالدین، ص ۲۶۸
۱۲۔ کلسیوں کے نام، باب ۳، آیت ۱۸ تا ۱۹
۱۳۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۸۹
۱۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب مایؤمر بہ من تزویج ذات الدین، ج ۱، ص ۲۷۹
۱۵۔ روین سنتوش پانڈے
۱۶۔ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے، شلوک ۵۱
۱۷۔ عثمانی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال، صحیح بخاری، کتاب النکاح، اسلامی قانون، ۱۹۹۷ء، جامعہ دارالسلام مالیر کوٹلہ، پنجاب، ص ۲۰۱
۱۸۔ احمد، ضیاء الدین، ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۳۳۱

۱۹ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۲۷

۲۰ عثمانی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال، ص ۲۶۴

۲۱ گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط، باب ۵، ۱۹ تا ۲۴، افسیوں کے نام پولس رسول کا خط، باب ۴، ۲۵ تا ۲۷

۲۲ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۱۰۱

۲۳ سورۃ النساء: ۱۹

۲۴ انجیل متی ۱۹، آیت ۴-۷، رومیوں ۷، آیت ۱ تا ۴

۲۵ یاجناولکیا

۲۶ عثمانی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال، اسلامی قانون، ص ۲۶۵، ۲۵۹

۲۷ انجیل متی، باب ۵، آیت ۳۱ تا ۳۲

۲۸ منوسمرتی، باب ۳، آیت ۱۲ تا ۱۵

۲۹ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی قولہ الزانی لاینکح الا زانیۃ، ج ۱، ص ۲۸۰

۳۰ گلتیوں کے نام پولس کا خط، باب ۳، آیت ۲۷ تا ۲۹

۳۱ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۹۶

۳۲ سورۃ النساء: ۱

۳۳ انجیل متی، ۱۹، آیت ۴ تا ۷

۳۴ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۲

۳۵ سورۃ آل عمران: ۱۰۲، سورۃ النساء: ۱، سورۃ الاحزاب: ۷۰ تا ۷۱، سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی خطبۃ النکاح و مایقال للمتزوج، ج ۱، ص ۲۸۸

۳۶ انجیل یوحنا، باب ۲، آیت ۱ تا ۱۱، باب ۱۵، آیت ۱-۷، اکرنتھیوں ۱۳، آیت ۴ تا ۱۳

۳۷ مہابھارت

۳۸ سورۃ النساء: ۲

۳۹ عہدنامہ قدیم، پیدائش باب ۶، آیت ۱۷ تا ۱۸، باب ۸، آیت ۱۸، باب ۲۹،

آیت ۲۲ تا ۲۵، باب ۲۹، آیت ۱۶ تا ۲۷ باب ۲۹، آیت ۲۸-۳۰، باب ۲۹، آیت ۳۰، سموئیل ۲، باب ۲، آیت ۲، باب ۳، آیت ۲، ۴، ۵، سموئیل-۱ باب ۱۸، آیت ۲۷، سلاطین-۱ باب ۱۱، آیت ۱-۳، عہد نامہ جدید، رومیوں، باب ۷، آیت ۱ تا ۴

۴۰ Narada (نارادا)

۴۱ عثمانی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال، سورۃ البقرہ: ۲۳۱-۲۳۶، اسلامی قانون

۴۲ روین سنتوش پانڈے

۴۳ منوسمرتی، ادھیائے پانچواں، شلوک ۱۶۳

۴۴ سورۃ النساء: ۳۴، ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، ج ۱، ص ۲۸۰

۴۵ انجیل متی، باب ۵، آیت ۲۷ تا ۲۹

۴۶ منوسمرتی، ادھیائے تیسرا شلوک ۷۱

۴۷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح اَویدع، ج ۲، ص ۲۷۲

۴۸ روین سنتوش پانڈے

۴۹ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۸۵

۵۰ سورۃ البقرہ: ۲۲۹

۵۱ انجیل متی، باب ۵، آیت ۲۷ تا ۲۹

۵۲ منوسمرتی، ادھیائے آٹھواں، شلوک ۳۵۲

۵۳ سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲، سورۃ الفرقان: ۶۸، سورۃ الممتحنۃ: ۱۲

۵۴ انجیل متی، باب ۵، آیت ۲۷ تا ۲۹

۵۵ منوسمرتی، ادھیائے آٹھواں، شلوک ۳۵۲-۳۷۲

۵۶ سورۃ النور: ۲، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنیٰ، ج ۲، ص ۶۵

۵۷ انجیل متی، باب ۵، آیت ۲۷ تا ۲۹

۵۸ ایتیرے برہمن (Aitareya Brahamana)

۵۹ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لاتاذن المرأۃ فی بیت زوجہا لاحد الا باذنہ، باب

لا یخلون رجل بامراۃ الا ذو محرم، ج ۲

۶۰ کرنتھیوں، باب ۷، آیت ۳۹-۴۰

۶۱ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۴۶

۶۲ سورۂ النساء:۳۴

۶۳ ا کرنتھیوں باب ۱۱، آیت ۷ تا ۱۲

۶۴ منوسمرتی، ادھیائے ۳، شلوک ۵۵

۶۵ سورۂ الروم:۲۱

۶۶ عہد نامہ جدید، کلسیوں کے نام، باب ۳، آیت ۱۸ تا ۱۹

۶۷ منوسمرتی، ادھیائے ۳، شلوک ۵۵

۶۸ سورۂ النساء:۱۹

۶۹ کرنتھیوں باب ۷، آیت ۱ تا ۶

۷۰ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۴۶

۷۱ سورۂ البقرہ:۲۲۱

۷۲ روین سنتوش پانڈے

۷۳ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۹۵

۷۴ سورۂ الطلاق:۴

۷۵ روین سنتوش پانڈے

۷۶ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۹۴

۷۷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الصغار من الکبار، ج ۲، ص ۷۶۰، ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الصغار، ج ۱، ص ۲۸۹

۷۸ روین سنتوش پانڈے

۷۹ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۱

۸۰ سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی قولہ تعالی لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا ولا

تعضلوہن، ج ۱، ص ۲۸۵

۸۱ روین سنتوش پانڈے

۸۲ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے، شلوک ۱۱

۸۳ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اذا کان الولی ہو الخاطب، ج ۲، ص ۷۷۰، لا ینکح الاب وغیرہ البکر و الثیب الا برضاہا، ج ۲، ص ۷۷۱

۸۴ روین سنتوش پانڈے

۸۵ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۴

۸۶ سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، ج ۱، ص ۳۳۳

۸۷ ا۔ تیمتھیس، باب ۲، آیت ۱۱ تا ۱۴

۸۸ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۶

۸۹ سورۂ البقرہ: ۲۲۸ تا ۲۳۴

۹۰ رومیوں باب ۷، آیت ۱ تا ۴

۹۱ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۷

۹۲ سورۂ البقرہ:۲۳۴

۹۳ رومیوں، باب ۷، آیت ۱ تا ۴

۹۴ منوسمرتی، آٹھواں ادھیائے، شلوک ۲۰۴

۹۵ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر و الثیب الا برضاہا، ج ۲، ص ۷۷۱، باب اذا زوج ابنتہ وہی کارھۃ فنکاحہ مردود، ج ۲، ص ۷۷۱

۹۶ روین سنتوش پانڈے

۹۷ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے، شلوک ۱۶

۹۸ سورۂ الحجرات:۱۳

۹۹ ا۔ کرنتھیوں باب ۱۲، آیت ۱۳، گلتیوں کے نام پولس کا خط، باب ۳، آیت ۲۷ تا ۲۹

۱۰۰ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۶۹

۱۰۱۔ سورۂ النساء:۲۳

۱۰۲۔ روین سنتوش پانڈے

۱۰۳۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۸۲

۱۰۴۔ سورۂ النساء:۳

۱۰۵۔ انجیل متی، باب ۱۹، آیت ۴ تا ۷

۱۰۶۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۵۸

۱۰۷۔ سورۂ بنی اسرائیل:۳۲، سورۂ الفرقان:۶۸، سورۂ الممتحنہ:۱۲

۱۰۸۔ انجیل متی، باب ۵:۲۷ تا ۲۹

۱۰۹۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۵۹

۱۱۰۔ سورۂ بنی اسرائیل:۳۲، سورۂ الفرقان:۶۸، سورۂ الممتحنہ:۱۲

۱۱۱۔ انجیل متی، باب ۵:۲۷ تا ۲۹

۱۱۲۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۶۰

۱۱۳۔ سورۂ بنی اسرائیل:۳۲، سورۂ الفرقان:۶۸، سورۂ الممتحنہ:۱۲

۱۱۴۔ انجیل متی، باب ۵:۲۷ تا ۲۹

۱۱۵۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۸۱

۱۱۶۔ سورۂ بنی اسرائیل:۳۲، سورۂ الفرقان:۶۸، سورۂ الممتحنہ:۱۲

۱۱۷۔ انجیل متی، باب ۵:۲۷ تا ۲۹

۱۱۸۔ نارادا(Narada)

۱۱۹۔ سورۂ النساء:۱، سورۂ الحجرات:۱۳، مولانا سعید احمد ام۔ اے، اسلام میں غلامی کی حقیقت، ۱۹۶۰ء، حصۂ اول ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد، دہلی، ج۱، ص ۱۶۷

۱۲۰۔ گلتیوں کے نام پولُس رسول کا خط، باب ۳، آیت ۲۷-۲۹، رومیوں باب ۷، آیت ۱-۴

۱۲۱۔ وشنودھرم سوتر، ص ۱۲۴

۱۲۲۔ سورۂ النساء:۱، سورۂ الحجرات:۱۳

۱۲۳۔ ططس کے نام پولس رسول کا خط باب ۱، آیت ۶

۱۲۴۔ Devala

۱۲۵۔ سورۂ الاحزاب:۵۰، ۵۱، ۵۳، ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فیمن اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع، ج۱، ص ۳۰۴

۱۲۶۔ ۱۔ کرنتھیوں، باب ۱۲، آیت ۱۳، گلتیوں کے نام پولس کا خط، باب ۳، آیت ۲۷ تا ۲۹

۱۲۷۔ گوتما(gautama)

۱۲۸۔ سورۂ النساء:۳

۱۲۹۔ طِطس کے نام پولس رسول کا خط، باب ۱، آیت ۶

۱۳۰۔ کوٹلیا Koutilya

۱۳۱۔ سورۂ النساء:۳

۱۳۲۔ طِطس کے نام پولس رسول کا خط، باب ۱، آیت ۶

۱۳۳۔ وشنودھرم سوتر، (Vishnu)

۱۳۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب القسم بین النساء، ج۱، ص ۲۹۰

۱۳۵۔ طِطس کے نام پولس رسول کا خط، باب ۱، آیت ۶، ۱۔ کرنتھیوں، باب ۱۲: گلتیوں کے نام، باب ۳، آیت ۲۷-۲۹

۱۳۶۔ گوتمادھرم سوتر (gautama)

۱۳۷۔ عثمانی، مفتی ہلال، اسلامی قانون

۱۳۸۔ ایضاً

۱۳۹۔ پانڈے، ڈاکٹر امیش چندر، گوتم دھرم سوتر، چوکھمبا سنسکرت سیریز، آفس، بنارس

۱۴۰۔ سورۂ النساء:۳

۱۴۱۔ ططس کے نام پولس رسول کا خط، باب ۱، آیت ۶

۱۴۲۔ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے، شلوک ۱۳

۱۴۳۔ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب مایؤمر بہ من تزویج ذات الدین، ج۱، ص ۲۷۹

۱۴۴۔ ا۔کرنتھیوں، باب ۱۲، آیت ۱۳، گلتیوں کے نام، باب ۳، آیت ۲۷-۲۹
۱۴۵۔ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۷
۱۴۶۔ سورۃ البقرہ: ۲۳۴
۱۴۷۔ رومیوں، باب ۷، آیت ۱ تا ۴
۱۴۸۔ منوسمرتی، نواں ادھیائے، شلوک ۸۳
۱۴۹۔ سورۃ النساء: ۳۵
۱۵۰۔ انجیل متی، باب ۱۹، آیت ۴ تا ۷
۱۵۱۔ منوسمرتی، پانچواں ادھیائے، شلوک ۱۵۵
۱۵۲۔ سورۃ النور: ۳۲، سورۃ البقرہ: ۲۳۲، سورۃ الرعد: ۳۸، سورۃ الفرقان: ۷۴
۱۵۳۔ ا۔کرنتھیوں، باب ۷، آیت ۱ تا ۲
۱۵۴۔ Mitakshara
۱۵۵۔ سورۃ البقرہ: ۲۳۷، سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب الصداق، ج ۱، ص ۲۸۷
۱۵۶۔ انجیل متی، باب ۱۹، آیت ۴ تا ۷
۱۵۷۔ Narada
۱۵۸۔ عثمانی، مفتی ہلال، اسلامی قانون
۱۵۹۔ رومیوں، باب ۷، آیت ۱ تا ۴
۱۶۰۔ منوسمرتی، آٹھواں ادھیائے
۱۶۱۔ عثمانی، مفتی ہلال، اسلامی قانون
۱۶۲۔ انجیل متی، باب ۱۹، آیت ۴، رومیوں، باب ۷، آیت ۱ تا ۴
۱۶۳۔ (Yajnavalkya) یاجناوالکیا
۱۶۴۔ سورۃ النساء: ۳۷۰
۱۶۵۔ انجیل متی، باب ۹، آیت ۱ تا ۴
۱۶۶۔ منوسمرتی، تیسرا ادھیائے

۱۶۷۔ سورۃ النساء: ۲۳، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب مایحل من النساء ومایحرم، ج ۲، ص ۷۶۵، باب (وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بھن)، ج ۲، ص ۷۶۵، باب وان تجمعوا بین الاختین الا ماقد سلف باب لاتنکح المرأۃ علی عمتھا، ج ۲، ص ۷۶۶
۱۶۸۔ A Pastor's Handbook for the church of north India I.S.P.C.K., Delhi, 2003, Pg-87
169- Muslim India 177, September, 1997, P.g 407
170- www.google.com,file://D.\Documents%20and%20settings\Limra\Desktop\8.htm
171- Muslim India 100, April, 1991, P.g 171
172- " " " " " " "
173- The Institution of Polygamy in India and the contemorary Islamic world- A Comparative Socio- Legal study By Miss Kiran Bala Jain, Faculty of Law, University of Delhi, Delhi, P.g 508
174- " " " " " " 509
175- Muslim India 177, September, 1997, P.g 407
176- Thesis of Miss Kiran Bala Jain, P.g 509
177- " " " " " " "
178- قومی آواز، ۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۳ء
179- Muslim India 58, October, 1987, P.g 468
180- " " 229, January, 2002, P.g 20

181- The Times of India, 22 January, 2001
182- The Hindustan Times, July 12, 2003
183- Radiance Viewsweekty 19-25 March, 2006, P.g 33
184- ,, ,, ,, 22-28 January 2006 P.g 32
185- The Times of India, New Delhi Tuesday, March 29, 2005
186- Radiance Viewsweekty 5-11 January, 2003
187- Thesis of Miss Kiran Bala Jain, P.g 506
188- Thesis of Miss Kiran Bala Jain, P.g 504
189- Thesis of Miss Kiran Bala Jain, P.g 502
190- Thesis of Miss Kiran Bala Jain, P.g 504
191- Thesis of Miss Kiran Bala Jain, P.g 501
192- Source:V. Radhika in the week, 6 Dec,1998
193- the new Encyclo;aidia Britannica Vo-14, 1768
194- the Hindustan Times, 26 June,2000

خلاصۂ بحث

تعدد ازدواج کا قضیہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا اس زمین پر انسان پرانا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے یہ سلسلہ چلتا رہا ہے۔ اولاد آدم اور اس کے بعد نسلِ آدم کے سلسلے اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہاں قدم قدم پر بے شمار اختلافات ہیں۔ جواز اور عدم جواز کی بحثیں ہیں۔ تحدید اور تعیین کے تذکرے ہیں۔ حقوق اور طریقۂ کار کی گفتگوئیں ہیں۔

گذشتہ مباحث میں تفصیل کے ساتھ ان کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ شادی، نکاح اور تعدد ازدواج کو مختلف زاویوں سے جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ تعدد ازدواج اس مقالہ کا مرکزی موضوع ہے۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے تعدد ازدواج کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں مثلاً:

- جنسی خواہش کی تسکین، نئے نئے ذائقے چکھنا کیوں کہ جنسی خواہش تنوع پسند ہوتی ہے۔
- انسان فطرتاً عاشق مزاج واقع ہوا ہے۔ اس طرح کئی کئی شادیاں کر کے اس ضرورت کی تکمیل۔
- آزادانہ جنسی عدمِ توازن میں ایک قابل احترام طریق کار کا انتخاب۔
- قبائلی، سیاسی اور سماجی عوامل۔
- عزت واقتدار کی توسیع، مختلف قبیلوں اور علاقوں میں شادی کر کے ان سے روابط کی بحالی۔
- خاندانی تعلقات کا استحکام۔
- ماحول، آب وہوا، نسلی اور خاندانی روایات۔
- عورت کا بانجھ ہونا، بیمار ہونا یا مرد کا نامرد ہونا۔

- اولادنرینہ کی خواہش۔
- عورتوں کی بہتات اور مردوں کی قلت۔ جنگوں اور دیگر وجوہات کی وجہ سے عام طور پر عورتیں مردوں سے زیادہ ہوتی رہی ہیں۔
- سربراہانِ حکومت اور پیشوایان دین کی تقلید۔
- معاشی مفادات کا حصول، خاص طور پر بیوہ، مطلقہ یا غریب عورت کو مرد کی ضرورت رہتی ہے۔
- معاشرہ میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور ناجائز جنسی تعلقات جو بالآخر ایک سے زیادہ شادی پر منتج ہوتی ہے۔
- کم سنی کی شادی، شعور آجانے کے بعد اپنی پسند کی شادی۔
- ایک شادی کے بعد کسی ایسے رفیق کار کی ضرورت جو شخصیت کے ارتقاء میں ممدومعاون بن سکے۔
- بقاءِ نسل اور توسیعِ نسل۔
- وراثت کی تقسیم کا تحفظ۔
- ہندوستان کے کچھ علاقوں میں کئی بھائیوں کی مشترکہ بیوی کا رواج تاکہ زمین اور جائداد منتقل نہ ہوسکے۔
- گذشتہ ادوار میں جنگوں کی بہتات، اس کے نتیجہ میں عورتوں کا قیدی بن کر آنا یالونڈیوں کی حیثیت سے انہیں تقسیم کردینا پھر مالک کے یہاں ان کا بیوی کی حیثیت کا حامل ہوجانا۔
- فخر ومباہات اور مسابقت۔
- زراعتی معاشرہ، کھیت کھلیان اور گھر میں ایک سے زیادہ خاتون خانہ کی ضرورت۔
- خفیہ آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کو باوقار اور قابل اعتبار حیثیت دلوانا۔

گذشتہ بحث سے یہ نکتہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ تعدد ازدواج کا رواج تقریباً ہر دور میں رہا ہے۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ دیگر اداروں کی طرح اس ادارے نے

ارتقائی منازل طے کیے ہیں۔ گرچہ معاشرہ مختلف مراحل سے گزرتا رہا ہے۔ آسمانی مذاہب میں اسے شرعی جواز فراہم کیا گیا ہے۔ آسمانی مذاہب کی ترقی یافتہ شکل شریعت محمدی ہے۔ یہاں اس کی حدود متعین کردی گئی ہیں۔ اور اسے فطرت سے ہم آہنگ کردیا گیا ہے۔

- یہ بات ابھر کر سامنے آئی ہے کہ عام طور پر مرد ہی کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو قبول عام حاصل رہا ہے۔ عورت کو کئی شوہر رکھنے کو معیوب سمجھا جاتا رہا ہے۔ چند شوہری کو نہ آسمانی مذاہب میں جائز قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی دیگر طبقات میں اسے قانونی حیثیت حاصل رہی ہے۔
- تعدد ازدواج ایسا قضیہ رہا ہے، جس کی بابت ہر طرح سے سوالات اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ تجربہ سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ یہ قضیہ لاینحل ہی رہا ہے۔
- تعدد ازدواج کو چونکہ قبول عام حاصل نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری شادی کو سالہا سال خفیہ رکھا جاتا ہے۔
- ہندو سماج کا طبقاتی نظام چندزوجگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے مثلاً یہ کہ اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو کم تر درجے کے افراد کے مقابلے میں زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہے مثلاً برہمن کی بیویاں، چھتری سے زیادہ ہوسکتی ہیں۔ یا چھتری کی ویش سے زیادہ۔ یا یہ کہ برہمن چاروں ذاتوں میں شادی کرسکتا ہے۔
- ہندو سماج میں مختلف بیویوں کے درمیان حقوق میں بھی امتیاز برتا گیا ہے مثلاً مرد مذہبی فرائض کی ادائیگی سب سے بڑی اور سب سے پہلے نکاح کے بندھن میں بندھنے والی بیوی کے ساتھ ادا کرے گا۔ یہاں مختلف بیویوں کی اولاد کے حقوق اور مراعات میں بھی امتیاز برتا گیا ہے۔
- تاریخ کے مختلف ادوار کے مطالعہ سے بھی یہ نکتہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے، جس نے تعدد ازدواج میں تعین اور تحدید کو قانونی شکل دی ہے۔
- یہ حقیقت بھی دلچسپ لگتی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی متعدد بیویاں تھیں۔ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشرہ میں تعدد ازدواج کا عام چلن تھا، لیکن مسلمانوں کے اس دور اول کے بعد اسے بہت زیادہ قابل تقلید نہیں سمجھا گیا۔

- برصغیر کا معاشرہ ذات اور برادریوں سے جڑا ہوا معاشرہ ہے۔ برادری سے باہر شادی کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ تجزیہ کرنے سے یہ پہلو واضح ہوا کہ دوسری شادی میں عام طور پر اس اصول کو بنیاد نہیں بنایا جاتا ہے۔ سروے رپورٹس کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیں تو دوسری شادیاں زیادہ تر برادری اور خاندان سے باہر ہوتی ہے۔
- دیگر مذاہب کے بالمقابل عیسائیوں میں تعدد ازدواج کا رواج سب سے کم رہا ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں مثلاً یہ کہ عیسائیت میں رہبانیت اور تجرد کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے یا موجودہ صنعتی انقلاب نے عائلی نظام کو منتشر کردیا ہے اور ناجائز تعلقات کا چلن عام ہوگیا ہے۔
- اہل تشیع میں متعہ کو جو قانونی اور شرعی حیثیت حاصل رہی ہے اسے بھی تعدد ازدواج میں شمار کیا جاسکتا ہے۔
- کچھ معاصر علماء کی رائے ہے کہ اسلام میں نکاح کی اصل تعدد ہے قرآن میں اصل حکم تعدد کا ہے ''فانکحوا ما طاب لکم مثنی، ثلاث وربع میں شادی کرو۔ دو، دو۔ تین تین یا چار چار۔ یہ اصل ہے اس اجازت کے بعد بصورت مجبوری یک زوجگی ''فواحدۃ'' پر اکتفا کرنے کو کہا گیا۔
- موجودہ ہند اور عیسائی سماج میں تعدد ازدواج قانوناً ممنوع ہے پھر بھی اس کا رواج ہے۔ بعض حضرات خانہ پُری کے لیے مذہب تبدیل کر کے دوسری شادی کر لیتے ہیں۔
- تجزیہ سے معلوم ہوا کہ تعدد ازدواج کے حامل لوگوں کی تعداد معاشرہ میں زیادہ نہیں ہوتی۔
- اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر تعدد ازدواج کو حدود وضوابط کا پابند کردیا جائے تو یہ ایک بہترین معاشرتی حل ہوسکتا ہے۔

- یہاں یہ پہلو بڑا اہم ہے کہ دوسری شادیوں کے بعد حقوق ومراعات، عدل و مساوات اور دیگر سماجی عوامل کی بنیاد پر طرح طرح کے مسائل پیدا ہوتے ہیں، عام طور پر دوسری شادیاں سکون واطمینان کم ہی فراہم کرسکیں۔
- قلبی میلان ایک فطری داعیہ ہے۔ یہ ایک غیر اختیاری عمل ہے تمام بیویوں کے ساتھ یکساں میلان نہیں ہوسکتا۔ حقوق اور مراعات میں عدل کیا جاسکتا ہے۔ تعدد ازدواج کے حامل افراد کے ہاں جو باہمی انتشار پیدا ہوتا ہے وہاں قلبی میلان ایک اہم سبب رہتا ہے۔
- مسلمانوں میں ایک شاذ گروہ نے تعدد کو عدل سے مشروط رکھا ہے، پھر اسے ناممکن العمل بھی بتایا ہے۔ اس طرح گویا قرآن میں اس اجازت کو ایک بار دے کر واپس لے لیا ہے۔ اس رائے کو ایک بڑی جسارت قرار دیا جاسکتا ہے۔
- آسمانی مذاہب کے سوتے ایک ہی چشمے سے پھوٹتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر اداروں کی طرح تعدد ازدواج کے معاشرتی ادارہ کے افراد میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اختلافات آگے چل کر پیدا ہوتے ہیں۔
- مذہب، علاقہ، ذات پات، حالات زمانہ اور دیگر مختلف عوامل تعدد ازدواج پر بھی اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں قدم قدم پر تضادات سامنے آتے ہیں۔
- اس بحث کا جتنا بھی تجزیہ کیا جائے۔ یہ پہلو ابھر کر سامنے آتا رہے گا کہ یک زوجگی کو ہمیشہ ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جب کہ چند زوجگی کو ایک استثنائی حیثیت حاصل رہی ہے۔
- ہندوستانی معاشرہ میں تعدد ازدواج کے سلسلہ میں مذہب اہم ترین عنصر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سروے رپورٹس سے یہ حقیقت اجاگر ہوئی کہ ہندو مسلمانوں کے بالمقابل ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں جب کہ عام طور پر یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں تعداد ازدواج کا خاصہ چلن ہے۔

- جاٹوں، ہمالیہ کے دامن میں رہنے والے قبیلوں میں چند شوہری کا رواج ہے۔
- سروے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دیہی علاقوں میں شہری علاقوں کی بہ نسبت یہ رواج زیادہ ہے۔ اس طرح چھوٹے طبقات میں اس کا چلن اعلیٰ طبقات کے مقابلے میں زیادہ دیکھا گیا۔
- یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ مشرقی یوپی میں گذشتہ ایک دہائی پہلے تک یہ رواج کافی تھا کہ کم سنی ہی میں شادی کردی جاتی تھی۔ لڑکا جب باہر نکلتا تھا تو اپنے سے برابر ایک اور لڑکی سے دوسری شادی کرلیتا تھا۔ اس طرح کے واقعات اب بھی ہوتے رہتے ہیں۔
- سروے سے معلوم ہوا کہ پختہ عمر کے لوگوں میں یہ رجحان زیادہ ہے۔
- ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ ایک دوسرے کی نقالی میں یا دوسروں سے حوصلہ پاکر لوگوں نے دوسری شادیاں کیں۔
- آئندہ اس پہلو سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کا استعمال اس رجحان کو تقویت دے رہا ہے۔

کتابیات

آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکاڈمی، نئی دہلی

آزاد، ابوالکلام، عورتوں کی آزادی وفرائض، لاہور

آشوب پیارے لال، رسوم ہند، مجلس ترقی ادب، لاہور

ابوذر، محمد، ہندوستان کی آبادی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۲

احسان اللہ خاں، سائنسی حقائق اور سماجی مجبوریاں، بیت الحکمہ ۱۶۵-ذاکر باغ، نئی دہلی ۲۵، ۱۹۸۶ء

احمد، ضیاء الدین، ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۹

اردو انسائیکلو پیڈیا ج سوم، پروفیسر فضل الرحمٰن، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

اردو دائرہ معارف، اسلامیہ دانش گاہ پنجاب، لاہور، شعبۂ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ازہری، محمد کرم شاہ، سیرت الرسول المعروف ضیاء النبی، ٹمیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

ازہری، مقتدی حسن، خاتون اسلام، ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ، بنارس ۱۹۹۲

اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، تاج کمپنی، دہلی

اصلاحی، امین احسن، عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، پاکستان ۱۹۵۸ء

اصلاحی، سلطان احمد، اسلام کا نظریہ جنس، ادارہ علم وادب، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء

البیرونی، ابوریحان، ہندو دھرم ہزار برس پہلے، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی ۱۹۹۳ء

المسدوسی، احمد عبداللہ، مذاہب عالم ایک معاشرتی وسیاسی جائزہ، مکتبہ خدام ملت، کراچی ۱۹۵۸ء

الہ آبادی، حکیم احمد حسین، تاریخ ابن خلدون عبدالرحمٰن بن محمد الاشبیلی، مطبع انور احمدی ادارۂ اسلام آباد، ۱۹۱۲

ایل ہاشم مترجم: الیس غلام سمنانی، ہندوستان کا شاندار ماضی، نئی دہلی ۱۹۸۶ء

بیگ، مرزا حسین احمد، عورت، مکتبہ ابراہیمیہ، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد، دکن

پرویز، معراج انسانیت، ادارہ طلوع اسلام، کراچی

پھلواری، شاہ محمد جعفر ندوی، مسئلہ تعدد ازدواج، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، ادارہ تفسیر دیوبند، یوپی

تھانوی، اشرف علی، کثرۃ الازواج لصاحب المعراج، مطبع تجلی الواقع، دہلی

چلی، یوسف مترجم شمس تبریز خاں، مسیحیت علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ ۱۹۷۹ء

خان، حبیب ریحان، مغربی تہذیب انحطاط اور علاج، بھارت آفسٹ۔ دہلی ۶ ۱۹۹۷ء

خان، محمد نجم الغنی، تاریخ راجگان ہند، ہمدم برقی پریس، لکھنؤ ۱۹۲۷

خاں، سرسید احمد، الخطبات الاحمدیہ، فیض عام، علی گڑھ، ۱۲۸۷ھ

خاں، عبدالوحید، عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۱

خاں، وحیدالدین، تعدد ازواج، ا۔ نظام الدین ویسٹ مارکیٹ، نئی دہلی

دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ ترجمہ اردو نعمۃ اللہ السابغہ، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت ج دوم، کتب آرام باغ، کراچی

دیانرائن نگم، ہندومت، جزء سوم، خدابخش اورینٹیل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۳

ڈوبے شیاما چرن مترجم عزیز پری ہار، ہندوستانی سماج نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، ۱۹۹۵

ذکی محمد، مغربی تہذیب آغاز وانجام، لیتھو کلر پرنٹرس نزد اچل تال علی گڑھ، ۱۹۷۱ء

رحمان مذنب، تہذیب وتمدن اور اسلام، مقبول اکیڈمی شاہراہ قائداعظم، لاہور

رحمانی، منت اللہ، خاندانی منصوبہ بندی، دارالاشاعت امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، پٹنہ

رحمانی، عبدالصمد صاحب، اسلام میں عورت کا مقام، دینی بک ڈپو، اردو بازار، دہلی

رشی دیانند، ستیارتھ پرکاش، گوروت بھون، لاہور، ۱۹۴۳

زکریا رفیق، مترجم ڈاکٹر مظہر محی الدین محمد اور قرآن، مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ ۱۹۹۴

سحری، انعام الرحمن، شادی ایک مکمل مطالعہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء

سرسوتی، مہرشی دیانند، اردو ترجمہ: رگوید آدی بھاشیہ بھومکا، لکشمن آریوپدیشک، مطبوعہ دیوان پرنٹنگ پریس، لاہور

سرفراز حسین قاری، ہندو دھرم اور اسلام، تمدن بک ایجنسی مٹیا محل، نئی دہلی ۱۹۲۷ء

سعید احمد، ایم، اے، اسلام میں غلامی کی حقیقت ج اول، ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد، دہلی

سنبھلی، محمد برہان الدین، معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۱۹۷۵ء

سید حامد علی، تعدد ازدواج، عقل وتجربہ کی روشنی میں، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

شہید، محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

صدیقی، ابوالسلام نعیم، کثرت آبادی کا علاج، مکتبہ تجلی دیوبند، ضلع سہارنپور

صدیقی محمد اسلم، عورت اسلام کی روشنی میں، محمود پبلشرس غازی پور، سرسیدنگر

ظفیر الدین، محمد، اسلام کا نظام عفت وعصمت، ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی ۱۹۷۸ء

عبدالعاطی، حمودہ، اسلام ایک روشن حقیقت، ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی

عبداللطیف، ممتاز احمد، تعدد زوجات، فوٹو آفس پریس دہلی ۱۹۹۹ء

عثمانی، عمر احمد، فقہ القرآن، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی ۱۹۸۴ء

عثمانی، محمد تقی، عیسائیت کیا ہے؟، کتب خانہ نعیمہ دیوبند ۱۹۹۵ء

عثمانی، محمد تقی، ہمارے عائلی مسائل، دارالاشاعت مولوی مسافرخانہ کراچی-۱

عثمانی، فضیل الرحمن ہلال، اسلامی قانون، جامعہ دارالسلام، مالیرکوٹلہ، پنجاب ۱۹۹۷

علی، سید امیر، روح اسلام ترجمہ محمد ہادی حسین، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۸

علی، محمد، عیسویت کا آخری سہارا، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور، ۱۹۲۰ء

علی، ملک غلام، رسائل ومسائل حصہ سوم وششم، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۹۰ء

عمادی، محمد عبدالقادر، ہندوستان کے سماجی مسائل، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۰

عمری، سید جلال الدین، مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ، یوپی، ۱۹۸۶ء

عمری، سید جلال الدین، عورت اسلامی معاشرے میں، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی
عورت، قانون اور معاشرہ: عمل کی راہیں، ویمن اینڈ لاء پاکستان، کنٹری پروجیکٹ، لاہور، پاکستان
فاروقی، عمادالحسن آزاد، دنیا کے بڑے مذہب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء
فتحپوری، نیاز، گہوارۂ تمدن، دارالطبع انڈین پریس، لکھنؤ
قریشی، محمد علی، تربیت جنسی، دفتر جنسی زندگی، قرول باغ دہلی
کالیکٹ، میریا مترجم: سید احمد خاں، تاریخ اسپین، ملک اودھ لندن جان مری ابی مرلی اسٹریٹ ۱۸۴۰ء
کشور ناہید، عورت خواب اور خاک کے درمیان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵
کیرانوی، رحمت اللہ، مترجم، مولانا محمد تقی عثمانی، بائبل سے قرآن تک (ترجمہ)، حافظی بکڈپو دیوبند، یوپی
گرانٹ، اے، جے مترجم جمید احمد، تاریخ یورپ، حیدرآباد دکن دارالطبع، جامعہ عثمانیہ
گستاؤلی بان، تمدن عرب، ملک مقبول احمد مالک مقبول، اکیڈمی لاہور
گوری سنکر، ہیرا چند اوجھا، قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد
گیلانی، مناظر احسن، حضرت ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، نفیس اکیڈمی بلاسس اسٹریٹ، کراچی ۱۹۴۹ء
مالک رام، حمورابی اور بابلی تہذیب وتمدن، مکتبہ جامعہ نئی دہلی ۱۹۹۲
مجاہد الاسلام، اشتراط فی النکاح، اسلامک فقہ اکیڈمی ۱۹۹۷
مجموعہ قوانین اسلامی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اوکھلا مین مارکیٹ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۰۰۱
محمد جمیل احمد ایم، اے، انبیائے قرآن ج اول، کشمیری بازار، لاہور ۱۹۶۳
محوی، محمد حسین، ازواج الانبیاء، مطبع الناظر چوک لکھنؤ ۱۹۱۶ء
مفتی محمد شفیع، عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی
منصور پوری، محمد سلیمان، رحمت للعالمین ج دوم، مکتبہ رحمت، دیوبند
منوجی، منوسمرتی، تاراچند چھپر، تاجر کتب، لاہوری دروازہ، لاہور ۱۹۲۳ء
مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند، دہلی

مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے
مودودی، ابوالاعلیٰ، یہودیت و نصرانیت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۳ء
موسوی، اکبر علی صاحب، قانون ورواج ہنود ج اول، دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن
مولانا مفتی شفیع، معارف القرآن، ربانی بک ڈپو، کڑہ شیخ چاند لال کنواں، دہلی ۶
مہدی صغرا، ہندوستان میں عورت کی حیثیت، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰
نجم الدین، رسوم جاہلیت، خادم تعلیم پریس، لاہور ۱۹۰۶ء
ندوی، سید ابوالحسن علی، انسانی دنیا میں مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، لکھنؤ ۱۹۷۴ء
ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی ۱۹۹۶ء
ندوی، مجیب اللہ، تبع تابعین، مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۹۵۹ء
ندوی، محسن عثمانی، مطالعۂ مذہب، یونیورسل پیس فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۸
نعمانی، علامہ شبلی، سیرۃ النبی حصہ دوم، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۸۲ء
نقوی، سید یحییٰ حسن، ہمارا قدیم سماج، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۱۹۷۲

اردو رسائل

رسالہ	تفصیل
اسلام اور عصر جدید	
اشاعت اسلام	مارچ ۱۹۳۶ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ، اپریل ۱۹۲۰ لندن
برہان دہلی	سعید احمد اکبرآبادی ج: ۶۹، ۱۹۷۲ء شمارہ: ۴، ج ۷۵، ۱۹۷۵ء شمارہ: ۵
زندگی	شوال، ذیقعدہ ۹۷ھ، زندگی، صفر ۸۰ھ
سہ روزہ دعوت	نئی دہلی (تحفظ شریعت اور آزاد ہندوستان)
السلام	نئی دہلی،
ندائے ملت	لکھنؤ ۱۷ ارجون ۲۰۰۰ء

عربی کتب

ابی الطیب صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی نجاری، فتح البیان فی مقاصد القرآن جزء ثالث ۱۲۴۸-۱۳۰۷ھ، ادارہ احیاء التراث الاسلامی بدولۃ قطر

ابی عبداللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی جزء خامس، الجامع لاحکام القرآن

امام الفخر الرازی جزء تاسع، التفسیر الکبیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت

جامع ترمذی ج۱،۲، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

حافظ عبدالرحمٰن بن علی الجوزی، احکام النساء، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، ادارہ الشئون الاسلامیۃ، دولۃ قطر داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

سنن ابن ماجہ ج۱،۲، اشرفی بک ڈپو، دیوبند، انڈیا

سنن نسائی ج۱،۲، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند یوپی

سید محمود الالوسی البغدادی، روح المعانی، ج رابع، ادارہ الطباعۃ المصطفائیۃ، دیوبند، یوپی

شیخ عبداللہ المراغی، الزواج والطلاق فی جمیع لأدیان ۱۹۶۶ء

صحیح بخاری ج۱،۲، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

صحیح مسلم ج۱،۲، کتب خانہ رشیدہ، دہلی

عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری جزء رابع، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ داراحیاء التراث العربی، ۱۲۹۹-۱۳۶۵ھ

علی محمد السحاوی، احکام القرآن تحقیق، داراحیاء الکتب العربیہ ابن العربی

فخر الرازی، تفسیر کبیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت

انگریزی کتب

- A Pastor's Hand Book for the church of North India

I.S.P.C.K, Delhi 2003.

- Dr. Mazharul. Kazi, Family Life and Social obligations in Islam, Markazi Maktaba Islam New Delhi-25
- Dr. Paras Diwan, Modern Hindu Law Allahabad Law Agency Law Publishers 9, university Road, Allahabad, 1972.
- Kumud Sharma, Women in focus, Sangam Books 3-5-820 Hyderguda, Hyderabad 5000 001, 1984.
- Maragaret cormack, the Hindu Women, Asia Publishing HPUSC Bombay I India, 1961.
- Prof. J.L. Shastri, Hymns of the RGVEDA, Motilal Banarsid Delhi, Varanasi, Patna, 1973.
- The Indian Christian Marrige act, 1872 central Law Agency 30 D/1 Motilal Nehru Road, Allahabad, 1994.
- The Institution of Polygamy in India and the contemporary Islamic Word- A Comparative social - Legal Study By Miss Kiran Bala jain, Jan 1990, Faculty of law, University of Delhi, Delhi.
- V. Bagga, Studies in the Hindu Marriage and the Special Marriage acts, N.M. Triphathi Private Ltd. Bombay 1978.

انگریزی لغات

- Encyclopedia of Religion and Ethics. James Hasting T.&T. clark, 38 Georage street, New York, 1964 Vo-III.
- International Encyclopaedia of the Social Science vo.9,10 David L. Sills London
- The Encyclopedia American International Vo-18.
- The New Encyclopedia Britannica Vo-9
- The Social Science Encyclopaedia vo.19, II edition edited by Adam Kuper and Jessica Kuper

انگریزی رسائل واخبار

- Muslim India Census 1991: Religions of India 153, September, 1995, 220 April, 2001, 213, September 2000 49 January, 1987
- Radiance Views Weekly 19 - 25 March 2006, 22 - 28 January 2006
- The Hindu Tuesday, January 17, 2006 Delhi p.g,14
- The Times of India, New Delhi Tuesday, March 29,2005 p.g,7 Tuesday, May3, 2005 p.g,14

ویب سائٹس

- www.google.com, 2001 Cencus: Encouraging and

discouraging Features File://d:\ Documents % 20 and % 20 Setting\ Limra\ Desktop\ 2001 % 20 Censur% 20 Encouragi..... 9/6/2005

- www.google.com, Health News and Information OSF - Health Care File://D:\ Documents % 20 and % 20 Setting\ Limra\ Desktop\ Health% 20 News % 20 and % 20 Infor..... 9/6/2005
- www.google.com,Religions in India, File: //A:\ Religions % 20in% India.htm

ہندی کتب

उत्तर भारत की कलीसिया की अराधना पुस्तक ध्ैण्च्ब्ण्ज्ञण्ए क्मसीपए 2001 ।

डा0 उमेश चन्द्र पाण्डेय, गोतम धर्म सूत्राणि, चौखम्बा संस्कृत सीरीज आफिस

वाराणसी–9

जैनेन्द्र कुमार, प्रेम और विवाह, मुद्रक अंकित प्रिंटिग प्रेस रोहतास नगर,

शाहदरा, 32।

श्री राजवीर शास्त्री, मनुस्मृति, आर्ष साहित्य प्रचार ट्रस्ट, 455 खारी बावली,

दिल्ली–110006 सन् 1985।

पण्डित रामनारायण शास्त्री पाण्डे 'राम' महाभारत प्रकाशक:

हनुमान प्रसाद पोद्दार,

गीतप्रेस, गोरखपुर।

डा0 रघुनाथ सिंह, कौटिलीयम अर्थशास्त्रम खण्ड 1, कृष्णदास अकादमी,

वाराणसी सन् 1983।

डा0 शान्ति पाण्डेय, धर्मसूत्र परिशीलन, प्राच्यभारती संस्थान गोरखपुर संस्करण

सन् 2002।

☆☆☆

اشاریہ

(الف)

(ت)

(ٹ)

(ث)

(ج)

(خ)

(د)

(ڈ)

(ذ)

(ر)

(ز)

(س)

(ز)

(س)

(ش)

(ص)

(ض)

(ط)

(ع)

(غ)

(ف)

(ق)

(ک)

(گ)

(ل)

(م)

(ن)

(و)

(ہ)

(ی)

ڈاکٹر شائستہ پروین، ویمنس کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دینیات کی تدریس کے فرائض انجام دے رہی ہیں انہوں نے جامعۃ الصالحات رامپور سے ۱۹۹۱ء میں عالمیت، ۱۹۹۳ء میں فضیلت کی اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۹۸ء میں جامعہ اُردو علی گڑھ سے معلم اُردو، ۱۹۹۵ء میں شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے اور ۲۰۰۲ء میں شعبۂ دینیات سنّی سے ماسٹرز کی تکمیل کی۔ ۲۰۰۸ء میں اسی شعبہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ تقریباً دو درجن مضامین ملک کے معتبر جرائد و رسائل میں شائع کرا چکی ہیں۔ ان کی دلچسپی کے خاص موضوعات ہیں: اسلام اور خواتین، عورتوں کی دینی وعصری تعلیم، اسلامی معاشرت اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ۔ ڈاکٹر پروین تعلیمی وتدریسی مصروفیات کے علاوہ اہم نصابی اور مذہبی وثقافتی سرگرمیوں میں بھی فعال رول ادا کر رہی ہیں۔

کتاب کے بارے میں

یہ کتاب عیسائیت، ہندوازم اور اسلام میں تعدد ازدواج کے احکام ومسائل سے بحث کرتی ہے یہ وہ موضوع ہے جس پر علمائے مغرب اور ہندو دانشوروں نے سب سے زیادہ واویلا کیا ہے مگر یہ کتاب بتاتی ہے کہ ہندوازم کی مذہبی کتابوں ایتریے برہمن، اپستمبا، بودھیانہ، دیوالا، گوتما، کوٹلیا دھرم شاستر، مہابھارت، منوسمرتی، یتاکشرا، ناردا، تیتریے سنہتا، وششٹھ دھرم سوتر، وشنو دھرم سوتر، یاجناولکیہ، اور عیسائیت کے عہد نامہ قدیم وعہد نامہ جدید میں کسی نہ کسی شکل میں یہ تصور رائج رہا ہے۔ فاضل مصنفہ نے ہندو اور عیسائی معاشروں کی سروے رپورٹس بھی پیش کی ہیں اور دانشوروں سے بالمشافہ ملاقاتیں بھی کی ہیں۔ انہوں نے اسلام میں تعدد ازدواج کی حیثیت، شرائط اور تاریخی تعامل سے قرآن وحدیث کے نصوص اور قدیم وجدید مسلم مفکرین کے افکار ونظریات کی روشنی میں مفصل بحث کی ہے۔

Al Balagh Publications

Flat No. 10, N-1, Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-110025
Tel. 011-26942592
Email. abpublications@gmail.com

Price: ₹ 170.00